

آج وہ اِس گھر سے بھی جا رہی تھی ——

آج یہاں بھی اُس کی ضرورت نہیں رہی تھی۔

اُس کے ہونٹوں پہ خاموشی کی مہر لگی تھی —— کچھ کہنا چاہتی تھی کہہ نہیں پاتی تھی ——

بکھرے ہوئے کپڑے سوٹ کیس میں رکھ کر وہ الماری کی طرف بڑھی۔

کتابیں سمیٹیں۔

تنہائی کی ساتھی کتابیں ——

اس کی رازدار کتابیں ——

اس کے غم کو بہلانے والی کتابیں ——

ابھی وہ کتابیں سمیٹ رہی تھی کہ خالہ رابعہ اندر آگئی۔

خالہ رابعہ کی آنکھوں میں اُداسی تھی۔

جیسے کہہ رہی ہو ——

میں کچھ نہیں کرسکتی —— میں مجبور ہوں —— تمہارا چلا جانا ہی بہتر ہے۔

اُس نے ایک نظر خالہ رابعہ کی طرف دیکھا —— اور بولی۔

زندگی رہی تو آپ سے ملنے ضرور آؤں گی۔

کاش میں تمہارے لئے کچھ کرسکتی ——

خالہ کی آنکھیں بھر آئیں ——

تم نے میرے لئے کیا کچھ نہیں کیا خالہ ——

وہ پھیکے سے انداز میں ہنسی۔

تم کہو تو میں تمہارے ساتھ چلی چلوں۔

خالہ آنسو پونچھتے ہوئے بولیں۔

نہیں خالہ میرے ساتھ کہاں بھٹکو گی۔

کوئی ٹھکانہ ملا —— تو تمہیں بُلا لوں گی۔

وہ کتابیں ٹوکری میں ٹھونستے ہوئے بولی۔

اچھی بھلی زندگی گذر رہی تھی۔ جانے کہاں سے آگیا نامراد —— اور پھر میں کمزور عورت کہاں تک اس کی دھمکیوں کا جواب دیتی ——

سچ پوچھو بیٹی —— اب تو میں خود چاہتی ہوں کہ تمہیں کہیں چھپا دوں۔

اس بار وہ کہہ گیا ہے کہ مولوی ساتھ لے کر آئے گا۔ اور اسے دنیا کی کوئی طاقت نکاح سے نہیں روک سکتی۔

ہونہہ —— تابندہ نے نفرت سے کہا۔

کچھ بھی ہو بیٹی —— ہم دونوں عورتیں ہیں —— کہاں تک اُس کا مقابلہ کریں گی۔

تم ٹھیک کہتی ہو خالہ ——

مگر —— جب سے تمہیں بھیجنے کا ارادہ کیا ہے۔ اندر ہی اندر کانپ رہی ہوں —— اللہ تمہارا نگہبان ہے۔

خالہ کے چہرے پر بے بسی دیکھ کر تابندہ تڑپ گئی —— کہنے لگی۔

تسلی رکھو خالہ —— میں اپنی سہیلی کے پاس پنڈی جاؤں گی —— اُسے مجھ سے بہت پیار ہے —— وہ ضرور میرے لئے کچھ کرے گی۔

اچھا بیٹی ——

خالہ اُٹھتے ہوتے بولی۔

اللہ پر بھروسہ رکھو خالہ ——

تم تیاری کرو —— میں راستے کے لئے کھانا تیار کرلوں۔

رہنے دو خالہ ——
نہیں بیٹی —— قیمہ منگوایا ہے —— وہی بھون رہی ہوں۔

خالہ کمرے سے باہر نکل گئی۔

اور تابندہ اپنی چھوٹی چھوٹی چیزیں سمیٹنے لگی۔

کتنی کوشش کی تھی یہ بکھری ادھوری زندگی سمٹ جائے مگر ——

زندگی کا شیرازہ پھر بکھر گیا تھا۔

اللہ جانے میں اپنی بکھری شخصیت کے ٹکڑوں کو یکجا کر پاؤں گی

نہیں ——

روح زخمی ہے ——

وہ امنگیں —— وہ حوصلے —— وہ ارادے —— وہ خواب ۔ سب
کچھ ٹوٹ گیا ہے —— میں تھک گئی ہوں۔

زندگی کے دس سال خالہ رابعہ کے ساتھ خاموشی سے گذر گئے۔

آرام اور سکون نہیں تھا ——

لیکن دکھ بھی کوئی نہ تھا ——

بس اک احساس تھا —— کہ میرا کوئی نہیں —— مجھے اپنی زندگی اس
طرح گزارنا ہے۔

کچھ بھی نہیں تھا ——

لیکن خالہ کے پیار کی چھاؤں تلے تپتی اور سلگتی زندگی کو ٹھنڈک ضرور

ملتی تھی۔

اور پھر ——

زندگی میں انگارے بھرنے خالہ کا سوتیلا بیٹا غفور آ گیا ——

غفور نے تابندہ کو اپنانے کی ہر کوشش کر ڈالی۔

وہ کرتی بھی تو کیا کرتی ——

غفور —— ان پڑھ —— اجڈ —— شرابی ——

اس کے ساتھ وہ کیسے اپنی زندگی وابستہ کر لیتی۔

اور اب تو وہ دھمکی دے گیا تھا کہ زبردستی تابندہ کو لے جائے گا۔

خالہ رابعہ بے چاری کمزور عورت —— ڈر گئی تھی ۔ اسی نے تابندہ کو
مشورہ دیا تھا کہ وہ کہیں چلی جائے —— کیونکہ غفورے کی عادت سے وہ
واقف تھی۔

اور اس نے جانے کا فیصلہ کر لیا —— جانے کا فیصلہ کرنے کے
بعد اس نے پورے جہاں پر نظر دوڑائی ۔ کوئی بھی تو اپنا نہ تھا —— لے
دے کہ ایک ثریا نظر آئی جو اس کی سہیلی تھی —— وہ بھی شادی کے بعد پنڈی
رہنے لگی تھی —— بہت سوچ بچار کے بعد اس نے بھی فیصلہ کیا کہ وہ ثریا
کے پاس چلی جائے اور پھر وہیں کہیں نوکری کر لے ——

اور آج وہ جا رہی تھی —— اس گھر سے جہاں اس نے دس سال
گزارے تھے۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ تیار ہو گئی۔

خالہ رابعہ سے گلے ملتے ہوئے اس کے حلق میں کانٹے سے چبھنے لگے۔

دس سالوں میں ایک مرتبہ بھی خالہ رابعہ نے اُسے احساس نہ ہونے دیا
تھا کہ وہ اس کی ماں کی منہ بولی بہن ہے ــــ اُس نے ماں کا پیار دیا تھا۔
ماں بن کر اس کی حفاظت کی تھی ــــ اس کا خیال رکھا تھا۔

خالہ رابعہ کی آنکھیں برسے جا رہی تھیں ــــ

رکشہ گلی میں آکر رکا تو وہ اپنا بکس اور ٹوکری اٹھا کر باہر نکل آئی۔

خدا حافظ خالہ ــــ

خدا حافظ میری بچی ــــ مجھے اپنی خیریت کی اطلاع ضرور دینا ــــ
فضلو دھوبی کے پتے پر خط لکھ دینا ــــ میں وہاں ــــ پتہ کرتی رہوں گی۔

اچھا خالہ ــــ رکشہ گلی سے نکلا ــــ

خالہ نظروں سے اوجھل ہوئی تو تابندہ کی آنکھیں جلنے لگیں۔

خالہ رابعہ ہی نے اُسے بتایا تھا کہ جب وہ پیدا ہوئی تو اس کی ماں بس چند
دن زندہ رہی ــــ پندرہ دن کی بچی خالہ رابعہ کی گود میں آگئی ــــ باپ بھی
دو مہینے پہلے جنگ میں شہید ہو گیا تھا۔ اس کے چچا کریم کی کوئی اولاد نہیں تھی۔
ان کی بیوی رضیہ اور وہ خود بچے کے لئے ترستے تھے۔

تابندہ کو اُنہوں نے گود لے لیا ــــ خالہ رابعہ نے بخوشی تابندہ کو
رضیہ کے حوالے کر دیا۔

اور تابندہ رضیہ اور کریم کی آنکھوں کا تارہ بنی پروان چڑھنے لگی۔

تابندہ پانچ سال کی تھی کہ رضیہ کی بھی اللہ نے سن لی ــــ ان کے ہاں
بیٹا ہوا ــــ اور پھر بچوں کی لائن لگ گئی ــــ تابندہ پندرہ سال کی تھی۔
رضیہ کے چار بچے ہو گئے ــــ تابندہ کی اب اس گھر میں کوئی حیثیت
نہ تھی ــــ بس یوں جیسے کوئی فالتو سامان ــــ

لیکن وہ وہیں تھی ——

اسے یاد آیا جب وہ سکول میں کسی کھیل میں حصہ لینا چاہتی تھی ——

تو ہمیشہ اُستانیاں اس کا نام بارہویں کھلاڑی کے طور پر لکھا کرتیں۔

اور جب کوئی لڑکی کسی وجہ —— کھیل میں حصہ نہ لے سکتی تو یہ ضرورت
اس سے پوری ہوا کرتی۔

ان ہی دنوں چچا کریم کی مالی حالت کچھ گر گئی ——

رضیہ بیگم چڑچڑی سی ہو گئیں تھیں۔ دونوں میاں بیوی بات بات
پر لڑتے۔

تابندہ جانے کیوں دونوں کو ہی بوجھ لگنے لگی۔

رضیہ بیگم تو کبھی ایسا بگڑتیں کہ تابندہ کو سوچنا پڑتا۔

میں کیا ہوں —— میں کون ہوں۔

رابعہ خالہ کا اس گھر میں آنا جانا رہتا تھا —— تابندہ کی حالت دیکھ
دیکھ وہ کڑھتی رہتی ——

ایک دن جب بغیر کسی وجہ سے تابندہ کو سکول سے اٹھا لیا گیا تو خالہ
رابعہ سے برداشت نہ ہو سکا۔ اس نے رضیہ بیگم سے کہہ دیا کہ وہ تابندہ
اپنے ساتھ لے جائے گی۔

اور تب تابندہ خالہ رابعہ کے ساتھ آ گئی ——

تب خالو رحمت بھی زندہ تھے ——

دونوں میاں بیوی تابندہ سے بہت پیار کرتے —— اور پھر ایک دن
خالو رحمت کا انتقال ہو گیا۔

خالہ اور وہ اکیلے رہ گئے۔

لیکن زندگی پُر سکون تھی ——

تابندہ نے بی۔اے کر لیا تھا —— اور اب وہ چاہتی تھی کہ کہیں نوکری
کر لے —— لیکن خالہ رابعہ ہمیشہ کہا کرتیں ——

دو کانوں کا کرایہ ان دونوں کے لئے کافی ہے۔ خالہ نے تابندہ کو
نوکری نہیں کرنے دی۔ ان کی کوشش تو یہی تھی کہ کوئی اچھا لڑکا ملے تو وہ
تابندہ کا بیاہ کر دیں۔

مگر شاید تابندہ کی قسمت میں ابھی بھٹکنا لکھا تھا ——

غفورا جو خالہ کا سوتیلا بیٹا تھا —— جانے کہاں سے آ نکلا ——

اور سکون درہم برہم ہو گیا ——

غفورا تابندہ کو دیکھ کر لٹو ہو گیا ——

پہلے پہل تو ٹھیک ٹھاک رہا۔ جب دیکھا کہ خالہ رابعہ کسی طرح
بھی اُسے پسند نہیں کرتیں تو کمینگی پر اُتر آیا۔

اور اس مرتبہ تو وہ زبردستی کی دھمکی دے گیا تھا۔

اور اب —— غفورے کی وجہ سے تابندہ کو وہ گھر بھی چھوڑنا
پڑا تھا ——

گاڑی نے اسٹیشن چھوڑا —— تو وہ برتھ پر چادر اوڑھ کر لیٹ گئی —— اور اپنے آپ میں ہمت پیدا کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

سٹیشن سے نکل کر اس نے ٹیکسی لی —— ثریا کے گھر کا پتہ اس کی نوٹ بک میں تھا۔

ٹیکسی والے کو پتہ بتا کر وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

اپنی بے بسی کا خیال کرتے ہوئے اس کے حلق میں کانٹے سے چبھنے لگتے۔

جانے ثریا کیا سوچے گی —— مگر وہ میری بچپن کی سہیلی ہے، مجھ سے بہت محبت کرتی ہے —— میں اُس پہ بوجھ نہیں بنوں گی —— اُس سے ہوں گی کہ وہ مجھے کہیں نوکری دلوا دے —— اور پھر میں خالہ رابعہ کو پنے پاس بُلوالوں گی۔

ثریا اس کی عزیز سہیلی تھی۔

لیکن جانے کیوں وہ ڈری ڈری سی تھی ——

ایک احساس تھا —— جو اُسے رہ رہ کر چرکے لگا رہا تھا۔

ٹیکسی ایک خوبصورت سی کالونی کے اندر داخل ہوئی تو وہ کوٹھی کا نمبر پڑھنے لگی ۔

ثریا کا گھر آسانی سے ہی مل گیا ۔

ایک چھوٹی سی خوبصورت کوٹھی تھی

بیل بجا کر وہ برآمدے میں ہی کھڑی ہو گئی ۔

تھوڑی ہی دیر میں ایک بڑھیا نے دروازہ کھولا ۔

ثریا یہاں رہتی ہیں ——

تابندہ نے پوچھا ۔

جی ہاں —— آئیے ۔

بڑھیا بولی ۔

اس سے کہئیے کہ لاہور سے تابندہ آئی ہے ۔

بڑھیا اندر چلی گئی تو اس نے بکس اور ٹوکری اتار کر ٹیکسی والے کا کرایہ چکایا ۔

اگلے ہی لمحے ثریا دروازے پر تھی ۔

ارے تابی تم —— ثریا اس سے لپٹ گئی ۔

اور تابندہ کی آنکھیں بھر آئیں ——

ثریا اپنے ساتھ لپٹائے ہوئے اندر لے گئی ۔

بڑھیا تابندہ کا بکس اور ٹوکری اٹھائے اندر آ گئی ——

بڑی وہ ہو تم —— اطلاع کیوں نہ دی ۔

ثریا نے گلہ کیا ——

اچانک ہی پروگرام بن گیا ——

تابندہ کی آنکھوں میں افسردگی تھی ۔

سنا کیسی ہے تو —— رابعہ خالہ کا کیا حال ہے ۔

سب کچھ بتاؤں گی —— بہت ساری باتیں ہیں ۔

تابندہ پھیکے سے انداز میں ہنسی ۔

سجاد بھی اب آنے ہی والے ہوں گے —— بہت خوش ہوں گے ۔

اور ہاں اب میں تمہیں جانے نہیں دوں گی —— یہ بات ابھی سے سن لو ——

کہیں جانے کا سوچ کر آئی ہو —— اگر ایسی بات ہے تو یہ خیال دل سے

نکا —— میں پہلے ہی بتا دوں ۔

ہنسی ۔

بی کھانا تیار ہو گیا ——

بڑھیا اندر آ کر بولی ۔

م پلیٹیں میز پر لگاؤ —— سجاد آ جائیں تو اکٹھے ہی کھائیں گے ۔

ثریا بولی ۔

تابندہ ہاتھ منہ دھونے باتھ روم میں چلی گئی ——

اور ثریا سجاد کو فون کرنے لگی ۔

دفتر سے چل پڑے ہیں ——

جب وہ باتھ روم سے نکلی تو ثریا نے کہا۔

بڑی بے تاب ہو ——

اور نہیں تو کیا ——

ثریا ہنسی۔

بہت محبت ہو گئی۔

ہو تو گئی ہے ——

چلو شکر ہے ——

ویسے تابی سجاد تو کمال کے نکلے —— شادی سے پہلے تو اتنے معقول آدمی نہیں لگتے تھے مگر شادی کے بعد تو میرے سارے خیالات پر پانی پھر گیا ——

اب تو ان کے سامنے میں بے وقوف لگتی ہوں۔

ثریا ہنسی ——

تو اور —— بے وقوف ——

تابندہ مسکرا کر بولی۔

سچی —— ایمان سے —— ایسی ایسی دلیلوں اور تقریروں میں اُلجھاتے ہیں کہ بس کیا بتاؤں ——

کہ بحث کے بڑے شوقین ہیں۔

میں تو ہار جاتی ہوں۔

ثریا کے چہرے پر محبت کا نور پھیلا ہوا تھا۔

چلو اچھا ہوا —— تم جیسی مغز خراب لڑکی کسی سے قائل تو ہوئی۔

کوئی ایسی دلچسپی ——

ثریا ہنسی ——

باہر موٹر رکنے کی آواز آئی تو ثریا کا چہرہ دمک اُٹھا۔

لو بھئی آ گئے محترم ——

اور اگلے ہی لمحے سجاد اندر آ گئے ——

سجاد کو تابندہ نے دولھا بنے دیکھا تھا —— اُس کے بعد ملنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔

آداب ——

تابندہ بولی۔

یہ تابندہ ہیں ——

ثریا نے کہا۔

اچھا اچھا —— جن کی تم نے بہت باتیں سنائی ہیں۔ اور ان کی باتیں سن کر ہم جلنے لگے تھے۔

سجاد ہنستے ہوئے بولے۔

بالکل وہی —— اور اب یہ یہاں آئی ہیں یہاں رہیں گی —— اور

آپ کو مزید جلنے کا موقع ملے گا۔

ثریا جلدی سے بولی۔

اچھا — مگر انہیں دیکھ کر ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ان سے نہیں جلیں گے —

سجاد ٹائی کی گرہ ڈھیلی کرتے ہوئے بولے۔

تابندہ مسکرا دی۔

جلدی سے آئیے بہت بھوک لگی ہے۔

ثریا کھانے کے کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

تم دونوں بیٹھو — میں تو کھانا کھا چکا —

سجاد نے شرارت سے ثریا کی طرف دیکھا۔

کیا کہا —

ثریا جلدی سے بولی۔

توبہ بھئی میری مجال — چلو میں آرہا ہوں —

سجاد جلدی سے باتھ روم کی طرف ہو لیا۔

اور ثریا ہنستی ہوئی تابندہ کو ساتھ لئے کھانے کے کمرے میں آگئی۔

دیکھا کتنے عجیب ہیں تمہارے بہنوئی —

ثریا نے کہا۔

ہنساتے رہتے ہیں تمہیں — اور کیا چاہیئے —

جلا جلا کر خود ہی منا لیتے ہیں — پتہ نہیں کیا مزا ملتا ہے — جانتے ہیں نا کہ میں ان کے بغیر کھانا نہیں کھاتی — اسی لئے کہہ رہے تھے کہ مجھے غصہ آئے —

تابندہ نے دیکھا — سجاد اور ثریا دونوں ہی ایک دوسرے سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔

کھانے کے دوران بھی دونوں کی چھیڑ چھاڑ جاری تھی۔

اور اُن دونوں کی باتوں میں وہ ایک لمحے کے لئے اپنے دکھ بھول گئی۔

آج کئی دن بعد وہ ہنسی تھی۔

کئی دن بعد فکر کی بھول بھلیوں سے نکلی تھی۔

کھانے کے بعد سجاد اپنے کمرے میں چلے گئے۔

اور ثریا اسی کے پاس آبیٹھی۔

اپنی اور سجاد کی باتیں سناتی رہی — اس دوران اس نے ایک بار بھی تابندہ سے نہیں پوچھا کہ وہ کیوں اچانک اس کے گھر آئی ہے — ثریا شروع سے ہی تابندہ کی حساس طبیعت سے واقف تھی۔

اور تابندہ کو دیکھتے ہی وہ سمجھ گئی تھی کہ دکھوں سے گھبرائی ہوئی آئی ہے

اسی لئے وہ کوشش کر رہی تھی کہ اُسے اس گھر سے مانوس ہو جانا چاہیئے۔

پھر وہ خود ہی اُسے بتا دے گی۔

پلنگ پر لیٹے لیٹے اس نے سوچا۔

میں کل ثریا سے ضرور کہہ دوں گی کہ میں نوکری کرنا چاہتی ہوں۔

دروازہ کھلا اور ثریا اندر آگئی —— اُس نے شب خوابی کا لباس پہن رکھا تھا۔

وہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئی۔

سوئی نہیں تابی ——

ثریا اُس کے قریب ہی بیٹھ گئی۔

نیند نہیں آرہی —— اور تم اس وقت کیا کر رہی ہو۔

تابندہ نے کہا۔

ہاں سجاد کا دوست آیا ہے۔ وہ اس کے ساتھ ڈرائنگ روم میں ہے۔

اکیلی بور ہو رہی تھی —— سوچا دیکھوں تم سوگئی ہو یا جاگ رہی ہو۔

ثریا نے تابندہ کی طرف دیکھا —— اور پھر جیسے چونک گئی ہو۔

تابندہ کا چہرہ زرد تھا۔ پپوٹے بھاری ہو رہے تھے۔

طبیعت ٹھیک ہے نا تمہاری ——

ثریا کی سیاہ آنکھوں میں خلوص کی چمک تھی۔

بالکل ٹھیک ہوں۔

وہ ہنس دی —— کھوکھلی سی اُجاڑ ہنسی۔

ثریا ——

ثریا کے ہاں آئے اُسے تین دن گزر چکے تھے۔

اِن تین دنوں میں وہ ثریا اور سجاد کے ساتھ گھومتی رہی —— خیالوں میں دنیا بھر کا انتشار لئے ہوئے وہ اُن دونوں کے ساتھ ہوتی —— اور رات کمرے میں جاکر جسم کی لاش کو بستر پہ گرا دیتی۔ وہ ساری ساری رات جاگتی۔

ثریا سے ابھی تک اس نے بات نہیں کی تھی کہ وہ یہاں کیوں آئی ہے۔

آج وہ ان دونوں کے ساتھ فلم دیکھ کر آئی تھی۔ بظاہر تو وہ ان کے ساتھ ہنس رہی تھی لیکن بار بار دل میں ہوک سی اٹھتی۔

کیا بنے گا میرا ——

اس وقت رات کے ساڑھے بارہ بجے تھے۔

نیند آنکھوں سے دُور تھی۔

ایک لمحے بعد تابندہ بولی۔

ہوں ——

میں —— میں —— نوکری کرنا چاہتی ہوں —— اور میں یہاں تمہارے
پاس اسی لئے آئی تھی کہ تم سجاد بھائی سے کہہ کر مجھے کوئی جگہ دلوا دو —— تم
سب کچھ جانتی ہو —— اس لئے میں تم سے کیا کہوں —— خالہ رابعہ کے ہاں
میرا رہنا اب محال ہو گیا تھا —— اسی لئے میں یہاں چلی آئی۔ وہ بے چاری
تو مجھ سے بہت محبت کرتی ہیں۔ اور جانے کس دل سے اس نے مجھے یہاں
بھیجا ہے۔ مگر اب وہ بھی مجبور ہو گئی تھی —— اُس کا سوتیلا بیٹا غفور آ
گیا تھا —— وہ مجھے بہت تنگ کرتا تھا —— اسی لئے میں نے اور خالہ
نے یہی فیصلہ کیا۔

اُس نے رُکے رُکے سے انداز میں کہہ دیا۔

ثریا خاموشی سی سُن رہی تھی۔

کہنے لگی۔

تمہیں نوکری کی کیا ضرورت ہے —— ہم مر گئے تو کر لینا۔

میں جانتی تھی ثریا —— کہ تم یہی کہو گی —— مگر یوں سمجھو کہ میں اپنے
سکون کے لئے یہ سب چاہتی ہوں ——

مگر ——

ثریا زندگی پہلے ہی زہر لگتی ہے —— اور اگر میں یونہی بے کار رہی تو

یہ زہر میری رگوں میں پھیل جائے گا۔ میں کچھ کرنا چاہتی ہوں —— اتنا مصروف
رہنا چاہتی ہوں کہ کچھ سوچنے کا وقت ہی نہ ملے۔

میرے سینے کا بوجھ بہت بھاری ہو چکا ہے —— اتنا بھاری —— کہ
میری سانسیں رکنے لگی ہیں۔

وہ تھکی تھکی سی کہہ رہی تھی ——

اور ثریا کی آنکھوں میں جیسے دھند پھیل رہی تھی۔

کہنے لگی۔

اچھا اب سوچو مت —— کر لینا نوکری بھی —— ابھی تو آئی ہو۔ کسی
وقت سوچیں گے۔

نہیں ثریا —— تم آج ہی سجاد بھائی سے بات کرنا۔

میں جتنے دن بیکار رہوں گی —— بے سکون رہوں گی —— کہیں ٹھکانہ
بن گیا تو شائد تم مجھ میں تبدیلی پاؤ۔

وہ ثریا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے بولی۔

اچھا اچھا —— ہو جائے گا سب —— اب سو جاؤ —— اور سوچو مت۔

اللہ مالک ہے —— خواہ مخواہ پریشان نہیں ہوتے۔

ثریا اُسے تسلی دے کر باہر نکل گئی۔

چونکہ وہ شروع سے ہی تابندہ کو جانتی تھی۔ سکول اور کالج میں بھی

دونوں کا ساتھ رہا تھا ——— دونوں میں بے حد پیار تھا ——— اس لئے وہ تابندہ کی طبیعت کو اچھی طرح سمجھتی تھی ——— تابندہ کے لئے سوچتی ہوئی جب وہ اپنے کمرے میں آئی تو سجاد پلنگ پر لیٹا سگریٹ پی رہا تھا۔

کہاں چلی گئیں تھیں ———

سجاد مسکرایا ———

تابی کے پاس تھی ——— احسن بھائی گئے۔

ثریا گاؤن کے فیتے کھولتی ہوئی بولی۔

ہاں ———

آج آدھی رات کو کیسے آ گئے۔

ثریا گاؤن ایک طرف رکھ کر نائیٹی کے بٹن لگاتے ہوئے بولی۔

بہت پریشان ہے آج کل ———

کیوں ———

ثریا نے اپنے پلنگ پر بیٹھ کر لحاف اپنے اوپر پھیلا لیا۔

دادی کہتی ہے شادی کر لو ——— احسن جس لڑکی کو پسند کرتا ہے وہ کلب ڈانسر ہے ——— اور ظاہر ہے۔ احسن کی دادی کلب ڈانسر کو تو بہو بنانے سے رہیں۔

ہاں وہ تو ان چیزوں کا بہت خیال رکھتی ہیں کہ خاندان میں شامل ہونے والی بھی اونچے خاندان سے ہو۔

ثریا نے کہا۔

یہی تو مسئلہ ہے ——— دادی جو بھی لڑکی پسند کرتی ہیں ——— احسن پسند نہیں کرتا۔

اور اب تو ایک مسئلہ اور پیدا ہو گیا ہے ———

وہ کیا ———

ثریا نے پوچھا۔

احسن جس لڑکی کو پسند کرتا ہے۔ وہ انگلینڈ جا رہی ہے اور احسن چاہتا ہے کہ وہیں جا کر شادی کر لے۔

پھر ———

وہ جانے کو تو تیار ہے مگر دادی اماں نے وصیت کے مطابق اب احسن کا جیب خرچ بہت کم کر دیا ہے۔ کہتیں ہیں کہ وہ جلد از جلد شادی کر کے بہو لائے۔ اور پوری جائیداد کا حقدار بنے۔

تو کیا وصیت میں شادی کے بغیر اُنسے کچھ نہیں مل سکتا۔

ثریا نے پوچھا۔

بالکل ——— احسن کے والد نے یہی وصیت کی تھی کہ جب وقت احسن شادی کر لے۔ اس وقت ساری جائیداد احسن کے نام کر دی جائے۔ احسن کے والد کی جائیداد کے علاوہ دادی اماں اپنے حصے کی جائیداد بھی احسن کے نام ہی کرنا چاہتیں ہیں لیکن شرط صرف شادی ہے۔

سجاد بولا —

اچھا — تو اب کیا سوچا ہے احسن بھائی نے —

ثریا نے پوچھا۔

پریشان ہے بے چارہ —

سجاد جمائی لے کر بولا۔

اللہ ہی رحم کرے —

ثریا مسکرائی — کہنے لگی۔

آپ کا دوست پریشان ہے اور میری سہیلی —

کیا مطلب — ؟

سجاد نے پوچھا۔

تابی کی بات کر رہی ہوں — خواہ مخواہ سوچ سوچ کر ہلکان ہوئی رہتی ہے۔ آج کہہ رہی تھی کہ میں کہیں ملازمت کرنا چاہتی ہوں۔

کیوں —

سجاد جلدی سے بولا۔

کہتی ہے میں تم لوگوں پر بوجھ ہوں۔

ثریا مسکرائی۔

لاحول ولاقوۃ — یہ کیوں سوچنے لگی وہ —

سجاد سنجیدہ سا ہو گیا۔

آپ کو تو پتہ ہے ناکہ تابی بے چاری بچپن سے ہی دکھوں میں گھر گئی تھی — سہارے بنتے اور چھنتے گئے — اسی لئے اب وہ اپنا سہارا خود بننا چاہتی ہے۔ اعتماد جو چھن گیا ہے — ہر وقت بے چین رہتی ہے میں خوب جانتی ہوں اس کی عادتوں کو — ایک خیال ذہن پر سوار ہوتا ہے تو اس سے کبھی پیچھا نہیں چھوٹتا — بس سوچتی رہتی ہے — ہر وقت ڈپریشن — آج میں نے اسے بہت سمجھایا کہ ابھی نوکری وغیرہ کا خیال چھوڑ دو — کچھ دن آرام سے رہو پھر سوچیں گے — مگر کہاں۔ اس کی تو ایک ہی رٹ تھی کہ اگر تم مجھے سکھی اور پرسکون دیکھنا چاہتی ہو تو کہیں نوکری دلوا دو —

میں خود بات کروں گا اس سے —

سجاد نے کہا۔

آپ بھی کہہ لیجیئے گا بات — میں نے تو بہت سمجھایا ہے اسے۔

ثریا بولی۔

تم سمجھاتی بھی تو ٹھیک نہیں —

سجاد شریر سی آنکھوں سے بیوی کی طرف دیکھ کر بولا۔

اچھا —

ثریا چڑ گئی —

اور کیا — پیار سے سمجھایا کرو۔

سجاد مسکرایا۔

ہٹیئے ـــــ آپ کو تو مذاق ہی سوجھتا ہے ہر وقت ثمریا نے آنکھیں بند
کر کے کروٹ بدل لی اور سجاد ہنسنے لگا۔



صبح ناشتے پر ہی سجاد نے بات چھیڑ دی کہنے لگا۔

واہ تابندہ بہن ـــ آپ نے عجیب بات سوچ لی۔

کیا ہوا بھیا ـــ تابندہ چونک کر بولی۔

یہی نوکری والی بات ـــ کمال ہے نا ـــ بھائی بھی کہتی ہو اور نوکری
کا بھی سوچتی ہو ـــ بھائیوں کے ہوتے ہوئے بہنیں نوکری نہیں کیا کرتیں۔

مگر بھیا ـــ

اگر مگر کچھ نہیں وعدہ کرو ـــ آئندہ ایسی کوئی بات نہیں کرو گی۔

مگر بھیا ـــ میری بات تو سنیں ـــ

میں کوئی بات نہیں سنوں گا ـــ پہلے یہ کہہ دو کہ آئندہ ایسی بات
نہیں سوچو گی ـــ پھر ہم آپ کی بات سنیں گے لیکن وہ بات اس موضوع

پر قطعی نہیں ہو گی۔

تابندہ نے ثریا کی طرف دیکھا —— جو مسکرا رہی تھی۔

کہنے لگی۔

میری طرف کیا دیکھتی ہو ——

دیکھ رہی ہوں —— کس فنکاری سے بیٹھی ہو الٹی پلٹی پڑھا کر ——

تابندہ مسکرائی ——

ہاں تو طے ہو گئی نا بات ——

سجاد بولے۔

تابندہ نے بے چارگی سے سجاد کی طرف دیکھا اور بولی۔

کسی وقت سنجیدگی سے سوچیں تو آپ کو ضرور میری بات اچھی لگے گی۔

مگر ابھی میں بالکل سوچنے کے موڈ میں نہیں —— یہ ثریا صاحبہ ہیں جو آپ کی ایسی باتیں سُن لیتی ہیں۔ میں تو سن بھی نہیں سکتا —— اس لئے آپ کو آئندہ یہ بات دل سے نکال دینی چاہیئے —— تمہارا بھائی زندہ ہے سمجھی۔

سجاد نے اسے پیار سے دیکھا۔ اور تابندہ کی آنکھیں بھر آئیں۔

مدت بعد کسی نے بھائی کا پیار دیا تو اس کی چیخ حلق میں پھنس گئی۔

شاید اس کی دلی کیفیت سے سجاد واقف ہو گیا تھا۔ اس لئے جلدی ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

~~~~~~

کچھ دن اور گزر گئے —— ثریا اور سجاد کے خلوص سے بھرے ہوئے۔

اب وہ بھی اُن میں گھل مل گئی تھی۔ ثریا کے ساتھ مل کر گھر کے کام کاج میں بھی حصہ لیتی۔

سجاد دفتر سے آتا تو وہ تینوں مل کر کبھی فلم دیکھ آتے کبھی کسی ہوٹل میں جانے کا پروگرام بنتا۔ مگر پھر بھی وہ خوش نہیں تھی —— اپنی زندگی سے مطمئن نہیں تھی۔

کچھ تھا جو دل میں کہیں چبھتا رہتا —— بیٹھے بیٹھے آپ ہی آپ آنکھوں میں آنسو آ جاتے۔

شاید اپنی محرومی کا احساس تھا۔

یا یہ احساس

کہ یہ ٹھکانہ بھی عارضی ہے —— جانے کب —— کون سے لمحے وہ یہاں
~~~~~~

سے بھی چلی جائے گی ۔

ثریا اور سجاد نے بھی محسوس کیا کہ وہ خوش نہیں ہے اسی لئے وہ کوشش کرتے رہتے کہ وہ کسی طرح یہاں رہنا سیکھ جائے ۔

ساری ہی خوشیاں تھیں ---- سکون تھا ---- مگر دل میں کوئی احساس پھانس بن کر چبھتا رہتا ۔

اور اس روز جس دن اس کا دل بہت ہی بے چین تھا ۔

ثریا کی ساس اچانک ہی حیدر آباد سے آ گئیں ۔ دیکھنے میں وہ بہت ہی حلیم طبیعت معلوم ہوتی تھیں ۔ ثریا تو بدحواس سی اس کی خاطر مدارت میں لگی تھی ۔

سجاد اپنی ماں کا بہت لاڈلا تھا ---- وہ ماں کے ساتھ بہن بھائیوں باتیں کر رہا تھا ۔

ماں سے بھائیوں ان کے بچوں کے بارے میں سوال کر رہا تھا ۔

تابندہ نے وہاں بیٹھنا اس لئے بھی مناسب نہ سمجھا ۔

اپنے کمرے میں آ کر اسے لگا جیسے ثریا کی ساس کی آنکھیں اب تک اس کے چہرے میں گڑی ہیں ۔

ثریا نے جب اس سے اپنی ساس کا تعارف کروایا تھا ---- ثریا کی اس کے چہرے پر بکھری ہوئی تھی ---- کتنے پیار ---- کتنی محبت سے اس کہا تھا ---- ماں جی ---- یہ میری بہت پیاری سہیلی تابندہ ہیں ۔ لاہور سے

ہے ۔

تو ماں نے فوراً ہی کہا تھا ---- اکیلی آئی ہے ۔

جی ---- ثریا سہم گئی تھی ۔

عجیب ماں باپ ہیں جوان جہان لڑکیوں کو بیگانے گھر اکیلا ہی بھیج دیتے ہیں ۔ ادھر ہم ہیں کہ لڑکیاں تو خیر الگ بات ہے لڑکے اکیلے نہیں بھیجتے تھے کبھی پوچھ لو سجاد سے ---- ایک مرتبہ انہوں نے اتنی ضد کی کہ دوست کے ہاں شادی پر چلے جائیں ---- مگر رات کی اجازت ہم نے اولاد کو کبھی نہیں دی ۔

اور ----

یہ بات جانے کتنی لمبی چلتی ۔ ثریا نے کوئی اور بات شروع کر دی ---- اور تابندہ کچھ دیر یونہی ادھر ادھر کی باتیں کر کے وہاں سے ہٹ آئی تھی ۔

اس کے لئے یہ کوئی نیا حادثہ یا نئی بات نہ تھی ---- اس لئے اس کا چہرہ سپاٹ تھا ۔

ایسی باتیں تو وہ سنتی چلی آئی تھی ۔ یہ تو بہت معمولی بات تھی ---- لیکن اتنا اس نے ضرور سوچا کہ اب اس گھر میں وہ زیادہ دیر نہیں رہ سکے گی ---- مگر ایک دم چلے جانا بھی عجیب سا لگتا تھا ---- خواہ مخواہ جھگڑا کروانے کی بات تھی ۔

اس لئے وہ یہ غم بھی پی گئی ۔

وہ بیٹھی خلاؤں میں دیکھ رہی تھی ---- کہ ثریا آ گئی اس نے اپنی ساس

کی بات کا گہرا اثر لیا تھا۔

آتے ہی کہنے لگی۔

تابی —— ماں جی کی بات کا بُرا مان گئی ہو۔

نہیں تو —— تابندہ مسکرا کر بولی۔

اصل میں انہیں ابھی کچھ پتہ نہیں نا —— دیکھ لینا جب حالات سے

آگاہ ہوں گی تو تم سے کتنی محبت کرتی ہیں —— بڑی حلیم طبیعت اور محبت

کرنے والی ہیں۔

ثریا اُس کے گلے میں باہیں ڈال کر بولی۔

میں نے بُرا نہیں مانا ثریا —— وہ بے چاری تو واقعی بے خبر ہیں۔

اگر میرے ماں باپ ہوتے تو شائد میں یہاں نہ ہوتی —— انہوں نے جو کچھ

کہا سچ ہی تو کہا —— ایسی تو کوئی بات نہیں۔

وہ اپنا درد چھپا گئی ——

اچھا چلو پھر کھانا کھا لو ——

ثریا نے کہا۔

تم جاؤ میں آتی ہوں ——

ثریا بھی جن وسوسوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ان کو سنبھا

کمرے سے باہر نکل گئی۔

اور وہ چپ سی بنی کھانے کی میز پر جا بیٹھی۔ ماں جی نے اُسے کوئی لفٹ

نہیں دی۔

بیٹے اور بہو کے ساتھ باتیں کرتی رہیں۔

ثریا کبھی کبھار کوئی بات تابندہ کے ساتھ کر لیتی ——

اور وہ چپ چاپ بیٹھی نوالے توڑتی رہی۔

سجاد بھی ڈرا سہما بیٹھا تھا۔

ماں جی کا رعب سب سے زیادہ تابندہ پر تھا۔

اے دلہن —— تم تو بالکل پاگل ہو۔

ماں جی پان کا ٹکڑا منہ میں دباتی ہوئی بولیں۔

کیوں ماں جی ——

ثریا جو ان کے سر میں تیل ڈال رہی تھی۔ ہاتھ روک کر بولی۔

اے یہ سہیلیاں یوں گھر میں نہیں رکھا کرتے —— ماشاء اللہ جوان
مرد ہے گھر میں ——

رضیہ کا پتہ ہے نا —— پہلے سہیلی بن کر آئی تھی۔ اور پھر سوکن بن
گئی آپا کی۔

ثریا کو بات تو بہت بری لگی۔ کوئی اور ہوتا تو جانے وہ غصے میں
کیا کرتی مگر رشتہ بڑا نازک تھا۔ اس لئے برداشت کرنا پڑا۔
کہنے لگی۔

"تابندہ بہت شریف لڑکی ہے —— میں اسے بہت اچھی طرح جانتی
ہوں۔

سب اچھی ہوتی ہیں —— پہلے بہت میٹھی میٹھی باتیں کرتی تھی رضیہ بھی۔
کیا مجال کہ آپا کے بغیر کھانا کھائے۔ دن رات خدمت کرتی رہتی تھی ——
اور آپا بھی یوں سمجھتی تھی جیسے رضیہ کے بغیر وہ مر جائے گی —— مگر جو حشر ہم
نے دیکھا —— توبہ توبہ —— اب وہ رضیہ موئی پلنگ پر بیٹھی رہتی ہے —— اور
آپا اس کی خدمت میں لگی رہتی ہیں۔ توبہ توبہ —— اللہ دشمن کو یہ دن نہ دکھائے
میں تو بیٹی تمہارے بھلے کو کہتی ہوں —— بہت سوچ سمجھ کر رہنا چاہیئے ——
تم ابھی کم عمر ہو —— ایسی باتوں کو نہیں سمجھتی ——
سجاد نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے کہ یہ لڑکی دنیا میں اکیلی ہے —— کوئی والی
وارث نہیں —— اور اب یہ یہیں رہے گی ——
میرا تو کلیجہ کانپ گیا ——

ثریا کو ان کی باتوں سے بے حد تکلیف ہو رہی تھی مگر جی کڑا کر کے سن
رہی تھی۔

میری بات آج تو تمہیں بری لگی —— مگر بعد میں پچھتاؤ گی ——
عمر بیت گئی —— ایسے کئی واقعات دیکھے ہیں میں نے —— تم اس سے صاف
کہہ دو —— کہ اپنا ٹھکانہ کرلے۔

ماں جی بولے جا رہی تھیں۔

اور ثریا سے سننا محال ہو رہا تھا۔

کہنے لگی۔

وہ بڑی دکھی ہو کر آئی ہے، ماں جی —— ابھی کچھ دن تو میں اسے کچھ بھی نہیں کہہ سکتی اور وہ تو بے چاری خود کہہ رہی تھی کہ کہیں نوکری کروا دو۔ تمہارے اور سجاد نے ہی منع کر دیا ہے —— وہ ایسی لڑکی بالکل نہیں ہے

ثریا اپنا غصہ دبائے بولی۔

تم نے کیوں منع کر دیا —— جانے دو —— کہیں نوکری مل جائے تو اچھا ہی ہے —— تم بھی سکھی اور وہ بھی اطمینان سے رہے گی۔

ماں نے جب دیکھا کہ بہو پہ اس کی باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوا تو ذرا نرم پڑ گئیں ——

ثریا تیل کی شیشی لے کر باہر نکلی تو اس نے دیکھا تابندہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف جا رہی ہے۔

وہ دہل گئی ——

اللہ کرے یہ گفتگو تابندہ نے نہ سنی ہو۔

اور یوں ——

اس نے کمرے [illegible] ہی چھوڑ دیا —— کھانے اور چائے پر ملاقات ہوتی —— تو ماں جی کوئی نہ کوئی بات سنا دیتی —— اور جواب میں اس کی آنکھیں بھر آتیں —— سجاد اور ثریا بھی محسوس کر رہے تھے —— مگر ماں کو کچھ کہہ نہ سکتے تھے۔

مگر آج تو ماں جی نے حد کر دی۔

آج تو انہوں نے سجاد اور ثریا کے سامنے ہی کہہ دیا۔

ہوا یوں کہ صبح سے تابندہ کو بخار تھا۔ وہ بستر پہ پڑی تھی کہ ماں جی نے بلا بھیجا ——

سجاد اور ثریا بھی بیٹھے تھے ——

تابندہ کا چہرہ لال ہو رہا تھا۔ مگر وہ مسکراتی ہوئی آئی اور کہنے لگی۔

آپ نے مجھے بلایا تھا ماں جی ——

ہاں —— میں کہنا چاہ رہی تھی کہ میرے کچھ کپڑے ہیں وہ ذرا دھو
ڈالو ——

ماں جی نے خشک اور کھردرے لہجے میں کہا۔

جی بہتر ——

تابندہ نے نہایت ہی سعادت مندی سے کپڑوں کا گٹھڑ اٹھایا

مگر تمہیں تو بخار ہے تابی —— رہنے دو ——

میں دھوبی کے ہاں بھجوا دیتی ہوں ——

ثریا جلدی سے بولی۔

نہ دلہن —— یہ کپڑے دھوبی کے ہاں بھیجنے والے نہیں ہیں
بٹن توڑ دیتے ہیں اور رنگ بھی اڑ جاتا ہے کپڑوں کا —— بس تو بس گھر
میں ہی دھلواتی ہوں ——

ماں جی فوراً بولیں۔

تو ٹھیک ہے ثریا دھو ڈالے گی —— تابندہ بہن کی طبیعت خراب
ہے۔

سجاد نے کہا۔

ایسی تو کوئی طبیعت خراب نہیں معلوم ہوتی —— سارا دن آرام
ہی کرتی رہتی ہیں نا —— بیکاری جو ہوئی —— کھایا پیا اور سو گئے ——

بے فکری کی نیند ——

ماں جی ہنس کر بولیں۔

اور تابندہ کپڑوں کا گٹھڑ اٹھا کر خاموشی سے باہر نکل گئی۔

اس کے جانے کے بعد سجاد سے یہ برداشت نہ ہو سکا۔

کہنے لگا۔

ماں جی —— تابندہ ثریا کی سہیلی ہے —— آپ کو ایسا نہیں کہنا چاہیئے
تھا۔

اے لو —— تم کیوں طرفداری کرتے ہو —— کرے نہ کرے دلہن
تم کیوں بولتے ہو۔

ماں جی نے فوراً معنی خیز نظروں سے ثریا کی طرف دیکھا —— اور
ثریا تو پہلے ہی بھری بیٹھی تھی۔ آنکھیں چھلک آئیں۔

اے لو —— میں نے کیا کہہ دیا دلہن —— تم بھی رونے بیٹھ گئیں
منع کر دو اسے مت دھوئے کپڑے —— میں خود ہی دھلوالوں گی۔

ماں جی بولتی رہیں ——

لیکن ثریا کمرے سے باہر نکل آئی اور سیدھی تابندہ کے پاس پہنچی جو
ضبط کی تصویر بنی کپڑے پانی میں بھگو رہی تھی۔

چھوڑ دو تابی ——

ثریا غصے سے بولی۔

کیوں ثریا ——

رہنے دو —— تم چلو آرام کرو —— میں تمہارے لئے چائے بنواتی

ہیں بولتی کچھ نہیں تو نہیں خیال نہیں آتا —— خواہ مخواہ ایک بات کے

پڑی ہیں۔

ثریا کی آنکھیں اب تک بھیگی ہوئی تھیں۔

ثریا تم بالکل پگلی ہو —— ارے کیا ہوا —— بزرگوں کی بات کا

نہیں ماننا چاہیئے۔

میں نے تو محسوس نہیں کیا۔

تابندہ پھیکے سے انداز میں ہنسی۔

میں تجھے اچھی طرح جانتی ہوں۔

ثریا سنجیدہ تھی۔

کیا جانتی ہے تو ——

تابندہ ہنسی ——

—— بات ہی انہوں نے عجیب کہی تھی —— مجھے برا لگا ——

سجاد کو برا لگا —— اور تجھے نہیں لگا —— تو پتھر کی بنی ہے نا ——

ثریا آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔

تابندہ نے اپنا درد چھپاتے اسے گلے سے لگا لیا —— کتنی پیاری

تھی —— کتنا چاہتی تھی اسے ——

کہنے لگی ——

دیکھ ثریا —— میں اتنی اہم نہیں کہ تو میرے لئے اپنے گھر میں کوئی

رنجش پیدا کرے —— ماں جی نے بالکل سچ کہا —— مجھے کچھ کرنا چاہیئے۔

اور ثریا —— خدا کے لئے سجاد بھائی کو سمجھاؤ —— وہ مجھے کہیں سروس دلوا

دیں۔ تو تیری قسم ثریا ایک بہت بڑا بوجھ ختم ہو جائے گا —— میرا

اس میں ہے —— پلیز ——

نہیں —— میں تمہیں نوکری نہیں کرنے دوں گی۔

ثریا بولی۔

اللہ قسم اس لئے نوکری نہیں کرنا چاہتی کہ ماں جی نے کہا ہے ——

میں تو —— تمہیں کیسے بتاؤں کہ ایک ایک لمحہ مجھ پر کتنا بھاری گزرتا ہے۔

ثریا مان جاؤ —— مجھ پر تمہارا بڑا احسان ہوگا اور پھر میں رابعہ خالہ

کو بھی تو بلوانا چاہتی ہوں —— یہاں رہی تو یہ بھی نہ کر سکوں گی۔

ثریا خاموش خاموش اس کے چہرے کو تک رہی تھی۔

میں تیرے پاس اسی لئے آئی تھی کہ تجھ سے مدد لے کر کوئی کام کر سکوں

سچ تو یہ ہے ثریا اگر مجھے پتہ ہوتا کہ سجاد بھائی کا اور تیرا خلوص یوں

مجھے جکڑ لے گا تو کبھی نہ آتی۔

اچھا —— ثریا نے شاکی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ اور کہا۔

تجھ سے ملنے کے لئے آئی اور چلی جاتی۔

تابندہ مسکرا کر بولی ۔

اچھا اٹھو ——— چھوڑو یہ کپڑے ——— آرام کرو ۔

ثریا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا ۔

ابھی دُھل جاتے ہیں ثریا ———

تابندہ ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولی ۔

اب اٹھ جا ——— میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں ۔

ماں جی کی بات مجھے بہت بُری لگی ہے ۔

ثریا جھلائی ہوئی تھی ——— تابندہ اس کے ساتھ ہی چل دی ۔

ثریا نے اُسے بستر میں زبردستی لٹایا اور خود اُس کے لئے چائے بنانے

چلی گئی ۔

اور تب ———

سجاد اور ثریا نے اُسے ملازمت کی اجازت دے دی ——— وہ صبح

ہی اخبار کے تراشے لئے باہر نکل جاتی ۔

مختلف دفتروں سکولوں کی خاک چھانتے ہوئے اُسے ایک ماہ ہو گیا

تھا ——— مگر نوکری کا کہیں پتہ نہ تھا ۔ کسی کے معیار پر وہ خود پوری نہ اترتی

اور کوئی جگہ وہ اپنے لئے ناموزوں سمجھتی ——— سجاد بھی اُسے دو ایک

جگہ لے گیا ۔ مگر ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ۔

ہر صبح ایک اُمید لے کر باہر نکلتی ۔ اور شام کو مایوسی میں ڈوبی ہوئی گھر

داخل ہوتی ۔

اور پھر ماں جی کا سوالیہ چہرہ اس کے لئے عذاب بن کر رہ گیا تھا ۔

اسے ایسا لگتا جیسے ماں جی کی نظریں اُسے کہہ رہی ہوں ۔

ابھی کتنا عرصہ اور رہو گی اس گھر میں ———

ثریا کی تسلیاں نہ ہوتیں تو شاید وہ گھٹ کر مر جاتی ۔

ہر طرف ناکامی ——— ہر طرف مایوسی ———

چند ہی دنوں میں وہ پیلی زرد ہو گئی تھی ۔

مگر ثریا بنی زندگی کو گھسیٹ رہی تھی —— خالہ رابعہ کو خط لکھا تھا —— اُس کا جواب بھی خاصا پریشان کن تھا —— غفورے نے خالہ رابعہ کی زندگی تلخ کی ہوئی تھی ۔ اور وہ اُسے ڈھونڈنے کی فکر میں تھا خالہ نے لکھا تھا کہ وہ گھر سے باہر نہ نکلا کرے ۔ اور اپنی اچھی طرح حفاظت کرے ۔ کیونکہ غفورے کا کہنا ہے کہ کب تک چھپے گی ۔ ایک نہ ایک دن ڈھونڈ لوں گا اسے —— مجھ سے بچ کر کہاں جائے گی ۔

اس خط نے اسے خوف میں مبتلا کر دیا ۔

مگر یہ سب کچھ وہ چھپا گئی —— ثریا کو بتا کر وہ اُسے پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی —— پہلے ہی وہ اُس کے لئے پریشان تھی ۔ معاملہ اُس کے سسرال کا تھا ۔ اس لئے خاموش تھی ۔ اپنی عزیز سہیلی کے لئے کچھ بھی تو نہ کر سکتی تھی ۔

آج تابندہ بڑی اُمید کے ساتھ گئی تھی لیکن جب لوٹی تو بہت پریشان تھی ۔

ہوا یوں کہ ایک انڈسٹریل ہوم میں ایک خاتون کی ضرورت تھی جو انڈسٹریل ہوم کی بنی ہوئی دستکاری اچھی طرح سیل کروا سکے ۔

اس نے سوچا تھا —— یہ نوکری کیسی بھی ہوئی وہ ضرور کر لے گی ۔

اور جب وہ وہاں پہنچی تو کام کی تفصیل سن کر واپس لوٹ آئی ۔

کام ایسا تھا کہ اسے یہ چیزیں لے کر ایک دوکان سجا کر بیٹھنا تھا —— انڈسٹریل ہوم والے خاتون کو اس لئے دوکان پر بٹھانا چاہتے تھے کہ چیزوں کی سیل زیادہ ہو ۔

اور یہ کام اس کے بس کا نہیں تھا ۔

تھکی تھکی سی واپس آ رہی تھی کہ اُس نے دیکھا غفورا ایک تانگے میں بیٹھا چلا جا رہا ہے اُس کے ساتھ اُسی جیسے دو آدمی بھی ہیں ۔

غفورے کو دیکھ کر اس کی جان ہی تو نکل گئی ۔

اُس نے جلدی سے ایک دوکان میں پناہ لی —— اور جب غفورے کا تانگہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تب وہ چھپتی چھپاتی گھر پہنچی تھی ۔

تو غفورا یہاں بھی آن پہنچا —— اب تو میں اس کے ڈر سے باہر بھی نہیں نکل سکتی ۔

جب وہ گھر پہنچی —— تو ماں جی کہیں گئی ہوئی تھیں ۔

ثریا گھر میں ہی تھی ——

سجاد کا کوئی دوست آیا ہوا تھا —— وہ ڈرائننگ روم میں اس کے ساتھ تھا ۔

پیلا پیلا چہرہ —— تھکا تھکا سا وجود لئے وہ ثریا کے سامنے ہی بیٹھ گئی ——

کام نہ ملا تابی ——

ثریا اُس کی طرف غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔

تب ——

دل کا درد ٹیس جیسی چبھن بن کر اُس کے بے حد حساس وجو

تڑپا گیا ——

کہنے لگی۔

کچھ نہیں ہوا ——

تو گھبرا کیوں رہی ہو —— ایسی کیا مصیبت آ گئی ہے تابی

اطمینان سے ہو جائے گا سب کچھ تم نے تو سر پر سوار کر لیا —— ا

بات کو ——

میرے لئے مایوسی کے اندھیروں کے سوا اور کچھ نہیں ثریا —— ا

ہر خواہش دم توڑ گئی ہے —— ہمت مر گئی ہے ثریا —— جانے کب

بھٹکتی رہوں گی۔

تابندہ نے تھک کر سر کرسی کے ہتھے پر ٹکا دیا۔

حوصلہ رکھو —— گھبرایا نہیں کرتے۔ اللہ مالک ہے۔ ماں جی کی طبیع

ذرا اسی طرح کی ہے۔ تم ان کی باتیں محسوس نہ کیا کرو —— میں سب سمجھ

ہوں کہ وہ خواہ مخواہ ہی تمہارے پیچھے پڑ گئی ہیں۔ اب کیا کروں رشتہ

ایسا ہے۔ کچھ بول ہی نہیں سکتی۔

ثریا نے جو بات دل میں رکھی ہوئی تھی آج کہہ ڈالی۔

جانتی ہوں ثریا —— اور تم کچھ بولنا بھی مت —— سوچتی ہوں تمہارے

لئے بھی میں پریشانی بنی ہوئی ہوں —— معلوم نہیں کب کوئی ٹھکانہ ملے گا۔

اچھا اب سوچو مت —— تھکی ہوئی آئی ہو آرام کرو —— میں تمہارے

لئے چائے بنواتی ہوں۔

ثریا باہر جانے والی تھی کہ سجاد آ گئے۔

کہنے لگے۔

احسن آیا ہے ——

اچھا میں سمجھی کوئی اور ہے ——

ثریا نے کہا۔

میں نے تابندہ بہن کے لئے کہا ہے اُس سے ——

پھر ——

ثریا نے پوچھا۔

اس نے آفس میں کوئی جگہ تو خالی نہیں ہے مگر وہ کہتا ہے کہ دو چار

دنوں میں ضرور کچھ کر دے گا۔

سجاد نے کہا۔

کیا ہوا احسن بھائی کا ——

ثریا مسکرائی۔

آج کل ڈپریشن زیادہ ہے۔ دادی اماں احسن کی شادی کرنے پر بضد

ہیں۔ اور احسن صاحب کا جیب خرچ بھی بند کر دیا ہے۔

سجاد نے کہا۔

احسن مان کیوں نہیں جاتے۔

ثریا نے کہا۔

ناممکن ہے — احسن راحت سے بہت سیریس ہے —

احسن کی دادی کو میں اچھی طرح جانتی ہوں — جو کہتی ہیں ہمیشہ کرتی

ہیں۔ احسن بھائی کو ان کی بات ماننا ہی پڑے گی۔

ثریا بولی۔

وہ بھی اپنی بات پہ اڑا بیٹھا ہے کہ شادی کروں گا تو راحت سے

کسی سے نہیں۔

دونوں میاں بیوی احسن کی باتیں کر رہے تھے — اور تابندہ

بیٹھی تھی۔

بس تو پھر ہو چکی شادی —

ثریا مسکرائی۔

میں تو کہتا ہوں کوئی جھوٹ موٹ کی شادی کر لو دادی کو خوش کرنے

کے لئے —

سجاد کی بات پر ثریا حیرت سے اس کا منہ دیکھنے لگی۔

اور کیا — یہی ایک حل ہے۔ ایک شادی دادی کی مرضی سے

ایک اپنی مرضی سے —

یہ تو زیادتی ہے —

ثریا فوراً بولی۔

کیوں زیادتی ہے — سجاد بولے۔

اُس بے چاری کے ساتھ تو زیادتی ہے نا — جس کو دادی اپنی مرضی

سے بیاہ کر لائے گی — بس بے چاری کی شادی دادی سے ہو گی کیا ؟

یہ تو ہو گا — زیادتی کسی کے ساتھ تو ضرور ہو گی تب ہی مسئلہ حل

ہو سکتا ہے۔

آپ ایسا مشورہ نہ دیجئے گا۔

ثریا نے کہا۔

میں نے کیا مشورہ دینا ہے — وہ تو خود دنیا جہاں کی ترکیبیں سوچتا

رہتا ہے — آج کل پیسے کی وجہ سے بھی پریشان ہے — دفتر کا حساب

کتاب بھی رفیق صاحب کے پاس رہتا ہے اور رفیق صاحب ٹھہرے ایماندار

اور اصول پرست آدمی — احسن جو کچھ بھی کہے مجال ہے جو ایک پائی دے۔

بس تو پھر راحت کا خیال چھوڑ دے — یہی اُس کے لئے بہتر ہے۔

ثریا نے کہا۔

یہ تو کبھی نہیں ہو سکتا — کہتے ہوئے سجاد باہر نکل گیا۔

اور ثریا چائے بھجوانے کے لئے کچن کی طرف چلی گئی۔

تابندہ ——— میری ایک بات سنتی جاؤ ———

اماں جی نے ناشتے سے فارغ ہوتے ہی ہانک لگائی۔

تابندہ اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھی ——— اماں جی کی آواز سن کر
اور ان کے قریب آکر بولی۔

جی ———

بیٹھو ———

فرمایئے ———

تابندہ کی روح تو آواز سن کر ہی لرز گئی تھی۔ ان کے لہجے میں روکھائی
دیکھ کر وہ اندر ہی اندر کانپ رہی تھی۔

بہت دنوں سے سوچ رہی ہوں کہ تمہیں سمجھاؤں۔ پھر یہی سوچ
رہ گئی کہ تم خود سمجھدار ہو سمجھ جاؤ گی ——— مگر ——— آج مجھے کہنا پڑے گا

تابندہ کی آنکھوں میں دھواں پھیلنے لگا ——— اسے کچھ کچھ اندازہ تھا
کہ اماں جی کیا کہنے والی ہیں۔

میں تم سے یہ کہنا چاہتی تھی کہ آخر کب تک یوں کسی کے دروازے
پر پڑی رہو گی ——— اب وہ لوگ تو مارے مروّت کے کچھ کہتے نہیں لیکن دل
میں تو ضرور سوچتے ہوں گے۔ مہنگائی کا زمانہ ——— ویسے بھی بوجھ پڑتا ہے
اور دوسرے وہ بیچارے اب کیا کہیں جوان جہان ہیں۔ یہ ہی ان کے گھومنے
کے دن ہیں۔ تمہاری وجہ سے سجاد ثریا کو بھی کہیں نہیں لے جا سکتے ———
میری بات غور سے سنو اور سمجھو ——— انسان اپنا بوجھ خود ہی اٹھائے تو
اچھی بات ہے ——— کل کو تمہاری وجہ سے اس گھر میں جھگڑا بڑھے گا ———
یہ بات مجھ سے لکھوا لو تمہارا یہ پیار محبت زیادہ دن نہیں چلے گا۔
کہیں نوکری تلاش کرو ——— جیسی بھی نوکری ملے کر لو اور کسی ہوسٹل وغیرہ
میں رہنے کا بندوبست کر لو۔

اماں جی ——— بظاہر ہمدردی سے کہہ رہی تھیں۔ لیکن ان کی ایک ایک
بات تیر بن بن کر تابندہ کا کلیجہ چھلنی کئے جا رہی تھی۔

یہ درد ——— آنکھوں کی جلن ——— آنکھوں سے ——— نکلے ہوئے آنسو
اس نے چھپائے۔ اور بڑے سکون سے بولی۔

میں دو ایک روز میں ضرور چلی جاؤں گی ———

اماں جی نے مزید کچھ کہنے کے لئے لب ہلائے لیکن تابندہ کے لئے وہاں

ٹھہرنا مشکل ہو گیا تھا۔ تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئی
دماغ ماؤف ہو رہا تھا ـــــ سوچنے سمجھنے کی ساری طاقت چھن چکی
جیسے ـــــ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے پلنگ پر بیٹھ گئی۔

چاہتی تھی کہ کچھ سوچے ـــــ کہیں جائے ـــــ کسی دفتر میں ماتھ
رگڑے ـــــ کسی سکول میں کوشش کرے۔

مگر کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

کئی طرح کے چہرے تھے جو اس کی آنکھوں کے سامنے غلط ملط
ہونے جا رہے تھے۔

اماں جی ـــــ غفورا ـــــ خالہ رابعہ ـــــ ثریا ـ سجاد ـــــ

جانے کب تک وہ اس کشمکش سے دوچار رہتی کہ ثریا آ گئی ـــــ

تابی آج تمہیں احسن کے دفتر جانا ہے سجاد یہ کارڈ دے گئے تھے
کہتے تھے وہ وہاں بارہ بجے پہنچ جائیں گے ـــــ تم بھی پہنچ جانا ـــــ

ثریا نے اسے کارڈ دیا۔

ثریا کو ماں جی والی گفتگو کا علم نہیں تھا ـــــ اور نہ ہی تابند
بتانا چاہتی تھی۔

کہنے لگی ـــــ

میں تیار ہو جاؤں ـــــ گیارہ بج گئے ـــــ

ہاں ہاں تم تیار ہو جاؤ ـــــ اور یہ پیسے رکھ لو ـــــ ثریا نے دا

دس کے دو نوٹ نکالے ـــــ

نہیں ثریا ـــــ

ارے رکھ لو ـــــ ٹیکسی رکشہ کے لئے ـــــ

مگر ثریا ـــــ

چھوڑو بھی ـــــ مجھے بھی غیر سمجھ لیا۔

ثریا ہنسی اور نوٹ پلنگ پر رکھ کر باہر نکل گئی۔

اس نے ایک نظر ثریا کو دیکھا ـــــ جو اس کی اپنی سی تھی ـــــ اور
الماری سے کپڑے نکالنے لگی۔

کپڑے بدل کر بالوں میں برش کیا ـــــ اور پرس پکڑ کر تیزی سے
باہر نکل آئی۔

دل میں امیدیں لئے ـــــ

گلی کے موڑ پر ہی اسے رکشہ مل گیا ـــــ کارڈ نکال کر اس نے رکشہ
والے کو پتہ بتایا ـــــ

رکشہ تیزی سے سڑکیں پار کر رہا تھا۔
اور اس کے کانوں میں اماں جی کی آوازیں گونج رہی تھیں۔

تب اس نے صدق دل سے دعا کی ـــــ

الٰہی خیر کہیں ٹھکانہ بن جائے۔ میں بھی تیرا پیدا کیا ہوا انسان ہوں۔
معبود میں تھک گئی ہوں ـــــ بہت جواب دے گئی ہے۔

اب ـــ یا تو مجھے اٹھا لے ـــ اور یا پھر عزت سے زندگی بسر کرنے کا سبب پیدا کر دے۔

الٰہی جی ـــ

رکشہ کب سے، احسن کے بزنس ہاؤس آفس کے سامنے کھڑا تھا ـــ

اور وہ پتھر بنی بیٹھی تھی۔

اں ـــ ہاں دفتر آگیا۔

جی ہاں ـــ رکشہ والا مسکرایا۔

اچھا ـــ اس نے کرایہ چکایا۔ اور نیچے اتر آئی۔

دھڑکتے دل کے ساتھ آفس میں قدم رکھا۔ جانے یہاں سے واپس سرخرو ہو کر جاؤں گی یا مایوسی میں ڈوبی ہوئی ـــ

کسی سے ملنا ہے آپ کو ـــ؟

چپراسی نے اُسے حیران پریشان دیکھ کر پوچھا۔

احسن صاحب کو ـــ

تابندہ نے کہا ـــ

یہ لفٹ ہے اوپر چلی جایئے ـــ چھٹی منزل پہ ان کا کمرہ ہے۔

چپراسی نے اُسے لفٹ کا راستہ بتا دیا۔

لفٹ مین نے اُسے چھٹی منزل پہ اتار دیا۔

جھجھکتی ہوئی وہ احسن کے کمرے کی طرف بڑھی۔

یہ ایک عالی شان کمرہ تھا۔

پوری گیلری سرخ قالین سے ڈھکی ہوئی تھی۔

چپراسی نے دروازہ کھول دیا۔

اُس نے دیکھا۔ سامنے احسن بیٹھا تھا۔

احسن کی باتیں تو اُس نے بہت سنی تھیں لیکن دیکھنے کا اتفاق آج ہی ہوا تھا۔

اخلاقاً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

آیئے تشریف لایئے ـــ آپ غالباً مس تابندہ ہیں۔

جی ـــ آداب ـــ

تابندہ نے ماتھے پہ ہاتھ کا ہلکا سا اشارہ کیا۔

تشریف رکھیئے ـــ

احسن خوش دلی سے بولا۔

تابندہ ایک طرف ہلکے نارنجی رنگ کے صوفے پہ بیٹھ گئی۔

احسن کوئی فون ریسیو کر رہا تھا۔

اور وہ سوچ رہی تھی۔

اتنا شاندار آدمی ـــ اور بے چارہ کس مصیبت میں پھنسا ہے

دادی کی وجہ سے اپنی پسند کی شادی بھی نہیں کر سکتا۔

آپ کیا پئیں گی ـــ

احسن نے ریسیور رکھ کر پوچھا۔

جی کچھ نہیں شکریہ ——

نہیں نہیں کچھ تو ہو جائے —— میرے خیال میں چائے پی لیں گی؟

وہ گھنٹی پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

تابندہ خاموش رہی۔

چپراسی آیا —— اس نے چائے لانے کو کہا۔ چپراسی سر جھکا کر چلا گیا تو وہ کہنے لگا۔

سجاد کا فون آیا تھا —— وہ آنے ہی والا ہے۔

میں شاید کچھ پہلے ہی آ گئی ——

وہ آہستہ سے بولی۔

نہیں تو —— احسن نے گھڑی دیکھی اور بولا۔

آپ ٹھیک ٹائم پر آئی ہیں سجاد لیٹ ہے ——

آپ سے سجاد بھائی نے میرے بارے میں بات کی تھی۔

تابندہ آہستہ سے بولی۔

جی ہاں —— اس نے بات کی تھی —— میں نے ایک دو جگہ فون کئے —— مگر کوئی بات بن نہیں سکی۔

احسن آہستہ سے بولا۔

تابندہ کا چہرہ ایک دم بجھ سا گیا ——

اس کے چہرے کا پھیکا پن احسن نے بھی دیکھا۔

آنکھوں میں چھلکتا ہوا سیلاب تھا جو ایک دم امڈ آیا ——

مجبوری ——

بے بسی ——

مایوسی ——

اور یاس میں ڈوبا ہوا چہرہ دیکھ کر ایک لمحے کو وہ کھو سا گیا —— کرب کی ایک لہر اس کے پورے وجود میں دوڑ گئی۔

تو —— میں جاؤں ——

تابندہ ضبط کرتے ہوئے بولی۔

سجاد کو آنے دیجئے ——

احسن جلدی سے بولا۔

جب کوئی بات نہیں بنی تو سجاد بھائی کیا کر لیں گے ——

وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

ایک منٹ بیٹھئے ——

احسن اس کے لئے کچھ کرنا چاہتا تھا —— اس نے فون پر نمبر ڈائیل کئے۔

اسی لمحے سجاد آ گئے ——

آ گئیں آپ تابندہ بہن ——

جی ——

تابندہ آہستہ سے بولی۔

ذرا میرے پاس آیئے رفیق صاحب ——

احسن نے فون پر کہا —— اور سجاد کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا۔

کہنے لگا۔

آدھ گھنٹہ لیٹ ہو شہزادے ——

ہاں یار آفس سے نکلتے دیر ہو گئی اور بیٹھے بٹھائے ایک مصیب

اور آگئی ——

سجاد کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا ——

خیریت ——

احسن نے پوچھا۔

تبادلہ ہو گیا میرا ——

تابندہ نے چونک کر دیکھا۔

ارے —— کہاں ——

احسن نے پوچھا ——

پشاور ——

ادھر —— رک سکتا ہے —— کیا ——

احسن نے پوچھا۔

رکوانے میں اپنا ہی نقصان ہے —— ترقی پر جا رہا ہوں۔

سجاد نے کہا۔

وہ دونوں باتیں کر رہے تھے۔ اور تابندہ کو یوں لگ رہا تھا۔
جیسے طوفان آگیا تھا۔ اور وہ ایک سوکھے پتے کی طرح اِدھر سے اُدھر
بھٹک رہی ہے۔

تو —— یہ سہارا بھی چھن گیا۔

احسن تابندہ بہن کے لئے کچھ کیا تم نے ——

سجاد نے پوچھا۔

میں نے رفیق صاحب کو بلوایا ہے —— اپنے ہی فرم میں کچھ کرتا ہوں۔

اسی وقت ایک اُدھیڑ عمر آدمی آنکھوں پہ چشمہ لگائے ہوئے اندر
آگئے ——

آیئے رفیق صاحب —— بیٹھئے ——

احسن بولا۔

جی —— رفیق صاحب سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ گئے۔

آپ کو ٹائپ آتی ہے۔

احسن تابندہ سے مخاطب ہوا جو سر جھکائے جانے اپنے آپ کو کس
طوفان میں گھرا ہوا دیکھ رہی تھی۔

جی ——

آپ کو ٹائپ آتی ہے ——

جی نہیں ——

تو آپ یوں کیجئے کچھ دن آکر یہاں ٹائپ سیکھ لیجئے —— تب تک
میں آپ کو کہیں فکس اَپ، کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

کیوں سجاد ——

ہاں ٹھیک ہے مگر —— اب تو تابندہ بہن آپ یہاں کیسے رہ
سکیں گی —— آپ ہمارے ساتھ پشاور چلئے —— وہیں کچھ ہو جائے
سجاد کو ایک دم یاد آیا کہ اس کا تو تبادلہ ہو گیا ہے ——
میں آپ کے ساتھ ——

تابندہ حیرت سے بولی۔

اور کیا یہاں اکیلی کہاں رہیں گی۔

سجاد بولا۔

مگر سجاد بھائی —— اگر میرا یہاں کہیں رہنے کا انتظام ہو جا
تو —— میں احسن صاحب کے دفتر میں ملازمت کر لوں۔

تابندہ کے تصور میں ماں جی کی خشمگیں آنکھیں گھورتی ہوئی محسوس
ہوتیں ——

مگر تابندہ بہن —— آپ یہاں کہاں رہیں گی۔

آپ کا پہلے ہی احسان کم نہیں بھیا —— میں مزید آپ پر بوجھ

بننا چاہتی —— کسی ہوسٹل وغیرہ میں کوشش کر دیجئے ——

اچھا گھر چل کر ثریا سے مشورہ کرتے ہیں ——

سجاد نے اس وقت اس ذکر کو ٹالنا چاہا تو پھر میں کل کس وقت
آؤں ——

تابندہ نے احسن سے پوچھا۔

آپ کا مسئلہ طے ہو گیا ——

احسن مسکرایا۔

ثریا کو میں منا لوں گی ——

تابندہ نے کہا۔

جیسے آپ کی مرضی —— ویسے اگر آپ ہوسٹل میں رہنا چاہیں تو یہاں
سے کچھ دور ہی ایک ہوسٹل ہے۔ وہاں پر آپ کا انتظام ہو جائے
گا —— میرے دفتر کی دو خواتین وہاں رہتی ہیں۔

احسن نے کہا۔

پلیز —— یہ ضرور کر دیجئے —— مجھ پر —— احسان ہو گا ——

تابندہ کی آواز بھرا گئی۔

ٹھیک ہے میں کل ہی بات کر لوں گا —— اور ہاں رفیق صاحب
مس تابندہ کل سے آپ کے پاس آئیں گی۔ انہیں ٹائپ سکھانے میں
ان کی مدد کریں —— اور جب وقت یہ تھوڑی سی بھی سپیڈ بنا لیں تو مجھے

بتا دیجئے گا ——

جی بہتر —— رفیق صاحب باہر چلے گئے ——

اس کے جانے کے بعد تابندہ اور سجاد بھی اٹھ کھڑے ہو

احسن کی گاڑی میں سجاد نے تابندہ کو گھر ڈراپ کیا اور خود آفس چلا

سب سے پہلے تابندہ نے ہی یہ خبر ثریا کو سنائی کہ سجاد کا

ہو گیا ہے ——

یہ خبر ثریا کے لئے تو عام سی تھی مگر ماں جی اس خبر سے بہت

نظر آنے لگیں ——

فوراً ہی سجاد کی ترقی کا سن کر مٹھائی منگوانے کے لئے نوکر کو

دیتی ہوئی باورچی خانے کی طرف چلی گئیں ——

اس کے جانے کے بعد تابندہ نے ثریا کو اپنے ساتھ لپٹا لیا

اور بولی۔

خط باقاعدگی سے لکھا کرنا ثریا ——

کیا مطلب ——

ثریا حیران سی ہو کر اس کا منہ تکنے لگی۔

خط لکھنے کا کہہ رہی ہوں —— کہیں نئے شہر جا کر اور سجا

کے افسر بننے کی خوشی میں ہمیں بھول ہی جاؤ۔

تابندہ مسکرائی۔

تم کیسی باتیں کر رہی ہو —— خط میں نے کیسے لکھنا ہے —— تم

تو میرے ساتھ ہی جاؤ گی ——

نہیں ثریا ——

تابندہ سنجیدہ ہو گئی ——

کیوں ——

مجھے نوکری مل گئی ہے اور رہنے کی جگہ کا بھی دو روز تک بندوبست

ہو جائے گا ——

تم اکیلی یہاں رہو گی ——

خواتین کا ہوسٹل ہے جہاں پر احسن صاحب مجھے رہائش کی جگہ

دلوائیں گے۔

مگر تابی —— میرا جی نہیں چاہتا کہ میرے ہوتے ہوئے تم یوں رہو ——

تمہیں ہمارے ساتھ ہی جانا ہو گا —— بس تمہیں اتنے بڑے شہر میں اکیلے

نہیں رہنے دوں گی —— پشاور چل کر کوئی سروس کر لینا —— کم از کم رہو گی

تو گھر میں ——

ثریا کے چہرے پر خلوص ہی خلوص تھا۔

تابندہ کی آنکھیں بھر آئیں۔

کہنے لگی۔

مجھے ہنسی خوشی اجازت دو ثریا —— خدا کے لئے کہیں نوکری کی

آس لگی ہے ــــ اور پھر تم جانتی ہو کہ میرے لئے نوکری کرنا کتنا ضرور[ی]
ہیں انشاء اللہ جلد ہی رابعہ خالہ کو بلوالوں گی ــــ تم بالکل فکر نہ کرو
پھر تایا جی ــــ خود ہی سوچ ــــ میں تجھے کیسے اس شہر میں تنہا چھ[وڑ]
دوں ــــ

ثریا آہستہ سے بولی۔

اللہ مالک ہے ثریا ــــ بس تو اجازت دے دے ــــ
گواہی دیتا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے بہتر ہے ــــ

ثریا خاموش ہوگئی ــــ

اور تابندہ نے اُس کے گلے میں باہیں ڈال دیں۔

کہنے لگی۔

ابھی تو سجاد بھائی کو بھی منانا ہے ۔تو بھی میری ساتھی بن جانا
پھر ہم دونوں انہیں کہیں گے تو شاید مان جائیں ــــ

ماں جی لڈو لے کر آئیں تو دونوں خاموش ہوگئیں۔

آج اُسے ہوسٹل میں آئے تیسرا دن تھا ــــ

شہر کا صاف ستھرا علاقہ تھا ــــ ہر طرف سبزے کی بہتات تھی ــ
لمبے لمبے درختوں کے درمیان سفید سی عمارت میں مختلف قسم کے لوگ آباد
تھے۔

تابندہ کو جو کمرہ ملا تھا ۔ وہ دوسری منزل پر تھا ۔ ساتھ والے کمرے میں
ایک پارسی لڑکی تھی جو احسن کے دفتر میں ٹائپسٹ تھی ۔ اس کے ساتھ ملے
ہوئے کمرے میں ایک کرسچن خاتون تھی ۔جس کا خاوند اُسے چھوڑ کر چلا
گیا تھا۔

ایک اور لڑکی تھی جو تابندہ کی طرح دنیا میں اکیلی تھی ۔نام اس کا نازو
تھا لیکن ناز اٹھانے والا دنیا میں کوئی نہ تھا ــــ نازو تھی بڑی ہنس مکھ ــ
تابندہ کو دو ہی دن میں اُس نے اپنے ساتھ خوب مانوس کر لیا تھا۔

تین روز سے تو تابندہ کو اُسی نے مہمان بنا رکھا تھا ۔تابندہ نے
کئی بار چاہا کہ وہ اپنے کھانے پینے کے لئے خود ہی کچھ کرے مگر نازو نے
ہر بار یہی کہہ کر ٹال دیا ۔ ابھی کچھ دن تم میری مہمان ہو۔

ثریا نے جاتے ہوئے تابندہ کو کچھ پیسے دیئے تھے اور وہ اُس سے
لپٹ کر خوب روئی بھی تھی ــــ سجاد بھائی بھی کچھ پریشان سے تھے ــ وہ
سب سے مل کر ماں جی کے پاس گئی تو انہوں نے بھی اُسے لپٹا لیا ــ جانے
کیوں ــــ شاید اس لئے کہ اُس پر ترس آگیا تھا۔

ثریا سجاد اور ماں جی نے شام کی گاڑی سے پشاور جانا تھا ۔۔۔
اُسی شام وہ ہوسٹل آگئی تھی۔ جس کا احسن نے انتظام کر دیا تھا۔
اب اُسے یہاں تین روز ہوگئے تھے۔
آج صبح وہ نازو کے ساتھ آفس بھی گئی تھی ۔۔۔ جہاں رفیق صاحب نے ٹائپ مشین لاکر اس کے سامنے رکھ دی تھی۔ رفیق صاحب کچھ ہدایات دے کر اپنے کام میں مگن ہوگئے تھے۔ اور وہ خود دو بجے تک کاغذ بھرتی رہی۔
احسن آج دفتر نہیں آیا تھا۔
چھٹی ہونے پر وہ نازو کے ساتھ واپس آگئی تھی۔
نازو آملیٹ بنا رہی تھی ۔۔۔ اور وہ پلنگ پر لیٹی رسالہ دیکھ رہی تھی ۔۔۔
تمہیں اپائنٹمنٹ لیٹر مل گیا تابندہ ۔۔۔
نازو آملیٹ پلیٹ میں رکھتے ہوئے بولی۔
نہیں ۔۔۔
تابندہ نے رسالہ ایک طرف رکھ کر جواب دیا۔
اس کا مطلب ہے کہ ابھی تمہارا تقرر نہیں ہوا۔
نازو آملیٹ اور مکھن لگے توس پلیٹ میں رکھ کر اُس کے پاس آتے ہوئے بولی۔

ابھی تو یہی بات ہے ۔۔۔ احسن صاحب کہتے تھے کہ جب میں ٹائپ میں اسپیڈ بنالوں تو وہ اپنے ہی دفتر میں رکھ لیں گے۔
تابندہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔
مگر میں ایک بات پر حیران ہوں ۔۔۔
کیوں ۔۔۔
اس دفتر میں تو کوئی پوسٹ ہی نہیں ۔۔۔ ہم تین لیڈی ٹائپسٹ ہیں ایک احسن صاحب کی پرسنل سیکرٹری ہے ۔۔۔ باقی میل اسٹاف بھی پورا ہے ۔۔۔
تابندہ کا دل دھک دھک کرنے لگا ۔۔۔
کہنے لگی۔
احسن صاحب نے اُمید تو بہت دلائی تھی۔
جب تمہیں کہا ہے تو ضرور کچھ کریں گے ۔۔۔ ویسے تم بالکل فکر نہ کرنا ۔۔۔ مجھے اپنی بہن سمجھو ۔۔۔ یہاں پر اگر کچھ نہ ہو سکا ۔۔۔ تو میں تمہیں ضرور کہیں رکھوا دوں گی۔
نازو کی بات سے تابندہ کو کچھ حوصلہ ہوا۔
نازو نے اُسے آملیٹ توس کے اندر رکھ کر سینڈوچ بنا کر دیا۔
اور کہنے لگی۔
میں بھی تمہاری طرح تنہا ہوں۔ مگر تم میں اور مجھ میں بہت فرق ہے۔

میں نے حالات سے سمجھوتہ کرلیا ہے ـــ اور تم ہر وقت فکر کی بھول بھ
میں گم رہتی ہو۔ زندگی اس طرح بھی گذاری جاتی ہے اور زندگی مجھ جیسی
کی بھی گزر جاتی ہے ـــ اس لئے میری مانو ـ تو ـــ سوچا نہ کرو۔
اللہ نے پیدا کیا ہے تو وہ وسیلہ بھی بنائے گا۔ آج تین روز ہو گئے
میرے ساتھ میں نے ان تین دنوں میں یہی دیکھا اور یہی محسوس کیا ہے
تم ہر وقت اپنے غم میں ڈوبی رہتی ہو۔

کیا کروں نازو ـــ سمجھ میں نہیں آتا ـــ کیا ہوگا میرا ـــ ا
بڑی دنیا ـــ اور پہاڑ سی زندگی ـــ

تابندہ کی آنکھیں چھلک آئیں ـــ

صرف ایک بات پہ عمل کرو میری اچھی بہن ـــ ہر حال میں خوش
رہو ـــ اور ہمت سے کام لیا کرو۔ رونے دھونے اور فکر مند رہنے
نہ تو یہ اکیلا پن دور ہو سکتا ہے اور نہ کھانے کو مل سکتا ہے ـــ بہرحال
رہنا ہے ـــ خوش رہو ـ بس ـــ

کوشش کروں گی ـــ تابندہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی

چلو تمہیں فلم دکھلاؤں آج ـــ

نازو اُٹھتے ہوئے بولی۔

تابندہ مسکرادی اور اُٹھ کر تیار ہونے لگی۔

~~~

کوئین کلب کی سلور جوبلی تھی۔ اور نہایت شاندار پروگرام تھے حسن و جوانی
کا قیامت خیز تصادم تھا۔

خوبصورت اور جوان خواتین اس کا سنگھار بنی ہوئی تھیں۔ ایسا لگتا
تھا۔ وہ خواتین موم کی شمعیں ہیں جو ہر طرف ٹھنڈے اُجالے بکھیر رہی ہیں
جوان اور خوبرو مرد پروانوں کی طرح اُن ٹھنڈے اجالوں کو سمیٹنے کے
لئے اِدھر اُدھر منڈلا رہے تھے۔

حسن اور عشق مچل مچل رہے تھے۔

اور اس سحر آگیں ماحول میں احسن بالکونی کے ستون سے پشت ٹکائے
کھڑا سگریٹ کا دھواں فضاؤں میں بکھیر رہا تھا۔

دھوئیں کے ہر مرغولے میں اسے راحت کی تصویر نظر آرہی تھی۔
وہ تصورات کے سمندر میں ڈوب ڈوب رہا تھا کہ کسی نے اُس کے
~~~

شانے پر ہاتھ رکھ دیا وہ پلٹا۔

تم —— احسن کی آواز میں ارتعاش تھا۔

وہ مسکرادی ۔ کہنے لگی ——

کل کیوں نہیں آئے ——

کچھ مصروفیت تھی۔

احسن اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا بولا۔

میں انتظار کرتی رہی۔

وہ لمبے ناخن والی انگلی سے اس کا گال چھوتے ہوئے بولی۔

مجھے احساس تھا ——

احسن جذباتی سا ہوگیا ——

کالے شیفون کی میکسی —— جس کے نیچے اس نے سفید تاروں سے
چمکتا ہوا چست ڈریس پہن رکھا تھا وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔
کالی کالی بڑی بڑی آنکھوں میں نشے کی سُرخی احسن کے دل کی آگ کو بھڑکا
رہی تھی۔

آؤ کہیں بیٹھیں ——

احسن نے اس کا سفید سفید سُبک ہاتھ تھام لیا۔ وہ اس کے ساتھ
آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کونے والی میز کے گرد آ بیٹھی ——

راحت ——

احسن آہستہ سے بولا۔

ہوں ——

میں اب تم سے دُور نہیں رہ سکتا۔

اگر میں کہوں کہ یہ میرے منہ کی بات ہے تو ——

وہ پیکٹ سے سگریٹ نکالتی ہوئی بولی۔

آج میں بہت سوچ کر ایک فیصلہ کر بیٹھا ہوں ——

احسن سنجیدگی سے بولا۔

کیا ——

اس نے سگریٹ سُلگا کر احسن کے ہونٹوں سے لگا دیا۔

یہی کہ ہم دونوں شادی کر لیں ——

یہ فیصلہ تو ہم بہت پہلے کر چکے ہیں ——

وہ آہستہ سے ہنسی۔

مگر اب اس خیال کو حقیقت میں ڈھال دینا چاہیئے۔

دادی اماں نے اجازت دے دی۔

راحت نے دوسرا سگریٹ سلگا کر اپنے ہونٹوں سے لگا لیا۔

وہ تو اجازت نہیں دیں گی ——

تم نے ان سے بات کی ——

ہاں ——

نتیجہ کیا نکلا ——

صفر —— وہ کہتی ہیں کہ راحت سے شادی نہ کرو کہیں اور کرلو ——

کیا میری صورت بہت بُری ہے ——

راحت ہنسی ——

یہ تو کوئی مجھ سے پوچھے۔

احسن محبت سے بولا۔

تم دادی اماں کی بات کر رہے تھے ——

راحت نے اُسے پیار سے دیکھا۔

وہ خاندان —— گھریلو —— جانے کیا کیا سوچتی ہیں تمہارے بارے میں انہیں علم ہے کہ تم کلب میں کام کرتی ہو —— بس یہی ایک پیچ ہے

تو پھر میرا خیال چھوڑ دو ——

راحت کی آواز میں شوخی مچل گئی ——

ایسا ممکن ہے کیا —— ؟

احسن اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتا ہوا بولا۔

دنیا میں ہر چیز ممکن ——

راحت مسکرائی۔

یہ ہی ممکن نہیں —— میں تو تھک گیا ہوں —— میں نے اُن سے کہہ دیا راحت سے جلدی شادی کرلوں گا ——

پھر انہوں نے کیا جواب دیا۔

راحت کی دلچسپی بڑھ گئی ——

کہنے لگیں جس دن تم شادی کرو گے اُس دن تم جائیداد سے عاق کردیئے جاؤ گے اور میں جانتا ہوں وہ اصول کی بہت پکی ہیں —— جو کہتی ہیں وہ ضرور کرتی ہیں۔

پھر تم نے کیا سوچا ——

راحت نے پوچھا۔

میں نے —— میں نے یہی سوچا کہ مجھے جائیداد نہیں چاہیئے —— راحت چاہیئے —— میں نے جائیداد چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا ہے راحت —— میں کوئی کام کرلوں گا۔ میرے پاس تم ہو گی تو دنیا کی تمام خوشیاں مجھے مل جائیں گی۔ میں یہی سوچ کر آیا ہوں —— میں اور زیادہ دن تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔

راحت خاموش ہو گئی۔

بولو نا تمہیں یہ سب کچھ منظور ہے ——

احسن بے چینی سے بولا۔

مجھے یہ منظور نہیں ——

راحت سنجیدگی سے بولی۔

احسن نے چونک کر اُس کی طرف دیکھا۔

اس لئے کہ میں اپنی خاطر تمہارا مستقبل تباہ نہیں ہونے دوں گی۔
میں تمہاری ہوں۔ تم سے ہی شادی کروں گی ——— یہ میرا وعدہ ہے ———
مگر ڈیئر سوچو نا ...... اتنی بڑی دولت ——— جس کے تم تنہا مالک ہو۔
وہ یونہی یتیم خانوں کی نذر ہو جائے اور تم محروم رہ جاؤ ——— دادی اماں
اپنی زندگی گزار چکی ہیں ——— تمہیں اور مجھے زندہ رہنا ہے۔ زندہ رہنے
کے لئے دولت بہت ضروری چیز ہے ——— یہ فیصلہ بالکل غلط ہے۔

انتظار کرو ———

میں انتظار نہیں کر سکتا ———

تو پھر کوئی چکر چلاؤ ———

راحت مسکرائی۔

کیسا چکر ———

احسن حیرت سے بولا۔

دادی اماں کو خوش کرنے کے لئے شادی کر لو ———

کیا مطلب ———

مطلب یہ کہ ——— ایسی شادی ——— جو صرف ضرورتاً ہو گی۔
اس کی ضرورت نہیں رہے گی۔ ختم کر دی جائے گی۔

مگر ——— یہ ——— زیادتی ہو گی ——— احسن آہستہ سے بولا۔

کس کے ساتھ ——— ؟

اس کے ساتھ جس سے یہ شادی کی جائے گی ——— لڑکی ایسی ڈھونڈیں
گے جس سے پہلے یہ سب طے ہو گا ——— میرا مطلب ہے اُسے ہم کچھ روپیہ
دے دیں گے۔

راحت جلدی سے بولی۔

ایسی لڑکی کہاں ملے گی ——— جو دادی اماں کے معیار پر بھی پوری اُترے
اور یہ سب مان بھی جائے۔

کوشش کرتے ہیں ———

راحت کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

مگر ———

احسن گو اس سکیم پہ پہلے بھی سوچ چکا تھا مگر ایسا کرتے ہوئے ———
ضمیر چور سا بنا اُس کے سامنے کھڑا تھا۔

میں بھی کوشش کرتی ہوں ——— تم بھی کرو ——— مجھے تم نے دادی اماں
سے ملوا کر غلطی کی تھی۔ ورنہ میں خود بڑی ایکٹینگ کر لیتی اور پھر یہ پیچ کی
شادی ہو جاتی ——— بعد میں پتہ چلتا تو کیا ہو جاتا ———

راحت ہتھیلیوں پہ چہرہ ٹکائے بیٹھی احسن کے دل میں بسی جا رہی
تھی۔

کہنے لگی۔

یہ سوچ کر دادی اماں سے ملوایا تھا کہ تمہیں دیکھ کر میں ہوش گنوا بیٹھا

دن۔ دادی اماں تو بس دیکھتے ہی بہو بنا لیں گی۔ مگر بات الٹ گئی۔

اچھا چھوڑو ان باتوں کو ——— آج سے لڑکی ڈھونڈنے میں سرِ گرم

ہو جاؤ ———

راحت گھڑی دیکھتے ہوئے بولی۔

مشکل کام ہے ———

احسن مسکرایا۔

دل کی لگن سچی ہو گی تو مشکل آسان ہو جائے گی۔

راحت ہنسی۔

وہ تو ہے ———

اچھا میں چلی ———

راحت اٹھتے ہوئے بولی۔

کہاں ———

میرا آئٹم ہے ——— تم بیٹھو ——— فارغ ہو کر آتی ہوں ——— ا

بھائی جان جانے کہاں گئے ہیں صبح سے ———

راحت بولی۔

وہ بیٹھے ہیں ———

کہاں ———

سامنے بوتل لئے ———

راحت اور احسن دونوں ہی ہنس دیئے۔

راحت چھم چھم کرتی میک اپ روم کی طرف چلی گئی۔

اور احسن کو اکیلا دیکھ کر راحت کا بھائی مہدی اس کے پاس آگیا۔

کہاں تھے صبح سے ——— راحت پوچھ رہی تھی۔

احسن ہنس کر بولا۔

ہمشیرہ تو یونہی پریشان ہو جاتی ہے ——— میں ذرا ولائتی کے چکر

میں تھا ——— بڑی مشکل سے ملی ہے۔

مہدی نے شراب کی بوتل سامنے رکھ دی ———

پھر مل گئی نا ———

ہاں بڑی مشکل سے ——— ایک کسٹم والا یار ہے اپنا ——— وہی لا کر

دیتا ہے۔

مہدی ہنسا۔

بس تو عیش ہو گئے تمہارے ———

احسن مسکرایا۔

ہاں ——— ہمشیرہ کا آئیٹم شروع ہونے والا ہے کیا ———

مہدی جتنی پی چکا تھا اس کا رنگ چڑھ رہا تھا ———

ہاں ———

شروع ہو گیا ——— وہ آئی ——— یار احسن اپنی ہمشیرہ کی کیا بات

ہے ——

احسن نے دیکھا ——

ہال میں اندھیرا سا ہو گیا تھا۔ اور چھم سے راحت ہال میں آگئی تھی

میوزک تیز ہو گیا اور پھر روشنی کے حلقوں کے درمیان راحت تھرک رہی

تھی۔ اس کی نظریں روشنی سے الجھ گئیں۔

قیامت خیز اداؤں نے چند ثانیوں کے لئے اُسے محو کر دیا۔

وہ ناچ رہی تھی لوگ بھوکی نظریں اُس کے جسم پر ڈال رہے تھے

اور یہ سب کچھ احسن کو کہیں دل کے اندر چبھ رہا تھا —— اُسے

ایسا لگا جیسے اس کے اندر دادی اماں آکر بیٹھ گئیں ہیں۔

مگر —— اُس نے یہ سوچ کر یہ خیال جھٹک دیا ——

شادی کے بعد یہ سب کچھ نہیں ہوگا ——

لوگوں کی نظریں دیکھ کر اُسے پسینے سے آگئے ——

ہمشیرہ کو اُستاد بہت اچھا ملا تھا —— مہدی خوش ہو کر بولا۔

احسن خاموش رہا۔

ایران کے رقاص تھے —— ہمشیرہ کے اُستاد ——

احسن نے بور ہو کر مہدی کی طرف دیکھا۔

ایک دم ہال میں روشنی ہو گئی —— رقص ختم ہو گیا ——

تالیوں کی گونج میں راحت اس کے پاس بیٹھ کر پسینہ پونچھ رہی تھی

۔اس کا دم گھٹ رہا تھا ——

چلو باہر چلیں ——

کہاں ——

لمبی ڈرائیو ——

چلو —— دونوں باہر نکل گئے ——

~~~~~~~~
~~~~~~~~

احسن کی حالت اِن دنوں عجیب سی تھی ـــــ کام میں دل ہی

ہر وقت یہی سوچتا رہتا کہ راحت سے شادی کیسے ہو سکتی ہے۔

اماں کی طرف سے صاف جواب پا کر وہ اُلجھ سا گیا تھا ـــــ دفتر بھی

آتا ـــــ بغیر پڑھے ہی فائلوں پر دستخط کرتا اور چلا جاتا ـــــ رفی

بے چارے ہر پارٹی کو دوسرے دن کا ٹائم دیتے۔ پارٹیاں آ کر

احسن آتا اور صاف کہہ دیتا اس وقت وہ کسی سے بات نہیں کر

کاروبار بھی اس کے ساتھ ساتھ اُلجھ رہا تھا۔

انہی پریشانیوں اور اُلجھنوں میں تابندہ نے ایک دن ا

میں قدم رکھا۔

آیئے آیئے ـــــ

احسن آہستہ سے بولا۔

جی وہ ـــــ پندرہ روز ہو گئے مجھے ٹائپ سیکھتے ـــــ

تابندہ دھیمی آواز میں بولی۔

پھر ـــــ

اسپیڈ کچھ بن ہی گئی ہے ـــــ

تو ـــــ

احسن جیسے سب کچھ بھول چکا تھا۔

مجھے اب کسی کام پر لگا دیں ـــــ میں کوشش کروں گی کہ ـــــ

اوہ ـــــ ہاں ـــــ

احسن کو جیسے سب کچھ یاد آ گیا ـــــ

کہنے لگا۔

بیٹھئے آپ ـــــ

دھڑکتے دل ـــــ مایوسیوں اور اُمیدوں میں گھری وہ کرسی پر بیٹھ گئی۔

احسن نے رفیق صاحب کو بلوایا۔

اگلے ہی لمحے رفیق صاحب آ گئے ـــــ

رفیق صاحب ـــــ مس تابندہ کے لئے اپنے دفتر میں کوئی جگہ نکل

ی ہے۔

احسن نے پوچھا ـــــ

مسز رحیم کل سے چھٹی لینے والی ہیں۔ آپ کہیں تو اس کی چھٹی منظور کر لی

جائے اور اس کی جگہ عارضی یہ کام کر لیں ۔

رفیق صاحب سوچتے ہوئے بولے ۔

اس کے علاوہ کوئی پرمانٹ پوسٹ نہیں ہے ۔

احسن نے پوچھا ۔

جی نہیں —— اسٹاف میں پہلے ہی ایک کلرک زیادہ ہے ۔

اچھا ٹھیک ہے —— آپ مسز رحیم کی چھٹی منظور کر لیجئے ۔

کل سے یہ مسز رحیم کی جگہ کام کریں گی ۔

احسن سوچتے ہوئے بولا ۔

بہتر حضور —— رفیق صاحب کمرے سے باہر نکل گئے

اور تابندہ کو اپنے مقدر پر ہنسی آگئی ۔

کیا میں ساری عمر خانہ پری کرتی رہوں گی ——

مس تابندہ آپ کل سے مسز رحیم کی جگہ کام کریں ——
ایک ماہ کے لئے —— جب وہ واپس آجائیں گی تو آپ کے لئے کوئی
سوچیں گے ۔

احسن فائلوں پر جھکا ہوا بولا ۔

جی بہتر ——

کپکپائی ہوئی آواز ابھری اور وہ کمرے سے باہر نکل گئی ۔

کیا ہوا ——

نازو نے پوچھا ۔

ایک ماہ کے لئے نوکری مل گئی ۔

تابندہ پھیکی سی ہنسی کے ساتھ بولی ۔

کیا مطلب ——

یعنی ریلو کلرک —— یعنی فالتو انسان ——

ضرورت کے وقت کام آنے والا —— اور بس ——

تابندہ ہنسی ——

چلو کوئی بات نہیں —— شاید ایک ماہ تک یہیں کوئی پوسٹ
نکل آئے اور اگر نہ بھی نکلی تو میں کہیں کوشش کر دوں گی —— فکر
نہ کرو ——

نازو نے تسلی آمیز لہجہ میں کہا ۔

تابندہ خاموشی سے اس کے ساتھ والی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی ۔

مس نازو چائے نہیں پلوائیں گی ۔

ہیڈ کلرک رضوی بولا ——
آپ کے کیا سارے پیسے بیگم صاحبہ کی نذر ہو گئے ۔

نازو نے ہنس کر کہا ۔

ایسی بات تو نہیں —— مگر آپ چائے منگواتی ہیں تو چائے کا لطف
ہی اور ہوتا ہے ——

رضوی نے کہا۔

کسی کا مال ہمیشہ اچھا لگتا ہے۔ کوئی نئی بات نہیں —— ویسے چائے
نے پہلے ہی منگوالی ہے ابھی آیا چاہتی ہے ——

نازو خوش دلی سے بولی۔

دفتر کا ماحول بہت اچھا تھا —— ایک خاص بات یہ تھی کہ سارا اسٹاف
کام بھی دل لگا کر کرتا تھا۔ اور سب ایک دوسرے کے کام آتے تھے۔ کسی
کو کسی سے کوئی جلن نہیں تھی —— سب لوگ ایک دوسرے سے یوں باتیں
کرتے جیسے اپنے ہوں۔

تابندہ کے ساتھ سب ہی بڑی ہمدردی اور عزت سے پیش آئے۔

اس لئے وہ دل ہی دل میں چاہتی تھی کہ کاش اسی دفتر میں اُسے
مستقل نوکری مل جائے۔

یہ ماحول اُسے پسند آیا تھا —— یہاں بھوکی نظریں نہیں تھیں۔
بے باکی نہیں تھی۔

اس نے ہر ہر سانس کے ساتھ یہاں سروس کی دعا کی تھی —— کچھ لوا
بھی وہ اس ماحول سے مانوس ہوگئی تھی۔ اور دوسرے نازو جیسی پُرخلوص
لڑکی کے پاس رہ کر وہ کس حد تک مطمئن تھی۔

وہ دونوں ہی ایک جیسی تھیں۔

اکیلی اکیلی —— تنہا تنہا ——

مگر قسمت کا لکھا کیسے مٹ جاتا ——

وہ یہاں بھی ضرورت کا حل بن کر آئی تھی ——

ایک ماہ بعد جانے پھر کیا ہوگا ——

یہ ہی سوچ سوچ کر دل ہی دل میں ڈرتی رہی۔

نازو نے ڈھارس بندھائی تھی۔

مگر وہ پھر بھی خوفزدہ تھی۔

دو بجے اور زیادہ تر اسٹاف اٹھ گیا۔ کچھ لوگ ادھورہ کام مکمل کرنے
میں لگے تھے۔ نازو بھی فارغ ہوگئی تھی۔

کہنے لگی۔

چلو بھئی کنٹین میں چل کر کھانا کھاتے ہیں۔ پھر مجھے کچھ شاپنگ کرنی ہے
وہ اپنے خیالوں میں کھوئی کھوئی اس کے ساتھ چل دی۔

~~~~~~
~~~~~~

راحت ——

احسن اس کے ماتھے پر جھولتی ہوئی لٹ سنوارتے ہوئے بولا۔

ہوں ——

تمہاری وہ سکیم بھی فیل ہوتی نظر آرہی ہے ——

کیوں ——

سکیم ہی بے تکی ہے —— بھلا کون لڑکی تیار ہوگی —— ایسی شادی پر

تم نے کوشش ہی نہیں کی ——

راحت بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

میں نے واقعی کوشش نہیں کی —— بلکہ مجھ سے کچھ بھی تو نہیں ہو سکا

اب یہ تو ہونے سے رہا کہ میں لڑکیاں دیکھتا پھروں اور پھر اُن سے کہوں

مجھ سے مصنوعی شادی کر لو ——

سوچو تو سہی بھلا کیسے ممکن ہے یہ ——

ممکن کیوں نہیں ——

راحت ناراضگی سے بولی۔

تم ہی ڈھونڈ نکالو کوئی لڑکی ——

مجھے چیلنج نہ دو —— میں واقعی ڈھونڈ لوں گی ——

تو پھر ڈھونڈ دو نا —— منع کس نے کیا ہے۔

احسن مسکرایا۔

تو ٹھیک ہے —— دو ہی دن میں دیکھ لینا ——

بہتر حضور ——

احسن اس کی تھوڑی پکڑ کر چہرہ اپنی طرف کرتا ہوا بولا۔

آج کل دادی اماں کا موڈ کیسا ہے ——

کچھ بہتر ہے —— میں نے کہا تھا نا ایک دن کہ اگر آپ راحت کو
بہو نہیں بنانا چاہتیں تو نہ سہی —— مگر جو بھی لڑکی میں پسند کروں گا ——
وہ آپ کو بھی پسند کرنا ہوگی ——

پھر ——

کہنے لگیں ایک شرط اسی طرح ہے کہ لڑکی خوبصورت —— خاندانی
اور گھریلو ہو ——

پھر ——

میں نے کہا یہ شرط منظور ہے ——

تم نے یہ بہت اچھا کیا کچھ میدان ہموار کر لیا —— اب جو بھی لڑکی انہیں دکھائی جائے گی وہ ناپسند نہیں کریں گی۔

راحت اطمینان سے بولی۔

میں نے بھی بگڑے موڈ سے کہا تھا نا اسی لئے چپ کر گئیں — ورنہ ان معاملوں میں بہت چھان بین کرنے والی ہیں۔

احسن رعب دار آواز میں بولا۔

سمجھدار ہیں سوچتی ہوں گی اب کے بات نہ مانی تو لڑکا ہاتھوں سے نکل جائے گا

راحت ہنسی۔

وہ تو نکل گیا ——

احسن شرارت سے بھرپور نظریں اس کے چہرے پر ڈالتے ہوئے بولا۔

کیا کہا——

ٹھیک کہا — لڑکا تو ہاتھوں سے نکل گیا ——

آئے ہائے — لڑکا —— بڈھا کیوں نہیں کہتے ——

راحت ہنس کر بولی۔

یہ کیا مذاق ہے جی —— میں عمر پر کوئی حملہ برداشت نہیں کر سکتا۔

احسن زور سے بولا۔

کتنا شوق ہے تمہیں لڑکا کہلوانے کا ——

احسن نے ناراض ہو کر دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

ناراض نہ ہو مسٹر احسن —— لو منّا کہہ دیتی ہوں —— اب تو خوش ہو نا ——

راحت اس کا چہرہ اپنی طرف موڑتے ہوئے بولی۔

اب بھی ناراض ہوں ——

احسن نے ناراضگی کا اعلان کیا ——

پھر کیا کہوں ——

گبھرو — جوان — بلکہ نوجوان ——

احسن بچوں کی طرح روٹھا روٹھا بولا۔

اچھا بابا —— معاف کرو —— تم —— الھڑ جوان ہو —— لڑکپن میں ہو —— معصوم ہو —— اور —— اور کوئی لفظ یاد نہیں آتا ——

راحت مسکراتے ہوئے بولی۔

اچھی بات نہ سُنی میں نے تمہارے منہ سے ——

احسن چڑ کر بولا۔

ایمان سے مجھے جتنے لفظ یاد تھے میں نے تمہاری جوانی مستانی کی نذر کر دیئے —— اب بھی ناراض ہو تو کیا کروں پھر ——

پیار سے دیکھو ——

احسن مسکرایا۔

کب سے دیکھ رہی ہوں بلکہ اب تو مجھے ڈر ہے کہ اس طرح دیکھ دیکھ کر بھینگی نہ ہو جاؤں۔

ملاحت ہنستی ہوئی بولی۔

احسن نے زور سے قہقہہ لگایا۔

ہنستے مسکراتے دونوں گاڑی کی طرف آ گئے۔

~~~~~~~~~~~~

احسن کے سامنے جاتی ہوئی نہ جانے وہ خوفزدہ سی کیوں ہو جاتی۔

حالانکہ احسن نے ہمیشہ اس کی عزت کی تھی کبھی بھی نو ملازموں والا سلوک نہیں کیا تھا۔

مگر وہ ہمیشہ اُس کے سامنے جانے سے گھبراتی۔

فائلوں پر دستخط کروانے کے لئے بھی نازو کی منت کرتی ــــ یا پھر باہر سے ہی چپراسی کو دے دیتی۔

مگر ابھی ابھی احسن نے اُسے بُلا بھیجا تھا ــــ

اور اِس بلاوے سے ہی اُس کا رنگ پیلا پڑ گیا تھا ــــ

نازو ــــ اے نازو ــــ

نازو جو کسی کاغذ پر نظریں جمائے بڑے انہماک سے سُرخ پنسل سے نشان لگا رہی تھی ــــ
~~~~~~~~~~~~

چونک گئی ——

کیا ہے ——

نازو مجھے بوس نے کیوں بلایا ہے ——

تابندہ کی آواز میں خوف —— وہم اور جانے کیا کیا تھا

تمہیں کھانا ہے اُس کو ——

نازو اُس کی بات سُن کر ہنس دی ——

مذاق نہ کرو ——

تابندہ سہمی سہمی نظروں سے اُسے دیکھنے لگی۔

ارے بھئی کوئی کام ہو گا —— وہ مالک ہے —— ہم اُس کے ملا
ہیں —— اس کا کام میں نے —— تم نے —— اور سارے اسٹاف نے
کرنا ہے —— ہم اسی لئے آتے ہیں —— اور یہ سروس لینے کے لئے
کسی وقت بھی ہمیں بلا سکتا ہے —— اِس میں گھبرانے کی کیا بات ہے۔

نازو نے لمبی تقریر جھاڑ دی۔

مگر ——

دیوانی ہو تم —— جاؤ کوئی خط لکھوانا ہو گا —— آج ان کی پر
سیکرٹری بھی تو چھٹی پر ہے ——
جاؤ ——

تابندہ سہمی سہمی نظروں سے دیکھتی ہوئی احسن کے کمرے کی طر

چل دی ——

جی میں —— اُس نے اپنے آپ کو خوب کوسا ——

کتنی پگلی ہوں میں —— نازو سچ ہی تو کہتی ہے —— یہ تو میرا حال
ہے —— میں نوکری کر چکی —— نازو کس دھڑلے سے نوکری کرتی ہے
اور رہتی بھی کتنی ہمت سے ہے —— کیا مجال کسی کی کہ اُسے کچھ کہہ سکے
مجھے بھی ہمت سے کام لینا چاہیئے —— واقعی
اپنے آپ کو ملامت کی تو کچھ حوصلہ ہوا ——

چپراسی نے دروازہ کھولا۔

میں اندر آ سکتی ہوں ——

وہ آہستہ سے بولی۔

آیئے ——

وہ اُسی طرح فائلوں پہ جھکا ہوا بولا۔

جی —— آپ نے بلایا تھا ——

احسن کی شاندار شخصیت نے پھر اُس پر اس کا رُعب طاری کر دیا

یہ لیٹر آپ نے ٹائپ کیا تھا ——
احسن نے ایک کاغذ اس کے سامنے کر دیا ——

جی —— جی ہاں ——

اس کی رہی سہی ہمت بھی جواب دے گئی ——

آپ کو ٹائپ ابھی اچھی طرح نہیں آتی تو کم از کم آپ لیٹر ٹائپ کر کے
کو دکھا لیا کیجئے ـــــ آپ کو معلوم ہے آپ کی اس غلطی کی وجہ سے فیکٹری
کتنا نقصان ہوا ہے ـــــ

جی ـــــ

اُس کی آنکھوں میں پانی بھر آیا ـــــ

آئندہ ایسی غلطی نہیں ہونی چاہیئے ـــــ

احسن نرمی سے بولا ۔

جی ـــــ میں کوشش کروں گی ـــــ

جانے کیوں اس کی آواز بھرا سی گئی ـــــ

آپ تو پریشان ہوگئیں ـــــ میں نے آپ کو ڈانٹا تو نہیں ـــــ

احسن اس کی آنکھوں میں مچلتے آنسو دیکھ کر بولا ۔

اور احسن کے ان الفاظ میں جانے کیا تھا ۔

آنسو اس کے رخساروں پر لکیریں بنانے لگے ۔

میری کوئی بات آپ کو بُری لگی ہے تو میں معذرت کر لیتا ہوں ۔
دیکھئے نا ـــــ یہ بات اگر میں آپ کو نہ بتاتا تو آپ مزید غلطیاں کر
چلی جاتیں ـــــ اب کم از کم آپ محتاط ہو جائیں گی ۔

احسن کو اُس پریشان سی لڑکی پر بے طرح ترس آ رہا تھا ۔

آپ نے ایسی تو کوئی بات نہیں کی ـــــ میں شرمندہ ہوں ـــــ جانے کیوں

میں اتنی پاگل ہوگئی ہوں ۔ خواہ مخواہ ہی رو دیتی ہوں ۔

وہ ضبط کرتے ہوئے بولی ۔

کبھی کبھی انسان بس میں نہیں رہتا ۔

احسن آہستہ سے بولا ۔

شاید یہی بات ہے ـــــ

مجھے سجاد نے آپ کے بارے میں بہت کچھ بتایا تھا ـــــ میں نے بڑی
کوشش بھی کی کہ کہیں آپ کے لئے کوئی بہتر جاب تلاش کروں ـــــ مگر
ناکام ہی رہا ـــــ

وہ خاموش بیٹھی تھی ۔

دراصل میں خود آج کل بہت پریشان رہتا ہوں ـــــ

احسن اس کی طرف دیکھ کر بولا ۔

تابندہ نے نظریں اٹھائیں ۔

آپ سوچتی ہوں گی کہ میں اتنی بڑی فیکٹری کا مالک ہو کر آپ کو نوکری
نہیں دلا سکتا ـــــ یا اپنے دفتر میں ہی کوئی پوسٹ کیوں نہیں دے دیتا ۔

احسن نے ایک لمحے کے لئے تابندہ کی طرف دیکھا ـــــ وہ اپنا دکھ بھول
کر اس کی باتیں بڑے غور سے سُن رہی تھی ۔ اُس کی خوبصورت خوابیدہ سی
آنکھیں ـــــ جن میں رونے کی وجہ سرخی آگئی تھی ـــــ نشیلی نشیلی سی
لگ رہی تھیں ۔

وہ کہنے لگا۔

میں آپ کی جگہ ہوتا تو یہی سوچتا کہ ایسی کیا بات ہے۔ کوئی بڑا کام تو ہے نہیں —— یقین کیجئے —— میں آپ کے لئے بہت کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ سجاد میرا بہت عزیز دوست ہے اور آپ کو وہ بہن کہتا ہے —— میرے لئے آپ کا مقام بہت اونچا ہے —— میں آپ کی پریشانیاں بھی جانتا ہوں لیکن میں —— اتنا مجبور ہوں —— کہ اب تو زندگی سے تنگ آچلا ہوں۔ یہ بھی کوئی زندگی ہے —— یہ سب کچھ میرا ہے —— مگر میں یہاں بیٹھ کر صرف کام کرسکتا ہوں —— حکم نہیں چلاسکتا ——

اس کے لہجے میں بے بسی تھی۔

تابندہ اس کے بارے میں —— اس کی پریشانی اور مسئلے کی الجھن ثریا اور سجاد سے کئی بار سن چکی تھی۔ اس لئے اس میں پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ دوسرے وہ اتنی دل والی کہاں تھی کہ یوں بیٹھ کر احسن کی شادی کا مسئلہ اس سے ڈس کس کرتی —— خاموش گونگی بنی بیٹھی تھی۔

اصل میں میری دادی جان میری سب جائیداد کی مختار ہیں اور ابا جان کی وصیت کے مطابق یہ جائیداد اس وقت میرے حوالے کی جائے گی۔ جب میں شادی کرلوں گا —— آپ سوچ رہی ہوں گی کہ مجھے اب تک کالج سٹوڈنٹ کی طرح جیب خرچ ملتا ہے —— میں اپنی مرضی سے کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ ایک پیسہ دادی اماں کی اجازت کے بغیر نہیں لے سکتا —— تمام

بینکوں میں انہی کے دستخط چلتے ہیں —— اس بات نے مجھے پریشان کررکھا ہے۔

میں آپ کے اس مسئلے کے بارے میں سجاد بھائی اور ثریا سے سن چکی ہوں۔

اس نے یہ کہنا چاہا لیکن کہہ نہ سکی —— ہڑبڑا کر رہ گئی ——

آپ کچھ کہہ رہی تھیں ——

جی —— نہیں تو ——

شادی تو میں کرہی لیتا —— مگر جہاں میں شادی کرنا چاہتا ہوں وہ لڑکی دادی اماں کو بالکل پسند نہیں۔

احسن جانے کیوں اس دکھی سی لڑکی کو اپنا غم سنانے بیٹھ گیا تھا۔ ایک لمحے کے لئے اس کے دل میں خیال آیا۔ اگر یہ لڑکی مجھ سے شادی کرنے کو رضامند ہوجائے تو میرا اور اس کا مسئلہ دونوں ہی حل ہوجائیں گے —— مگر —— مگر —— یہ لڑکی راضی نہیں ہوگی —— اور پھر یہ بات میں اس سے کیسے کہوں ——

وہ دل ہی دل میں سوچ کر رہ گیا ——

آپ نے مجھے کوئی مشورہ نہیں دیا ——

حسن مسکرا کر بولا۔

جی —— میں —— مجھے تو کچھ بھی نہیں آتا —— میرا مطلب ہے میں آپ

کو کیا مشورہ دے سکتی ہوں ـــــ مجھے تو آج تک یہ سمجھ نہیں آیا کہ زندگی
کیسے گزرتی ہے ـــــ مجھے تو آج تک یہ پتہ نہیں چلا کہ ـــــ میں کون ہوں
کیا ہوں ـــــ کیوں ہوں۔

وہ پھر اپنے دکھ میں الجھ گئی۔

آپ بے فکر ہو جائیے ـــــ میں آپ کے لئے ضرور کچھ کروں گا۔

احسن نے دل کی بات چھپالی۔

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی ـــــ

کہنے لگی۔

آپ جسے پسند کرتے ہیں اس سے شادی کر لیجئے ـــــ ہو سکتا ہے
بعد میں دادی اماں مان جائیں ـــــ

جاتے جاتے آپ کو ایک مشورہ سوجھ ہی گیا ـــــ

احسن مسکرایا ـــــ

وہ پھر ہراساں ہو گئی ـــــ

احسن اس کی کیفیت جان گیا تھا ـــــ

کہنے لگا ـــــ

اگر میں نے ایسا کیا تو دادی جان ساری جائیداد سے عاق کر دیں گی
میں کوشش کر چکا ہوں۔ مصیبت ہے کہ وہ راحت کو جانتی ہیں۔

راحت ـــــ ؟

تابندہ سوالیہ سی نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی۔

راحت اس خاتون کا نام ہے ـــــ جس سے میں شادی کرنا چاہتا
ہوں ـــــ اصل میں راحت کلب میں ڈانسر ہے ـــــ اور دادی جان نے
اخبارات میں اس کی تصویریں دیکھی ہیں ـــــ وہ کہتی ہیں کہ ایک ڈانسر ان
کی بہو نہیں بن سکتی ـــــ

احسن آہستہ سے ہنسا۔

تابندہ جواب میں اٹھ کھڑی ہوئی ـــــ حیران سی تھی کہ احسن کے
ساتھ کیا ہمدردی کرے ـــــ وہ کیوں اسے اپنی ذاتی حالات بتائے جا
رہا ہے۔

آپ بیٹھئے تو سہی ـــــ

جی ـــــ وہ کام ـــــ

بیٹھئے ـــــ ہو جائے گا کام ـــــ

احسن کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اس لڑکی کو اپنا مسئلہ بتائے ـــــ
شاید کچھ کام بن جائے گا ـــــ

تابندہ جھجکتی ہوئی بیٹھ گئی۔

آپ اس سلسلے میں میری مدد کر سکتی ہیں ـــــ

کچھ دیر سوچ کر احسن بولا۔

میں ـــــ ؟؟؟

تابندہ بے بسی سے بولی۔

جی ہاں ——

احسن سنجیدگی سے بولا۔

میں آپ کی بھلا کیا مدد کر سکتی ہوں ——

وہ مزید حیران ہوتی ہوئی بولی۔

اگر آپ بُرا نہ منائیں تو ایک بات کروں ——

احسن کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا وہ کیسے تابندہ کو بتائے ——

جی —— کہیئے ——

تابندہ نے لرزتی ہوئی نگاہیں اوپر اٹھائیں۔

یہ بات جو میں آپ سے کہنے والا ہوں —— آپ اس پر ہمدردی
غور کیجئے گا —— بات اگر بُری لگے تو میں پہلے سے معافی کا خواستگار
خدارا اپنے دل میں کوئی بُرا خیال نہ لایئے گا۔

بات یہ کہ —— آپ کو پوری طرح حق ہے کہ آپ اُسے مانیں یا نہ
مانیں —— یہ خیال ضرور رکھئے کہ میں نے صرف ایک مسئلے سے مجبور ہو کر ا
سوچا ہے۔ میں پھر کہتا ہوں اگر آپ مناسب نہ سمجھیں تو مجھے کوئی غلط ا
نہ سمجھئے گا —— میرے دل میں آپ کے لئے اسی طرح خلوص، ہمدرد
ہے ——

یہ بات ہو یا نہ ہو —— آپ میری نظر میں وہی رہیں گی جو ا

ہیں ——

تابندہ کو یوں لگ رہا تھا جیسے اُسے پھانسی کے تختے کی طرف لے
جایا جا رہا ہے —— چہرہ زرد ہو گیا تھا ——

جانے احسن کیا کہنے والا ہے۔ یقیناً وہ کوئی مایوس خبر سنانا چاہتا ہے
تبھی تو اتنی لمبی چوڑی تمہید باندھ رہا ہے۔

حلق میں کانٹے سے پڑ گئے تھے۔

بمشکل کہنے لگی۔

بات کیا ہے ——؟

بات بہت بڑی بھی ہے اور بہت چھوٹی بھی ایک مسئلہ میرا ہے۔
اور ایک مسئلہ آپ کا اُن دونوں مسائل کا حل ہے —— اگر آپ ہمدردانہ
غور کریں تو ——

احسن کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا۔

اور تابندہ ہمہ تن گوش تھی۔

وہ کہنے لگا۔

آپ مجھ سے شادی کر سکتی ہیں ——

جی ——

تابندہ کی آنکھیں کھُلی کی کھُلی رہ گئیں —— اُس پر گویا حیرتوں کے
پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

ایک لمحے کے لئے اُسے ایسا لگا ۔۔۔ جیسے وہ کرسی سے

پڑے گی ۔

سہم کر ۔۔۔ ڈر کر ۔۔۔ اور بے چین ہو کر تابندہ نے احسن

طرف دیکھا ۔

یہ شادی ایک سودا ہو گی ۔۔۔ میری لاکھوں کی جائیداد

مل جائے گی ۔۔۔ آپ کی پوری زندگی سدھر جائے گی ۔ میں آپ کو

طرح خوش رکھنے کی کوشش کروں گا ۔۔۔ اس کی میں ضمانت دیتا ہو

حالات سدھرنے کے بعد میں راحت سے شادی کر لوں گا ۔۔۔

آپ جب چاہیں جس وقت چاہیں مجھ سے آزادی حاصل کر سکتی ہیں

آپ میری کسی صورت بھی پابند نہیں ہوں گی ۔ جو آپ چاہیں گی وہی

بس یوں سمجھئے کہ ایک سودا ہے ۔۔۔ میں اپنے اطمینان سکون ا

خوشیوں کے لئے آپ کو ۔۔۔ اطمینان ۔ خوشیاں اور سکون دوں گا

تابندہ کا چہرہ زرد ہو گیا تھا ۔۔۔ اور وہ سوچ کے سمندر میں ہچکو

کھا رہی تھی ۔

آپ سوچ لیجئے ۔۔۔ کوئی زبردستی نہیں ۔

احسن آہستہ سے بولا ۔

یہ ذلت ہے ۔۔۔ رسوائی ہے ۔۔۔ دھوکا ہے ۔۔۔

میں ایسا نہیں کروں گی ۔۔۔ میں اتنی ذلیل نہیں ہو سکتی ۔

تابندہ نے دل ہی دل میں سوچا ۔

تو میں اس سے کہہ دوں ۔۔۔ کہ مجھے یہ سودا منظور نہیں ۔۔۔ مجھے

ایسا سکون نہیں چاہئے ۔۔۔ مجھے ایسی خوشیاں نہیں چاہئیں جو کسی کو دھوکا

دے کر حاصل کی جائیں ۔۔۔

نہیں نہیں ۔۔۔

کیا ۔ کیا میں شادی کے بعد بھی ضرورت کا حل بن کر جاؤں گی ۔

جہاں میری اپنی کوئی حیثیت نہ ہو گی ۔۔۔

نہیں نہیں ۔۔۔

وہ ایک دم اٹھ کر کھڑی ہو گئی ۔

احسن اس کے چہرے پر بدلتی ہوئی کیفیتوں کو دیکھ رہا تھا ۔۔۔

محسوس کر رہا تھا کہ اس پر کیا گزر رہی ہے ۔۔۔ وہ کون سے بھنور میں ابھر

اور ڈوب رہی ہے ۔۔۔

مجھے یہ سودا منظور نہیں ۔۔۔

وہ نہایت سنجیدگی سے بولی اور باہر نکل گئی ۔ جب وہ باہر نکلی

تو اپنی بدحواسی پر کس حد تک قابو پا چکی تھی ۔

لیکن پورے سٹاف کی نظریں اس پر جمی تھیں ۔ پورے ۔۔۔

باس کے کمرے میں بیٹھی رہو ۔

اور جب کہ احسن نے سیٹھو سے بھی کہہ دیا تھا کہ کمرے میں کوئی

نہ آئے۔

چبھتی نظروں کو اپنے چہرے پر محسوس کرتے ہوئے وہ ناز

پاس آئی۔

اتنی دیر کیوں ہوئی ——

نازو نے پوچھا۔

گھر چل کر سناؤں گی ——

وہ روہانسی ہو رہی تھی۔

چلو پھر چھٹی تو ہو چکی ——

اور پورے سٹاف کو احسن صاحب نے روک رکھا تھا

میٹنگ ہے —— اتنے میں اندر سے اطلاع آئی کہ میٹنگ کینسل کر دی گئی

تب وہ نازو کے ساتھ آفس سے باہر نکل آئی۔

~~~~~~~~~~

نازو باتھ روم میں تھی ——

اور وہ کھانا پلیٹ میں نکالتے ہوئے عجیب سی ذہنی کشمکش میں گرفتار

تھی ——

اُس کی آنکھوں سے کبھی وحشت سی ٹپکنے لگتی۔

اور کبھی تلخیٔ حیات اور غم و اندوہ کی جھلکیاں نظر آتیں۔

حالات کا کڑوا پن تھا۔

قسمت کی ستم ظریفی ——

کیا میں یہاں بھی خانہ پُری کروں گی ——

زندگی کی لمبی دوڑ میں ——

جہاں ایک پیارا سا ساتھی ہوا کرتا ہے۔

جس کی محبت میں ڈوب کر دنیا کی ساری تکلیفیں مٹ جاتی ہیں۔
~~~~~~~~~~

کیا میری زندگی میں یہی کچھ ہے ۔۔۔

دل و دماغ میں ایک جنگ سی چھڑ گئی تھی۔

حالات کہتے ۔۔۔

یہ سودا کر لو ۔۔۔

دل کہتا۔

نہیں میں بھی تو انسان ہوں ۔۔۔ میرا بھی دل ہے ۔۔۔ اس دل میں ۔۔۔ تمنائیں ہیں ۔۔۔ کیا میں حالات سے سمجھوتہ کر لوں۔

دل کی بات نہ مانوں ۔۔۔

نہیں نہیں ۔۔۔

مجھ پر لیبل لگ جائے گا ۔۔۔

میں رسوا ہو جاؤں گی ۔۔۔

میں ایسی شادی نہیں کر سکتی ۔۔۔

وہ اسی سوچ میں پلیٹ سالن سے بھرے جا رہی تھی۔

نازو باتھ روم کے دروازے پر تولیے سے منہ پونچھتی ہوئی اُسے دیکھ رہی تھی۔

آں ۔ ہاں کیا کر رہی ہو۔

نازو ہنس کر بولی۔

ارے ۔۔۔ اوہ ۔۔۔

تابندہ لبالب بھری پلیٹ دیکھ کر شرمندہ سی ہو گئی ۔۔۔

کیا ہو گیا ہے تمہیں ۔۔۔

کچھ نہیں ۔۔۔

تابندہ نے میز پر پلیٹیں لگائیں ۔۔۔

جس وقت سے تم بوس کے کمرے سے آئی ہو۔ کھوئی کھوئی سی ہو ۔۔۔ کیا بوس نے رومانس تو نہیں جھاڑ دیا۔

نازو مسکرائی۔

ہں ۔۔۔ اور تابندہ یوں پریشان ہو گئی جیسے چوری کرتے ہوئے پکڑ لی گئی ہو ۔۔۔

کوئی بات ضرور ہے ۔۔۔

نازو نوالہ توڑتے ہوئے بولی۔

تابندہ خاموشی سے کھانا کھا رہی تھی۔

ویسے احسن صاحب ہیں تو شریف آدمی ۔۔۔ مجھے یہاں نوکری کرتے پورے چار سال ہو گئے مگر ان چار سالوں میں میں نے ایک دن بھی اس کے کسی سکینڈل کا نہیں سنا۔ اور نہ ہی اُس کی نظر بری ہے ۔۔۔ ہم لوگوں سے ہمیشہ بڑا اچھا سلوک کرتا ہے ۔۔۔ ہر بات شرافت کے دائرے میں ۔۔۔ اور سچ پوچھو تو احسن واقعی آئیڈیل قسم کا آدمی ہے ۔۔۔ مگر آج تجھے جو دو گھنٹے کمرے میں بٹھائے رکھا۔ اس پہ میں تو کیا پورا سٹاف حیران تھا بلکہ رضوی کمبخت

نے تو دو مرتبہ مجھے کہا بھی ——

کیا کہا ——

تابندہ چونکی۔

یہی کہ آپ کی دوست کو گئے دو گھنٹے ہو گئے —— بات کیا ہے

اور پھر مسکرانے لگا۔

ہائے اللہ ——

تابندہ کٹ کر رہ گئی ——

مگر تجھے کیا کہا اُس نے ——

نازو نے پوچھا۔

مجھے —— ایک عجیب سی بات تم سنو گی تو حیران رہ جاؤ گی۔

بتاؤ بھی کچھ ——

وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے ——

تابندہ سنجیدگی سے بولی۔

ہیں ——

نازو کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔

ہاں ——

سچ کہہ رہی ہو ——

مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے ——

نازو خاموش ہو گئی ——

تابندہ کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا —— وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ کوئی جذبہ
کوئی حیا کی لکیر —— کوئی خوشی —— کوئی دکھ —— کچھ بھی نہیں تھا۔

تم نے کیا جواب دیا۔

نازو کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولی۔

میں نے انکار کر دیا۔

تابندہ کے لہجے میں اطمینان تھا ——

کیوں ——

بس کر دیا انکار ——

غلطی کی —— احسن بہت شاندار آدمی ہے ——

بڑی شکی رہو گی —— اور اس کی شرافت کا اندازہ تم یہیں سے لگا
لو —— اس نے تم سے رومانس لڑانے کی کوشش نہیں کی، فٹ سے شادی
کا پیغام دیا ہے —— ورنہ اگر وہ چاہتا تو ——

کیا چاہتا ——

تابندہ ایک دم بولی۔

چاہتا تو رومانس لڑا سکتا تھا ——

کیوں لڑا سکتا رومانس —— میں تو جیسے تیار بیٹھی ہوں ——

تابندہ کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

یہ بات نہیں تابی ——— وہ تمہیں پسند کرتا ہے نا تو کسی طرح
نہیں متاثر کرلیتا ۔ بھئی ایک منٹ کے لئے مان لو کہ محبت سے ——— بہت
سے ——— مگر اس سے فناخ سے شادی کا پیغام دیا ———

وہ مجھے پسند نہیں کرتا بابا ——— یہ تم سے میں نے کب کہا ۔

تابندہ نے کہا ۔

تو پھر شادی کیوں کرنا چاہتا ہے ——— ؟

اپنی جائیداد حاصل کرنے کے لئے ———

کیا ———

نازو حیرت سے بولی ۔

ہاں ——— اس کی محبت ایک کلب ڈانسر سے ہے ۔ اس کی دادی
اس کی شادی کرنے پر تیار نہیں ۔ وصیت کے مطابق وہ تمام جائیداد
اس وقت مالک ہوگا جب کسی اچھی لڑکی سے شادی کرلے گا اور جب جائیداد
اس کے نام ہوجائے گی تب اس لڑکی کی چھٹی کردے گا ۔ یہ ہے ساری بات
جو اس نے مجھے صاف بتادی ہے ۔ اور اس کا کہنا ہے کہ میں اس کے ساتھ
سودا کرلوں ——— جس کے لئے وہ مجھے دنیا کا تمام سکھ ——— آرام دینے
تیار ہے ۔

ہوں ———

نازو ساری بات سمجھ گئی ——— تو کہنے لگی ۔

یہ بھلا کیا تک ہوئی ——— تم نے واقعی انکار کرکے اچھا کیا ———

تو میں عقلمند ہوں نا ———

تابندہ مسکرائی ۔

ایسی بھی نہیں کہ اترانے لگ جاؤ ———

نازو پلنگ پر دراز ہوتے ہوئے بولی ۔

تابندہ نے کھانے کی پلیٹیں اٹھا کر ایک طرف رکھیں ——— اور دوسرے
پلنگ پر لیٹ گئی ۔

یہ ایک کمرہ ان کا کچن ——— ڈرائینگ ——— بیڈ ——— سب ہی کچھ تھا ۔
تیل کا اسٹو اور ایک چھوٹی الماری میں مرچ مصالحے کے ڈبے اور چند
برتن بند تھے ۔

ایک طرف کو دو پلنگ بچھے تھے ۔ جن کے درمیان میں ایک میز ———
ایک کھڑکی بند کرکے اس میں کتابیں رکھی گئی تھیں ——— اور کمرے کے
دوسرے دروازے کی طرف چار کرسیاں ——— اور ایک درمیان میں میز ۔
سامنے دیوار میں لگی ہوئی کپڑوں کی الماری تھی ۔ دونوں ہی کمرے کی جھاڑ
پونچھ میں لگی رہتیں ۔ جو جی چاہتا پکا لیتیں ——— جہاں جی چاہتا گھومنے چلی
جاتیں ———

آرام سے زندگی گزر رہی تھی ———

ایک نوکری ہی تھی نہ ——— کبھی نہ کبھی مل جائے گی ——— پھر میں کیوں

اپنی زندگی کو روگ لگالوں ۔

خواہ مخواہ ـــــ سوچتے سوچتے ہی وہ سوگئی ۔



کھڑ پٹر کی آواز سے تابندہ کی آنکھ کھل گئی ۔

کروٹ بدل کر دیکھا ـــــ

نازو تھی جو تیل کے چولہے پر فرائی پین رکھے پکوڑے تل رہی تھی۔

کیا ہو رہا ہے ـــــ

تابندہ نے پوچھا ۔

پکوڑے اور چائے عیش کریں گے ـــــ

اچھا ـــــ

تابندہ ہنسی ـــــ

آج تو سوئی نہیں ـــــ

تابندہ نے پوچھا ۔

تو نے بات ہی ایسی سنادی تھی نیند ہی نہیں آئی ۔

نیند تو واقعی میری بھی اڑ گئی ہے ——

تابندہ انگڑائی لے کر اٹھ بیٹھی ۔

تو تو خیر ہے چریں —— ایسا سوتی ہے کہ اس پاس کی خبر نہ
رہتی —— میں تو کب کی اٹھی ہوں —— تجھے پتہ ہی نہیں ——

نازو نے فرائی پین اتار کر چائے کی کیتلی چولہے پر رکھ دی ۔ آنکھیں
تمہیں نیند نہیں آتی ۔

تابندہ نے کہا۔

اسے کہتے ہیں محبت ——

نازو ہنسی ——

کیا کہا ——

تابندہ چونکی۔

جب آنکھیں بند ہوں اور نیند نہ آئے تو سمجھو کہ کسی سے محبت

مجھ سے کون محبت کر سکتا ہے ——

تابندہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

کیوں —— تو کافی ہے ——

نازو نے کہا تو تابندہ ہنس دی ۔

تابی ——

نازو پکوڑوں کی پلیٹ اس کے سامنے کرتے ہوئے بولی۔

ہوں ——

کافی دیر سے میں احسن کی پیش کش کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔

کیا ——

یہی کہ تو احسن سے شادی کر لے ۔

توبہ میری ——

سن تو سہی —— دیکھ ذرا سوچ ۔ احسن کتنا اچھا آدمی ہے ۔ ایسا شوہر
بنانا تو ہر لڑکی پسند کرے گی ۔

مگر نازو —— تو سمجھتی کیوں نہیں —— وہ تو مجھ سے صرف ضرورت کے
تحت شادی کرنا چاہتا ہے ۔ میرا ہمیشہ کے لئے ساتھی تو نہیں بننا چاہتا نا ۔

تابندہ پکوڑا منہ میں رکھتے ہوئے بولی۔

ٹھیک ہے ایسا ہی سہی —— مگر جب تو اس کی بیوی بن جائے تو
پھر تو اس کا یہ ارادہ بدل سکتی ہے ۔ ایمان سے بالکل ٹھیک ہو جائے گا
ڈانسر وانسر کو بھول جائے گا —— تم کوئی کم قیامت ہو ——

نازو کی بات سن کر تابندہ زور سے ہنس دی۔

اور کیا سچ تو کہہ رہی ہوں —— ایمان سے مان جا —— کر لے شادی
یہ دربدری بھی ختم ہو جائے گی —— یہاں نوکری کرو —— وہاں نوکری کرو۔

قدم قدم پہ ڈر خوف ——

نازو برا سا منہ بنا کر بولی ۔

یہ آج اس زندگی میں کیڑے پڑ گئے ہیں ـــــ ہمیشہ تو تم اس طرح
کی بڑی تعریف کرتی ہو ـــــ

تابندہ نے کہا۔

میں بس یوں سمجھو کہ حالات سے سمجھوتہ کرنے والی لڑکی ہوں ـــــ ورنہ
چانس مل رہا ہے تمہیں ـــــ

ویسے تمہیں آج دل کی بات کہوں ـــــ ایمان سے اگر کوئی اچھا آ
مجھے مل جائے تو فٹاخ سے شادی کر لوں۔

احسن سے کر لو ـــــ

تابندہ ہنس کر بولی۔

ضرور کر لیتی ـــــ مگر اس کی دادی اماں مجھے اچھی طرح جانتی ہیں۔
دفتر میں کام کرنے والی لڑکی بھی تو ان کی بہو نہیں بن سکتی۔

نازو نے چائے بنا کر تابندہ کو دی اور اپنے لئے بھی گلاس
اگر تو شادی کے بارے میں اتنی سیریس ہے تو کوشش کیوں نہیں کر
میرا مطلب ہے آج تک کسی نے تمہیں متاثر ہی نہیں کیا۔

تابندہ نے کہا۔

ایمان سے اگر کوئی متاثر کرتا تو فوراً کر لیتی ـــــ لے دے کر اپنے
کے لوگوں سے ہی واقفیت ہے۔ پورے سٹاف میں دو بڈھے کھوسٹ
جو یا تو اپنی بیٹیوں کے جہیز بنانے میں مصروف ہیں یا پھر بیوی کے چڑچڑ

پن کا علاج کرنے میں ـــــ

باقی سارے شادی شدہ ہیں۔ کوئی ایک بچے کا باپ اور کوئی دو کا
ایک خیر سے کنوارہ ہے ـــــ مگر اتنا شرمیلا دھان پان سا ـــــ اُسے دیکھ کر
جی چاہتا ہے یہ تو کسی سٹیج پہ ہی کام کرے ـــــ عورتوں کی طرح بات
کرے گا ـــــ فیشن بھی عورتوں کی طرح ـــــ ایک ناخن پر نیل پالش
لگائے رکھتا ہے ـــــ اب بتاؤ مجھے کون متاثر کرتا۔

نازو اس کے قریب ہی آ بیٹھی ـــــ

اللہ دے گا ـــــ صبر کر ـــــ

وہ تو کر ہی رہی ہوں ـــــ مگر تمہیں تو اللہ میاں نے چھپڑ پھاڑ کر
ایک موقع دیا ہے اور تم گنوا رہی ہو ـــــ

چھوڑو بھی اسے ـــــ

تابندہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

کہاں چلیں ـــــ

ذرا پڑوس والی پارسن کو دیکھوں بیمار تھی بے چاری ـــــ

آج صبح سے ہی اس کا جی بار بار رونے کو چاہتا تھا۔

آج اُس کی نوکری کا آخری دن تھا —— مسز رحیم آج اپنی جگہ

آنے والی تھی —— اور آج —— اُسے چھٹی ہو جانی تھی۔

نازو کی طبیعت خراب تھی۔ اُس نے درخواست لکھ کر تابن

دے دی —— اور کہنے لگی۔

لو بھئی آج اپنی تو چھٹی ——

ڈاکٹر کے پاس بھی بے شک چلی جانا ——

تابندہ نے کہا۔

معمولی سا فلو ہے۔ اسپرین کھا کر لیٹتی ہوں —— تمہارے آ

تک ٹھیک ہو جاؤں گی۔

نازو پلنگ پر لیٹے لیٹے بولی۔

میرا تو آج بالکل دفتر جانے کو جی نہیں چاہ رہا ——

تابندہ کے دل کی بات آخر زبان پر آ ہی گئی۔

جاؤ جاؤ اللہ بھلی کرے گا۔ اور دیکھو احسن صاحب سے ضرور ملنا

ہو سکتا ہے کوئی انتظام کر دے کہیں ——

ہوں ——

تو جاؤ پھر —— رونی صورت ——

نازو ہنسی۔

اور تابندہ بیگ اٹھا کر باہر نکل گئی ——

ہوسٹل سے تھوڑی دور ہی بس سٹاپ تھا۔

ویسے دفتر بھی زیادہ دور نہیں تھا ——

مگر اُس نے بس میں جانا زیادہ مناسب سمجھا۔

اُس کے بس سٹاپ پر پہنچتے ہی بس آ گئی —— جو لوگوں سے کھچا کھچ

بھری ہوئی تھی۔

اس وقت زیادہ رش دفتر اور سکول جانے والوں کا ہی ہوتا ہے۔

اگلے ہی سٹاپ کے قریب دفتر تھا۔

یونہی وہ بس سے اُتری —— اور دفتر کی طرف چل دی۔

دفتر سامنے نظر آ رہا تھا۔

اور وہ سوچ میں ڈوبی ہوئی —— آہستہ آہستہ قدم بڑھا رہی تھی۔

اچانک ہی اُس کے کندھے پر کسی نے ہاتھ رکھ دیا۔

ہاتھ رکھنے والے کی گرفت اُس کے کندھے پر بڑی مضبوط تھی۔

کون ——

اُس نے مڑ کر دیکھا۔

مگر ——

دیکھتے ہی اُس کی جان ہی تو نکل گئی —— چہرہ خوف سے پیلا پڑ

وہ غفورا تھا —— جو اُس کا کندھا جھنجوڑتے ہوئے ہنس رہا تھا

تم ——

وہ تھر تھر کانپتے ہوئے بولی۔

ہاں میں —— کہاں تک بچے گی مجھ سے —— میں نے بھی قسم کھا

کہ تجھے ڈھونڈ کر رہوں گا۔

چھوڑو میرا راستہ ——

وہ دفتر کی طرف جانے کی نیت سے تیز تیز قدم اٹھانے لگی۔

خبردار جو ایک قدم بھی آگے بڑھایا۔

غفورے کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔

دانت بھینچ گئے ——

کہنے لگا۔

کتنے عرصے سے تیری تلاش میں پھر رہا ہوں۔ آج ملی ہے تو کہتی

راستہ چھوڑ —— اب میں تیرا راستہ چھوڑوں گا —— چل آ سیدھی طرح

شور مچائے گی تو گلا دبا دوں گا۔

اگلے ہی لمحے غفورے نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور سڑک سے پرلی

طرف لے جانے کے لئے گھسیٹنے لگا۔

چھوڑ دے مجھے ذلیل —— کمینے —— چھوڑ دے۔

تابندہ کی آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی۔

اور غفورا اُسے گھسیٹے لئے جا رہا تھا۔

ایک دو راہ گیر غفورے کے پیچھے لپکے ——

تو وہ جلدی سے بولا۔

یہ میری بیوی ہے —— اور گھر سے بھاگ آئی ہے —— آپ

لوگ اپنا راستہ لیں۔

راہ گیر ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔

کچھ لوگ اور اکٹھے ہو گئے۔

کچھ تماشہ دیکھنے کو رک گئے۔

اور کوئی لاپرواہی سے آگے بڑھ گیا ——

چھوڑ دے مجھے ——

تابندہ چیختی۔

اب تجھے دنیا کی کوئی طاقت مجھ سے نہیں چھڑا سکتی ——

غفورا اُس کا ہاتھ پکڑے سختی سے اُسے گھسیٹتے ہوئے بولا۔

عین اُسی لمحے احسن کی کار سامنے رُکی ——— تابندہ کو دیکھ

وہ جلدی سے لوگوں کی بھیڑ چیرتا ہوا آگے بڑھا۔

تابندہ نے چیخ کر کہا۔

احسن صاحب یہ غنڈہ ——— مجھے اِس سے بچائیے۔

احسن نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ——— دو تین زور کے طمانچے غفورے

منہ پر دے مارے۔

غفورے نے جوابی حملہ کیا۔

احسن نے مکّے ——— گھونسے ——— مار مار کر اُسے بے حال کر دیا۔

احسن کی دیکھا دیکھی کچھ اور لوگوں نے بڑھ کر غفورے کو پکڑا۔

احسن کا ڈرائیور پولیس بلا لایا۔

پولیس نے غفورے کو گرفتار کر لیا۔

اور احسن تابندہ کا ہاتھ تھام کر جلدی سے گاڑی کی طرف آ گیا۔

تابندہ کا رنگ پیلا زرد ہو رہا تھا۔

آؤ بیٹھو ———

احسن نے گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔

اور وہ ——— نڈھال سی سیٹ پر گر پڑی۔

احسن نے دروازہ بند کیا اور گاڑی میں بیٹھ کر جلدی سے گاڑی اڑا

کر دی۔

ہوش میں آئیے ———

احسن نے تابندہ کو کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑا ———

اور احسن کی اس تسلی سے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی ——— احسن اُسے یونہی

سڑکوں پر گھماتا رہا ———

مگر وہ روئے جا رہی تھی ———

آپ اپنی حالت ٹھیک کریں دنیا میں ایسا ہوتا ہی رہتا ہے ———

احسن آہستہ سے بولا۔

اگر ——— اگر آپ نہ آتے تو ——— وہ غنڈہ مجھے ———

روتے ہوئے اس کی آواز ٹوٹ گئی ———

اللہ سب کا والی ہوتا ہے ——— وہ کوئی نہ کوئی سبب پیدا کر دیتا ہے

اب چُپ ہو جائیے ——— تو چل کر کہیں بیٹھیں ——— کچھ ٹھنڈا پلاؤں آپ کو،

بہت روئی ہیں آپ ———

بمشکل تابندہ نے آنسو روکے ———

مگر آنکھیں سُوج گئی تھیں ———

احسن نے گاڑی ایک ہوٹل کے سامنے پارک کے پاس روکی۔

اور بولا۔

آئیے ———

کہاں ـــــ

تابندہ کی آواز اب تک لرز رہی تھی۔

یہاں کچھ دیر بیٹھتے ہیں ـــــ اور آپ اس حادثے کو بھولنے کی کوشش

کریں۔

تابندہ اُٹھ کر اُس کے ساتھ ہوٹل کے اندر آگئی۔ کونے کی میز کے

بیٹھ کر احسن نے چائے کا آرڈر دیا ـــ اور ساتھ ٹھنڈا پانی بھی۔ جلا

ایک نظر تابندہ کے اُجڑے چہرے کی طرف دیکھا۔ اور بولا۔

یہ کون تھا ـــــ

تابندہ اُس کی طرف دیکھ کر رہ گئی ـــ

آپ اسے جانتی ہیں ـــــ

احسن پھر بولا۔

جی ہاں ـــــ

احسن نے حیرت سے تابندہ کی طرف دیکھا۔

اس کا نام غفورا ہے ـــ اور یہ خالہ رابعہ کا سوتیلا بیٹا ہے۔

تابندہ دھیمی سی آواز میں احسن کو بتا رہی تھی اور وہ غور سے سُن رہا

خالہ رابعہ نے مجھے ماں بن کر پالا ہے ـــــ ہم دونوں کی زندگی بہ

اچھی گزر رہی تھی۔ میں کالج جاتی تھی اور خالہ مجھ سے بہت پیار کرتی تھیں

غفورا کبھی بھی تو اُس گھر میں نہیں آیا تھا۔ لیکن اچانک ہی ایک دا

اور ـــ اور خالہ رابعہ کے پیچھے پڑ گیا کہ ـــــ مجھ سے شادی کرے گا۔

خالہ رابعہ نے انکار کیا تو دھمکیوں پر اتر آیا کہ میں اٹھا کر لے جاؤں گا ـــ

اسی کے ڈر سے خالہ رابعہ نے مجھے سجاد بھائی اور ثریا کے پاس بھیج دیا۔ اور ـــ

اور ـــ آج یہ پھر مجھے مل گیا۔

تابندہ کی آنکھوں سے پھر آنسو گرنے لگے۔

ہوں ـــ

احسن نے پوری بات سُن کر تابندہ کی طرف ہمدردی سے دیکھا۔

کہنے لگا۔

اب آپ اس بات کو بھول جائیے ـــــ میں آج ہی پولیس کو فون

کر دوں گا کہ اُسے کچھ عرصہ بند رکھیں۔

تابندہ نے تشکر بھری نظروں سے احسن کی طرف دیکھا اور بولی۔

آپ کا احسان میں ساری عمر نہیں بھول سکتی۔

چھوڑیئے اِن باتوں کو ـــــ چائے پیجئے ـــــ اور بے فکر رہیئے۔

پولیس اُسے پھر چھوڑ دے گی ـــــ

تابندہ سہمی ہوئی آواز سے بولی۔

چھوڑ دے گی تو کیا ہوا ـــــ ایسا اندھیر تو نہیں ہے نا ـــــ

ہمت سے کام لیجئے ـــــ

احسن مسکرا کر بولا۔

آپ نے آج مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے ——

تابندہ کی آواز بھرّا سی گئی۔

پھر وہی احسان —— اب پلیز اس واقع کو بھول جایئے ——

احسن نے چائے کی پیالی اُس کے سامنے رکھ دی۔

پھر کچھ دیر خاموشی چھائی رہی ——

احسن صاحب ——

وہ آہستہ سے بولی۔

آج میری نوکری کا آخری دن ہے ——

ہوں ——

احسن سوچتے ہوئے بولا۔

تو میرے لئے کچھ بندوبست نہیں ہوا ——

وہ جھجھکتی ہوئی بولی۔

آپ دفتر آتی رہیئے۔ دو چار دن میں میں کچھ بندوبست کر دوں گا۔

احسن نے کہا۔

جی ——

پھر لمبی خاموشی چھا گئی۔

احسن نے بل پے کیا —— اور جانے کی نیت سے تابندہ کی طر

دیکھا —— مگر وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔

ایک نظر احسن کی طرف دیکھا اور نظریں جھکا لیں۔

پھر نہایت دھیمی آواز میں کہنے لگی۔

آپ نے اُس روز مجھے ایک بات کہی تھی۔

کون سی بات ——

احسن اُس کے چہرے پر بدلتے رنگوں کو دیکھتا ہوا بولا۔

شادی کی ——

تابندہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی بولی۔

ہاں —— کہی تھی ——

احسن نے اس کی طرف غور سے دیکھا۔

میں —— میں —— اُس کے لئے تیار ہوں ——

اُس نے چند لمحوں میں ہی سب کچھ سوچ لیا تھا۔ احسن سے شادی کرنے
میں اُسے آرام —— سکون —— سب کچھ ہی ایک لمحے میں نظر آگیا۔

غفورے کے ڈر سے کہہ رہی ہیں ——

احسن مسکرایا۔

کچھ بھی سمجھئے ——

تابندہ نظریں جھکائے بولی۔

احسن ایک لمحے تک اُس کے چہرے کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

آپ نے یہ فیصلہ کر کے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے ۔۔۔ اور میں ا
کر دوں گا کہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھ سکوں ۔۔۔ آپ سکھی رہیں گی ۔۔
اپنے آپ کو کبھی بھی ... پابند نہ سمجھئے گا ۔

تابندہ خاموش تھی ۔ لیکن گلا رندھ رہا تھا ۔ آنسو آنکھوں میں مچل
رہے تھے ۔

شاید یہ احساس تھا کہ میں نے اپنی زندگی بیچ ڈالی ہے ۔۔۔ اپنی
آرزوئیں ۔۔۔ سب کچھ فروخت کر دیا ہے ۔

میں اب صرف گوشت پوست کا بت ہوں ۔ لاش کی مانند ۔۔۔ ہر
تمام جذبوں کا میں نے سودا کر لیا ہے ۔۔۔

اور یہ سارا احساس ۔۔۔ اس کی آنکھوں میں مچل رہا تھا ۔

احسن اس کی حالت سے واقف تھا ۔۔۔ جانتا تھا کہ اس پر کیا گز
رہے ۔۔۔ مگر اس وقت ایک لڑکی کی محرومیوں سے زیادہ اسے اپنی
کا خیال تھا ۔۔۔ تصور ہی تصور میں اس نے لاکھوں کروڑوں کی جا
حاصل کر لی تھی ۔۔۔ اور راحت ۔۔۔ اس کی محبت ۔۔۔ ا
خوابوں کی شہزادی اس کے ساتھ تھی ۔

اتنی خوشیاں ۔۔۔ اتنے رنگ ۔۔۔ اتنی روشنی تھی ۔
کہ اس نے تابندہ کی محرومیوں کو مدھم کر دیا ۔
اس کی زندگی اسے اس رنگ و نور کے طوفان میں نظر ہی نہ

آیئے چلیں ۔۔۔

مسرور سا ۔۔۔ مدہوش سا وہ اٹھا ۔۔۔

وہ اپنے آپ سے ۔۔۔ اپنے ضمیر سے نظریں چرائے آہستہ سے اٹھی ۔
اور اس کے ساتھ چل دی ۔

گاڑی چلاتے ہوئے وہ بے حد مسرور تھا ۔۔۔ مسکراہٹیں آپ ہی آپ ہونٹوں
پر مچل رہی تھیں ۔

اور تابندہ ۔۔۔ لٹی لٹی ۔۔۔ اجڑی اجڑی بیٹھی تھی ۔

آپ کو میں ہوسٹل چھوڑ کر آپ کے لئے کوٹھی تلاش کرتا ہوں ۔۔۔ جہاں
آپ رہیں گی ۔۔۔ اور دادی اماں آپ کو دیکھنے آئیں گی ۔۔۔ نازو اس سلسلے میں
ہماری مدد کرے گی ۔ اور میرے ایک بزرگ دوست ہیں انہیں میں آپ کا
سرپرست ظاہر کروں گا ۔۔۔ یعنی کہ وہ آپ کے چچا ہیں ۔۔۔

ٹھیک ۔۔۔

احسن بولا ۔۔۔

جی ۔۔۔

اب اس نے بہت بڑی بات مان لی تھی تو یہ چھوٹے چھوٹے جھوٹ کیا
حیثیت رکھتے تھے ۔

نازو کو آپ تیار کریں ۔۔۔ میں ابھی آتا ہوں ۔

وہ گاڑی ہوسٹل کے پاس روکتا ہوا بولا۔

جی ——

تب وہ آہستہ سے گاڑی سے اُتر گئی۔

کٹی کٹی سی وہ کمرے کی طرف جا رہی تھی۔

جب گئی تھی تو ایک زندہ انسان تھی جس کے سینے میں دل دھڑکتا تھا

کی خواہشیں تھیں —— تمنائیں تھیں ——

گھر آئی تھی تو —— ایک مردہ جسم لئے —— جذبوں سے عاری ——

کوٹھی زرد زرد قمقموں سے سجی ہوئی تھی۔

اور وہ اندر سُرخ کمخواب میں لپٹی —— بھاری بھاری زیورات سے

لدی ہوئی دُلہن بنی بیٹھی تھی۔

نازو اُس کے قریب ہی بیٹھی تھی۔

ان چار دنوں میں سب کچھ ہی تو ہوگیا ——

احسن نے کوٹھی کرائے پر لے کر نازو اور تابندہ کو اس میں منتقل کر دیا تھا۔

احسن کا دوست جس کا نام ریاست علی تھا —— احسن کی خوشی کی خاطر

تابندہ کا چچا بن گیا۔

اور پھر دادی اماں تابندہ کو دیکھنے آئیں۔

جانے تابندہ میں کیا تھا۔

دادی اماں کو وہ بہت پسند آئی —— اور انہوں نے فوراً ہی نکاح

کے لیے تاریخ مقرر کرلی۔

دادی اماں۔ پتلی دُبلی سی خاتون تھیں ——— رنگ سرخ و سفید ۔ چہرہ
پر نورانی سا وقار ——— سفید ریشم کے لباس میں ہیروں کا ہلکا ہلکا زیور پہنے
وہ تابندہ کو دیکھنے آتی تھیں ——— تو تابندہ اس نیک سی ہستی کو دیکھ
کس قدر شرمندہ ہوتی تھی۔

اس خاتون کو دھوکا دے رہی ہوں میں ——— اس کے فیصلے
کئی جھٹکے کھائے ——— مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ فیصلہ بدل جاتا تو احسن
تباہ ہو جاتا۔ اور وہ خود بھی ———

اس لیے خاموش ہو گئی تھی ———

دادی اماں نے تابندہ کو پسند کر لیا۔ اس کے حسب نسب
تسلی کر لی۔ تو نکاح کا دن مقرر کر لیا۔

آج تابندہ کا نکاح تھا۔

سرخ کمخواب میں لپٹی ہوئی وہ بہت حسین نظر آ رہی تھی۔
نازو نے جب اُسے آئینہ دکھایا تو وہ حیران رہ گئی۔

کیا یہ میں ہوں ———

ہاں اور کیا ———

نازو ہنسی ———

تابندہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ———

اری روتی کیوں ہے ——— بڑی قسمت والی ہے تو ———

تابندہ کے لبوں پر طنزیہ سی ہنسی پھیل گئی ———

تابی ———

نازو اس کے مہندی رنگے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیتی ہوئی بولی۔

تابندہ نے افشاں کے بوجھ سے جھکی آنکھیں کھول کر اُس کی طرف دیکھا۔

آج بیڑا ہو جائے گا احسن کا ———

چل ہٹ ———

ایمان سے ——— ہاں اور ایک بات میری سن لو ——— بلکہ پلے باندھ
لو ——— آج کا دن پھر نہیں آئے گا ——— تمہارا احسن سے نکاح ہو رہا
ہے۔ تم اس کی بیوی بن رہی ہو ——— آج کا موقع ہاتھ سے کھونا مت
اب اگر تم اسے اپنی طرف راغب کرو تو یہ تمہارا حق ہے ——— آج کی
کوشش اُس ڈانسر کا بیڑا کر دے گی ——— سمجھی ———

میرا اس کا جو معاہدہ ہوا ہے ——— اُسے میں توڑوں گی نہیں ———

تابندہ آہستہ سے بولی ———

دفع ——— کیا بات کرتی ہو ——— خبردار جو تم نے معاہدے کو ذہن میں
رکھا ——— دیکھ مان جا ——— ورنہ پچھتائے گی۔

نازو جھلا گئی ——— کہنے لگی۔

ویسے آج تو پتھر دل بھی دیکھے تو موم ہو جائے ——— وہ تو انسان ہے۔

نکاح کے لئے لوگ اندر آئے تو نازو نے دوپٹہ تان لیا۔

اور پھر ——

چند لمحوں میں وہ احسن کی ہو گئی۔

مبارک ہو احسن صاحب ——

باہر اس کے دوستوں نے مبارک دی —— تو اس کی نظروں میں
راحت کا چہرہ آ گیا۔

جو اس وقت خوشی سے، رقص کرتے کرتے تھک گئی ہو ——

اور پھر مبارک سلامت کے اس شور میں ——

دادی اماں نے تابندہ کو تھام لیا ——

اور پھولوں سے لدی گاڑی میں لا بٹھایا ——

اس سے ملنے والی صرف نازو تھی۔

اسے رخصت کرنے والی صرف نازو تھی۔

ماں بھی —— باپ بھی —— بہن بھی اور بھائی بھی اور ——

تابندہ نے بھی سارے رشتے اسی کی ذات میں مدغم کر دیئے۔

اور اس سے لپٹ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

یوں جیسے باپ سے گلے مل رہی ہو ——

جیسے ماں سے لپٹ رہی ہو ——

جیسے بھائی کی دعائیں لے رہی ہو ——

جیسے بہن کی محبت سمیٹ لینا چاہتی ہو ——

نازو کی آنکھوں میں بھی جھڑی لگی تھی ——

تم کیا لگتی ہو دلہن کی ——

دادی اماں نے پیار سے پوچھا۔

تابندہ میری سہیلی ہے لیکن بہنوں جیسی ——

نازو نے کہا۔

چلو میرے ساتھ ——

دادی اماں نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

میں تھوڑی دیر میں آؤں گی۔

نازو آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔

تم ہمارے دفتر میں کام کرتی ہو نا ——

دادی اماں نے کہا۔

جی ہاں ——

تو اپنی سہیلی کے پاس آتی رہنا ——

دادی اماں نے نازو کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔

جی —— آتی رہوں گی ——

نازو بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

اور پھر —— گاڑی روانہ ہو گئی ——

نازو وہیں کھڑی تھی ——

یا اللہ تابی کو خوشیاں اور سکون دینا ——

نازو نے صدق دل سے دعا دی۔

اور اندر چلی گئی ——

کیونکہ اُسے اپنا سامان سمیٹ کر ہوسٹل جانا تھا ——

ریاست علی نے اس کا شکریہ ادا کیا۔

اور وہ تابی کی خوشیوں کی دُعا مانگتی اپنا سامان سمیٹ کر ہوسٹل آ گئی۔

~~~~~~~~

یہ محل نما بنگلہ تھا —— بہت وسیع — خوبصورت —— قیمتی سامان سے سجے ہوئے کمرے —— لمبی لمبی راہداریاں —— ماربل اور قیمتی پتھروں سے بنی ہوئی گیلریاں ——

لمبے چوڑے وسیع لان —— خوبصورت پھولوں سے ڈھکے ہوئے بڈ —— اور سنگِ مرمر کے خوبصورت فوارے۔

اور آج یہ محل نما بنگلہ روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔

ایک ایک پتہ ایک ایک پھول رنگین قمقموں سے لدا ہوا تھا۔

خاندان کی دوسری عورتیں بھی تھیں —— آج بیگم رحمان (دادی اماں) نے کسی کو نہیں بلایا تھا ——

دوسرے روز دعوت ولیمہ کا جشن تھا اور اس میں شہر بھر کے معزز لوگ مدعو تھے۔

آج کے دن بھی بیگم رحمان پوتے کی جی بھر کر خوشیاں منانا چاہتی تھیں۔ لیکن احسن نے منع کر دیا تھا۔ بہانہ اُس نے یہ بنایا —— چونکہ تابندہ کے گھر والے خاندانی اور شریف لوگ تو ہیں مگر ان کی مالی حالت اچھی نہیں اس لئے برات میں زیادہ لوگ نہ ہوں۔

لہٰذا بیگم رحمان اس بات کو سمجھ گئیں —— اور برات میں چند لوگ لے کر گئیں اور دلہن کو لے آئیں۔

احسن انہیں بہت عزیز تھا —— جس کی وجہ یہ بھی تھی کہ ان کا ایک ہی
~~~~~~~~

بیٹا تھا ـــ حسن رحمان ـــ اور اس کے ہاں بھی صرف ایک ہی بیٹا ہوا۔ یہ
سارے گھر کی آنکھوں کا نور تھا ـــ حسن کو جوانی میں ہی کینسر ہو گیا تھا ـــ
بیگم رحمان بیٹے کو علاج کے لئے باہر بھی لے گئیں۔ دنیا کے ڈاکٹروں کا علاج کیا گیا
حسن کی زندگی ہی اتنی تھی۔ جوانی میں ہی ماں کے سینے پر نہ مٹنے والا داغ لگا کر
حسن رحمان اس دنیا سے اٹھ گیا۔

اس کی موت کے بعد۔ اس کی وفا شعار اور محبت کرنے والی بیوی زینب
بھی چند دن زندہ رہی ـــ

بیٹے اور بہو کی موت کے صدمے نے بیگم رحمان کو نیم پاگل سا کر دیا
مگر پھر ـــ
انہوں نے احسن کی ذات سے ساری امید وابستہ کر لیں۔

احسن اس وقت بیس سال کا تھا۔ کالج میں پڑھتا تھا ـــ اور نہایت
لاپرواہ ـــ ضدی اور فضول خرچ تھا ـــ اس کی یہی عادتیں دیکھ کر
دوراندیش باپ نے آخری وصیت یہی کی کہ جب احسن دادی کی مرضی
شادی کرے گا تب ساری جائیداد اس کے نام کی جائے گی۔

بیٹے کی آخری وصیت پوری کرنے کے لئے بیگم رحمان کو پوتے پر سختی
بھی کرنا پڑی ـــ ورنہ وہ تو ان کی جان تھا۔

سب سے زیادہ فکر مند وہ اس دن ہوئی تھیں جب کئی ملنے والوں
نے انہیں بتایا کہ احسن سارا وقت ایک کلب ڈانسر کے ساتھ گھومتا رہتا

ہے تب وہ اپنے فیصلے پر سختی سے کاربند ہو گئیں ـــ کئی گھرانوں سے
رشتے آئے ـــ

بیگم رحمان نے احسن کو پیار سے سمجھایا۔

مگر احسن کی ایک ہی ضد تھی کہ شادی کروں گا تو راحت سے ـــ
ورنہ کہیں نہ کروں گا۔

بیگم رحمان بھی اپنے فیصلے پر سخت ہو گئیں ـــ
اور اب ـــ

جب کہ احسن شادی کے لئے مان گیا ـــ لیکن اس نے یہ شرط لگائی کہ
شادی اپنی پسند سے کرے گا ـــ تب وہ بھی مان گئیں۔

کچھ بھی تھا ـــ تابندہ غریب خاندان سے تھی ـــ مگر تھی تو
شریف اور خاندانی لڑکی ـــ

اور اگر اب بھی وہ نہ مانتیں تو احسن کو ہی کھو دیتیں ـــ اس لئے
انہوں نے جی کھول کر پوتے کی خوشی میں حصہ لیا۔

اور پھر تابندہ انہیں پہلی نظر میں پسند آ گئی۔
جھکی جھکی آنکھوں والی لڑکی ـــ
تابندہ کو انہوں نے گول کمرے میں لا کر بٹھایا۔
جہاں خاندان کی دوسری لڑکیوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔
مبارک ہو بہن دلہن خوبصورت ہے ـــ ماشا اللہ ـــ

ایک خاتون نے بیگم رحمان کو مبارک دی۔

شکریہ بہن ——

تابندہ کو سب نے ہی پسند کیا ——

اور وہ نظریں جھکائے بیٹھی تھی ——

اُسے یوں لگ رہا تھا —— جیسے کسی بہت بڑی فلم کا سیٹ ہے اور وہ اس فلم میں کام کر رہی ہے ——

یہ سب کچھ مصنوعی ہے —— میں وہ نہیں ہوں —— جو یہ سب لوگ سمجھ رہے ہیں۔

میں تو خانہ پُری کے لئے آئی ہوں ——

جب میری ضرورت ختم ہو جائے گی —— تو مجھے نکال دیا جائے گا

رات ہو گئی ——

تو زہرا نے اُس کا دوبارہ سنگھار کیا —— اور بیگم رحمان کے حکم کے مطابق اُسے احسن کے کمرے میں سجے ہوئے پلنگ پر بٹھا آئیں۔

اس پلنگ پہ بیٹھتے ہی دل جانے کیوں زور سے دھڑکا۔ حالانکہ پتہ تھا کہ وہ کون ہے —— اور کس حیثیت سے یہاں لائی گئی ہے۔

مگر یہ دل کمبخت ——

کیوں ——

نہیں نہیں ——

وہ گھبرا گئی —— ماتھے پر پسینہ آگیا۔

احسن نے کمرے میں قدم رکھا تو بیگم رحمان نے اسے بلا لیا۔

جی ——

احسن سر جھکا کر بولا۔

یہ لو کنگن ہیں —— ہمارے خاندان کی نشانی —— دلہن کو رونمائی میں دینا۔

بیگم رحمان مسکرائیں۔

جی ——

احسن جھینپ سا گیا —— اور کنگن لے کر اپنے کمرے میں آگیا۔

کھٹ سے کنڈی بند کی ——

تابندہ کا دل پھر زور سے دھڑکا —— لیکن اُسے سب کچھ یاد آگیا۔

احسن خود شرمندہ سا تھا۔

پہلی بار اُسے یہ خیال تڑپا گیا ——

تابندہ کا کیا بنے گا۔

اس کے ارمانوں اور خوشیوں کا کیا ہو گا۔

بے چاری ——

دُنیا کے دُکھوں سے تنگ آ کر اس نے تمناؤں کا گلا گھونٹ دیا۔

اور —— میں ——

میں نے اس کی زندگی کو کھلونا بنا کر گناہ کیا ہے ——

اس نے تڑپ کر تابندہ کی طرف دیکھا۔

جس نے خود ہی گھونگھٹ الٹ دیا تھا۔ اور خاموش بیٹھی تھی

اس کی طرف ایک نظر دیکھ کر احسن کے سینے میں دل مچل مچل گیا۔

آپ —— آج کافی تھک گئی ہوں گی ——

وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

جی —— نہیں تو ——

کافی ہنگامہ تھا ——

وہ اپنے دل پر قابو پاتے ہوئے بولا۔

جی ——

وہ مختصراً بولی۔

آپ آرام کریں —— میں یہاں صوفے پر بیٹھ کر کتاب پڑھوں

احسن آہستہ سے بولا۔

میں یہ کپڑے بدلنا چاہتی ہوں۔

وہ آہستہ سے بولی۔

میں ابھی کریمن کو بلاتا ہوں —— مگر کچھ دیر میں ——

احسن مسکرایا۔

اس کے گال لال ہو گئے۔

یہ کنگن پہن لیجئے ——

احسن نے ہیروں کے چمکتے ہوئے کنگن تابندہ کی طرف بڑھائے۔

یہ —— میں —— میرا مطلب ہے آپ راحت کے لئے رکھ لیجئے۔

تابندہ رکتی ہوئی بولی۔

شامت آجائے گی —— دادی اماں صبح انہیں آپ کے ہاتھوں میں
نہ دیکھیں گی تو ——

جی ——

یہ ہماری خاندانی نشانی ہے —— پہن لیجئے۔

احسن آہستہ سے بولا۔

جی بہتر ——

تابندہ نے کنگن لے کر میز پر رکھ دیئے۔

میں ابھی کریمن کو بھجواتا ہوں —— آپ کپڑے بدل لیجئے۔ اور
کم از کم آج مجھے اس کمرے میں سونے کی اجازت دیجئے۔ کیونکہ آج مجبوری
ہے۔ کل سے میں یہ ساتھ والا کمرہ ٹھیک کروا لوں گا۔

بیچ کا دروازہ کھول لوں گا —— باہر سے ایک ہی کمرہ ہوگا اور
اندر سے دو۔

احسن ہنس کر بولا۔

تابندہ خاموش رہی۔

احسن شوخی سے بولا ۔

ٹھیک ——

تو میں کریمن کو بھجواتا ہوں ——

وہ باہر نکل گیا ——

~~~~ ٭ ~~~~

ٹھیک ہے نا ——

جی ٹھیک ہے ۔

تو آج آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ——

جی —— جی —— آپ یہاں پلنگ پر سو جائیے گا —— ب

بیٹھ کر پڑھوں گی ۔

تابندہ آہستہ سے بولی ۔

نہیں یہ نہیں ہوگا —— آپ بہت تھکی ہوئی ہیں ۔ ب

وہاں سوئیں گی ۔

مجھے نیند نہیں آرہی ——

تابندہ بولی ۔

نیند تو مجھے بھی نہیں آرہی ——

احسن نے کہا ۔

تابندہ پھر ایک نظر دیکھ کر رہ گئی ۔

نیند آپ کو نہیں آرہی —— اور نہ ہی مجھے ——

احسن بولا ۔

جی ——

تو پھر باتیں کریں گے —— جسے پہلے نیند آگئی ۔ وہ پلنگ

جائے گا —— ٹھیک ——
~~~~

یہ زیور تو پہنو دلہن ——

بیگم رحمان کمرے میں آتے ہوئے بولیں۔

تو وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

ہاتھ ماتھے پر لے جا کر آداب کیا اور نظریں جھکا لیں۔

جیتی رہو —— پھولو پھلو —— اور سہاگن رہو ——

بیگم رحمان نے تابندہ کو گلے لگا لیا۔

اور پھر اپنے ہاتھ سے سُرخ اور سفید نگینوں سے جڑا زیور اُسے پہنایا۔

کہنے لگیں۔

ماشاءاللہ نظر نہ لگ جائے کہیں ——

تابندہ کا ضمیر پھر اندر کہیں چٹک گیا ——

اور پھر ——

بیگم رحمان اپنی باجیوں کے جلو میں اُسے ڈرائنگ روم میں لے آئیں —— جہاں رسم ادا ہونے والی تھی۔

احسن میاں کو بلواؤ کوئی ——

ایک بڑی بی بولیں۔

اور پھر ——

چند ہی لمحوں میں احسن آ گئے ——

ناشتے پر ایک رسم ادا ہوئی تھی ——

اور اس رسم کے سے عجیب بھاگ دوڑ مچی تھی۔

تابندہ ابھی کمرے میں ہی تھی ——

کریمن نے آ کر لباس تبدیل کروایا۔

ہلکے گلابی رنگ کا چوڑی دار پاجامہ اور کُرتہ تھا جس پر گوٹے کا خوبصورت کام بنا ہوا تھا۔

جھلمل جھلمل کرتا دوپٹہ اوڑھتے ہوئے اُس نے آئینے میں اپنے کو دیکھا۔

اور دل میں اک ہوک سی اُٹھی۔

لڑکیوں کی شرمائی شرمائی نظریں ان پہ جمی ہوئی تھیں ——

بڑی بوڑھیاں دولھا میاں کا ہشاش بشاش چہرہ دیکھ کر

تھیں۔

یہاں بیٹھو دلھن کے سامنے ——

ایک جوان خاتون بولیں جو رشتے میں احسن کی دور سے بھابھی

لگتی تھیں۔

آپ نے تو ساری جگہ قبضہ کی ہوئی ہے میں کہاں بیٹھوں۔

احسن مسکرا کر بولا۔

ارے ہے —— میں نے قبضہ کی ہوئی ہے۔

ایسی موٹی کب ہوتی۔

بھابھی ہنس کر بولیں۔

میں نے کب کہا —— بھائی صاحب ہی کہتے ہیں۔

احسن شرارت سے بولا۔

وہ خود تو بڑے دھان پان سے ہیں نا ——

بھابھی چڑ گئیں ——

ہنسی کا ایک چھناکہ بکھر گیا ——

اور پھر ——

ہنسی کے رنگوں میں —— احسن نے حلوے کا نوالہ تابندہ

منہ میں دیا۔

خوب خوب تالیاں بجیں —— قہقہے بکھرے ——

اب تابندہ کی باری تھی ——

لیکن شرم سے اس کا ہاتھ نہیں اٹھ رہا تھا ——

شرم چھوڑو دلھن —— ورنہ تم ہار جاؤ گی ——

بھابھی ہنس کر بولیں۔

مگر تابندہ کو یوں لگ رہا تھا جیسے اس کا ہاتھ سن ہو گیا ہو۔

کچھ بھی تھا ——

احسن ایک مرد تھا ——

اور یہ عجیب سی حرکت ——

وہ شرم سے پانی پانی ہو رہی تھی ——

احسن اس کی کیفیت سمجھ گیا ——

جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر نوالہ اپنے منہ میں رکھ لیا۔

سارے گھر والوں کے لئے تو یہ مذاق بڑا خوبصورت تھا۔

سب خوب ہنسے۔

مگر تابندہ کٹ کر رہ گئی —— دل کی دھڑکنیں تھیں کہ سنبھالے

نہ سنبھلتی تھیں —— چہرہ لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔

اور پھر دونوں کو ناشتے کے لئے کمرے میں اکیلا چھوڑ دیا گیا۔

وہ اب تک اُسی طرح بیٹھی تھی۔۔

احسن نے اس کا لال بھبوکا چہرہ دیکھا اور بولا۔

میری اس حرکت کو معاف کر دیجیے گا ——

جی ——

مجھے لگ رہا تھا جیسے آپ مجھے حلوہ کھلا نہ پائیں گی۔

احسن مسکرا کر بولا۔

جی —— ؟؟

وہ نظریں اُٹھا کر رہ گئی ——

میں نے صحیح کہا نا ——

احسن مسکرایا۔

اس نے سر جھکا لیا جیسے اپنی اس کمزوری کا اعتراف کر لیا ہو۔

ناشتہ کیجیے نا ——

احسن نے پلیٹ اُس کی طرف بڑھائی۔

تابندہ کے حنائی ہاتھوں نے پلیٹ تھام لی۔

گورے گورے ہاتھوں پر سرخ سرخ مہندی —— لمبی انگلیوں میں جگمگاتی ہوئی انگوٹھیاں ——

ایک لمحے کے لیے احسن کی نظریں اس کے خوبصورت ہاتھوں پر جم گئیں

تابندہ نے انڈا پلیٹ میں رکھا۔ اور توس سے کر انڈے والی پلیٹ

احسن کی طرف بڑھا دی۔

وہ ہاتھ ——

احسن پھر اس کے خوبصورت ہاتھوں میں کھو گیا۔

مگر ——

جلدی ہی سنبھل گیا ——

آپ کے ہاتھ بہت خوبصورت ہیں ——

احسن نہ رہ سکا ——

تابندہ نے جھجکتی ہوئی نظر اُس پر ڈالی۔ کہنے لگی۔

ناشتہ کیجیے نا ——

اوہ —— جی ——

احسن ناشتہ کرنے لگا۔

اس دوران اس کی نظروں نے نہ چاہتے ہوئے بھی تابندہ کے چہرے کا طواف نہ چھوڑا۔

تابندہ بالکل خاموش تھی۔

چائے کی پیالی لے کر وہ اس میں سے اُٹھتی ہوئی بھاپ کو دیکھ رہی تھی۔

ٹھنڈی ہو گئی اب تو ——

احسن اُسے کھویا کھویا دیکھ کر بولا۔

اس نے پیالی پکڑ کر ہونٹوں سے لگالی۔

آپ کو یہ گھر کیسا لگا۔

احسن مسکرا کر بولا۔

جی ——

میرا مطلب ہے یہ گھر آپ کو پسند آیا ——

جی —— جی ہاں —— یہ گھر ہی ایسا ہے۔ ہر ایک کو اچھا لگتا ہوگا

اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ تو اُلجھا سا جواب دیا۔

میرے دادا حضور نے بنوایا تھا یہ بنگلہ —— دادا حضور کے والد

پرانی حویلی میں رہا کرتے تھے۔ دادا حضور انگلینڈ میں بہت عرصہ رہے

کے بعد بہت آزاد خیال ہو گئے —— واپس آئے تو ضد کر کے

بنگلہ بنوایا۔

پھر ابا جان نے اس میں کچھ اور اضافے کئے ——

اور اب —— میرے —— تو —— پر کٹے ہوئے ہیں —— ابھی کچھ کر ہی

نہیں سکتا ——

احسن ہنس دیا۔

وہ خاموشی سے اُسے دیکھ رہی تھی۔

آپ کچھ گھٹی گھٹی سی ہیں —— اس کی وجہ ——

احسن اُسے سہما سہما دیکھ کر بولا۔

جی —— نہیں تو ——

بالکل ——

مجھے اِس گھر میں آئے ابھی صرف ایک دن ہوا ہے۔

تابندہ آہستہ سے بولی۔

آہو —— ہاں —— مگر —— پھر بھی —— ایک ڈر —— خوف —— جانے کیا

کچھ لگتا ہے مجھے ——

کہنے کا مطلب یہ تھا —— کہ آپ بالکل اسے اپنا گھر کیوں نہیں سمجھتی۔

اور تابندہ کے لئے بھی ایسا نہیں لگتا۔

وہ خاموش تھی۔

جو کچھ ہوا —— وہ —— واقعی —— کچھ عجیب ہے۔ افسوسناک بھی۔

مگر یقین جانئے میں مجبور تھا —— ورنہ کبھی ایسا نہ سوچتا۔ آپ نے میرے

لئے بہت بڑی قربانی دی ہے۔ میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا۔ اور ——

آپ کو بھی انشاءاللہ مجھ سے کبھی گلہ نہ ہوگا۔

احسن کے جذبات کو زبان ملی تو وہ بولتا چلا گیا۔

باہر کوئی عورتیں آگئیں۔

اس لئے احسن کو باہر جانا پڑا۔

اور تابندہ سر جھکائے آنے والیوں کو آداب کر کے بیٹھ گئی۔

~~~ ۞ ~~~
~~~

ولیمے کی تقریب میں شہر بھر کے لوگ مدعو تھے۔ بیگم رحمان نے اپنا
خوشی جی بھر کر منائی تھی۔

آج انہوں نے اپنے سارے ارمان پورے کئے۔

قیمتی تحائف کا ڈھیر لگ گیا۔

رنگ برنگے قیمتی لباسوں کی سرسراہٹ تھی

قیمتی زیورات کی چمک دمک تھی   عورتوں مردوں کے ہشاش
بشاش چہرے تھے۔

اور ان سب کے درمیان سنہری تاروں سے سجے ہوئے دلہا
پر تابندہ بیٹھی تھی۔

سونے کی طرح دمکتے ہوئے غرارے سوٹ میں ——

سونے کے جڑاؤ زیورات پہنے ——

نازو نے اس کا میک اپ بڑی محنت سے کیا تھا —— اور وہ سجی
نکھری بہت خوبصورت لگ رہی تھی —— لمبی لمبی غزال آنکھوں میں حیا کے
ڈورے تھے۔ احسن کے کئی دوست جو راحت کے راز سے واقف نہیں
تھے —— احسن کو اتنی پیاری بیوی پانے پہ مبارکباد دے رہے تھے

ایک بے تکلف دوست نے تو یہاں تک کہہ دیا۔

میری دو بیویاں ہے لو بھئی مجھے اپنی ایک دے دو۔

احسن نے قہقہہ لگایا اور آگے بڑھ گیا۔

شکر ہے اس ڈانسر کے چنگل سے تو نکل آئے تم ——

ایک دوسرا دوست بولا۔

احسن دل ہی دل میں ہنسا۔

احسن کے سارے دوستوں نے تابندہ کی تعریف کی۔

اور ادھر ——

بیگم رحمان کو خوبصورت موہنی سی بہو پہ فخر ہو رہا تھا۔

خواتین تعریفیں کرتیں تو وہ خوشی سے لال ہو جاتیں۔ اور کہتیں۔

یہ تو میرے گھر کا نور ہے ——

واقعی گھر روشن ہو گیا آپ کا ——

ایک عورت بولی۔

ہنسی مذاق — خوش گپیوں کا دور دورہ تھا —

کھانے کا بندوبست بھی نہایت اعلیٰ تھا —

چاک و چوبند بیرے ہر ایک کی ٹھنڈے مشروب سے تواضع کر

رہے تھے ..

کھانا لگ گیا — تو لوگ ٹولیوں میں بٹ گئے — کئی قسم کے

پلاؤ — بھنے مرغ — اور پھر کئی قسم کا میٹھا تھا۔

کھانے کے بعد موسیقی کی محفل تھی۔

لوگ موسیقی سے لطف اندوز ہونے کے لئے لان میں چلے گئے

تو نازو تابندہ کے پاس آ بیٹھی — وہ اورنج رنگ کے چوڑی دار

پاجامے اور جال کے کرتے میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔

تابندہ کا ہاتھ دباتے ہوئے بولی

گھنی بول بھی —

کیا —

تابندہ نے مسکرا کر پوچھا۔

کیسی گزری تیری سہاگ رات —

سہاگ رات — ہونہہ —

تابندہ اداسی سے بولی۔

کیوں —

سب کچھ جانتے ہوئے بھی پوچھتی ہو۔

یہ رات بڑی ظالم ہے تابی — بڑے بڑوں کا کلیجہ دہل جاتا ہے —

اور احسن تو پھر ایک ہمدرد انسان ہے۔

نازو کی بات پر تابندہ کو ہنسی آ گئی۔

کہنے لگی۔

اری پگلی — میری شادی نمائشی — اس لئے سب کچھ نمائشی —

پھر بھی — نمائشی ہی سہی — مگر تو دلہن بنی ہوئی تھی — اتنی خوبصورت

ایسی سج دھج — اور پھر خوشبو سے مہکا ہوا کمرہ — تنہائی — اور تم دونوں

مجھے تو تیری سہاگ رات سے کئی امیدیں تھیں۔

کیا امیدیں — ؟

تابندہ نے پوچھا۔

یہی کہ نمائش وغیرہ سب دھری رہ جائے گی۔ اور — — —

چل ہٹ —

تابندہ کا چہرہ سرخ ہو گیا —

ایمان سے — بتا — نا — کیا ہوا — کیا باتیں ہوئیں — اس نے تیرا

گھونگھٹ اٹھایا تو اس کی آنکھیں لال نہیں ہوئیں۔

کیسی باتیں کرتی ہو —

تابندہ آہستہ سے بولی۔

بتا بھی اب — تیری قسم — ساری رات یہی سوچتی رہی ہوں۔

تیرے دماغ کا خلل ہے —

تابندہ مسکرائی۔

مسکراہٹ تو چھپے نہیں چھپتی — کچھ دال میں ضرور کالا ہے۔

نازو آنکھیں نچا کر بولی۔

نہ دال ہے نہ کالا —

تابندہ پھر اداس ہو گئی —

اچھا اب سیدھی طرح بتا — نہیں تو میں احسن صاحب سے پوچھ لوں گی۔

نازو نے دھمکی دی۔

پاگل ہوئی ہے —

تابندہ گھبرا گئی۔

بتا پھر —

کیا بتاؤں — نازو تو سب کچھ جانتی ہے۔

مجھے پوری رات ایک کمرے میں گزرنے کی تفصیل چاہیے۔

نازو اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے بولی۔

تفصیل یہی تھی — کہ وہ کمرے میں آئے۔

تو گھونگھٹ سے چہرہ چھپائے بیٹھی تھی۔

نازو درمیان میں بولی۔

ہاں —

پھر —

میں نے خود ہی گھونگھٹ الٹ دیا —

ہٹ تیرے کی — یہیں چوپٹ کر دیا معاملہ تو نے —

کیوں —

اری اللہ کی بندی ذرا تو صبر کیا ہوتا — وہ خود تیرے پاس آتا گھونگھٹ اٹھاتا — نفسیاتی اثر ہوتا —

خواہ مخواہ —

تابندہ جلدی سے بولی۔

میں کیوں ایسا ہونے دیتی — میری اس کی شادی صرف ایک معاہدہ ہے — میں مجبور تھی — وہ ضرورت مند — سودا ہو گیا — پھر یہ چونچلے زیب دیتے ہیں مجھے — اگر میں ایسا نہ کرتی تو وہ جانے کیا کیا سوچتا — کہ میں اس کی شان بان دیکھ کر وعدے سے پھر گئی ہوں — اور اس پر ڈورے ڈالنے لگی ہوں —

اچھا اچھا تقریر نہ جھاڑ —

نازو درمیان میں بولی۔ مسکرا کر تابندہ کی طرف دیکھا۔ کہنے لگی۔

پھر کیا ہوا —

آئے اور بیٹھے رہے —— راحت کی باتیں کرتے رہے۔ اپنے
خاندان کے بارے میں بتاتے رہے ——

اور تم ——

میں سنتی رہی ——

سویا کوئی نہیں ——

باتوں میں شاید تین بج گئے تھے —— پھر وہ وہیں صوفے پر سو
گئے —— اور مجھے نیند تو نہ آرہی تھی —— اور یوں بھی —— ایک غیر مرد
کے سامنے میں کیسے سوجاتی —— بس بیٹھی اونگھتی رہی ——

تابندہ مسکرائی ——

بہت ہی بھولی —— معصوم اور اناڑی ہو ——

نازو نے کہا

کیوں ——

یہ رات کسی گھاگ کے ہاتھ آئی ہوتی نا —— تو راحت وغیرہ سب
ڈھیر ہوجاتیں —— خیر اب بھی وقت ہے —— سنبھل جاؤ ——

تُو تو ایسے ہی باتیں کرتی ہے —— مجھ سے ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔
اور پھر اُس بے چارے کو راحت سے محبت ہے —— وہ اپنی محبت
حاصل کرنے کے لئے کیا کیا کر رہا ہے —— میں کیوں اس کے راستے
میں آؤں ——

کچھ خواتین تابندہ کو دیکھنے آئیں۔
تو باتوں کا سلسلہ رک گیا۔

نازو ——

خواتین کے جانے کے بعد تابندہ نے کہا۔

ہوں ——

اس گھر میں خلوص اور محبت بہت زیادہ ہے —— اس واقعہ پر
اگر مجھے کوئی افسوس ہوتا ہے نا —— تو ایک ہی ——

کیا ——

دادی جان جیسی مشفق مہربان اور محبت کرنے والی ہستی کے
ساتھ دھوکے کا —— سچ اتنی اچھی ہیں —— اتنی پیاری شخصیت ——
اُن کا پیار اور محبت دیکھ کر مجھے اپنے آپ سے نفرت ہونے لگتی ہے۔

وہ کیوں ——

نازو نے حیرت سے پوچھا۔

یہی کہ اتنی پیاری ہستی سے اتنا بڑا جھوٹ —— میں تو گھبرا کر
رہ جاتی ہوں۔

چل کسی سے تو پیار ہوا تجھے ——

نازو ہنسی۔

تجھے تو ہر بات میں مذاق ہی سوجھتا ہے ——

سچ تو کہہ رہی ہوں۔

دل تھوڑا ہی ہے تمہارے پاس ۔۔۔ پتھر ہے ۔۔۔

ہاں جی ۔۔۔

تابندہ نے بگڑ کر کہا۔

اور کیا جھوٹ ۔۔۔ اتنا شاندار آدمی ہاتھ آیا ہے ۔۔۔ پتھر ہی بیٹھی ہو ۔۔۔

وہ تو ہے ہی پرایا ۔۔۔

تابندہ نے اُداسی سے کہا۔

کیا باتیں ہو رہی ہیں ۔۔۔ احسن قریب آ کر خوش دلی سے بولا۔

کچھ نہیں یونہی ذرا ۔۔۔ نئی زندگی پر بحث ہو رہی تھی۔

نازو ہنس کر بولی۔

اپنی سہیلی کو سمجھاؤ نازو ۔۔۔ یہ سہمی سہمی سی ہیں ۔۔۔ کھاتی پیتی بھی کم ہیں ۔۔۔ اِن سے کہو کہ اِس گھر کو اپنا گھر سمجھ کر رہیں ۔۔۔ ہر وقت ڈری ڈری رہتی ہیں ۔۔۔

نازو نے مسکرا کر تابندہ کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر کچھ بھی نہ تھا ۔۔۔ ہونٹوں پہ ذرا سی مسکراہٹ بھی نہیں تھی۔

تم یہیں رہ جاؤ نازو کچھ دن ۔۔۔

احسن مسکرا کر بولا۔

مجھے تو اعتراض نہیں ۔۔۔ مگر بہن کے گھر رہنا کچھ اچھا نہیں لگتا۔

نازو نے کہا۔

میں نے ٹھیک کہا نا ۔۔۔

احسن نے تابندہ سے پوچھا۔

جی ۔۔۔ اس کی مرضی ہے نا ۔۔۔

تابندہ آہستہ سے بولی۔

آتی جاتی رہوں گی۔

نازو نے کہا۔

بھئی کسی وقت تو بھابی بے چاری کو تنہا چھوڑا کرو ۔۔۔

احسن کا ایک بے تکلف دوست اُس کی طرف آتا ہوا بولا۔

تو یہاں بھی آ گیا ۔۔۔

احسن ہنسا۔

اور تو جو یہاں آنے کے لئے ہم سب سے جان چھڑا رہا تھا ۔۔۔ میں دیکھ رہا تھا۔

اچھا اب جا ۔۔۔

احسن ہنس کر بولا۔

کیوں ۔۔۔ میں تو اپنی پیاری بھابی سے باتیں کروں گا۔

احسن کا دوست بولا ۔۔۔ تابندہ کے ماتھے پر پسینہ آ گیا۔

ہاں تو بھابی صاحبہ — ! اس آدمی نے تو میرا تعارف بھی آپ سے نہ
کروایا — میرا نام افضل ہے۔ اور میں آپ کا سب سے قریباً قریب وی
اور آپ فکر نہ کریں — اس کی پوری رپورٹ جلد ہی آپ کی خدمت میں
پیش کر دوں گا۔

تابندہ مسکرا دی —— نازو بھی ہنس دی ——

اور احسن کان پکڑ کر افضل کو وہاں سے لے گیا۔ اُن دونوں کے
کے بعد کچھ اور خواتین آ گئیں —— نازو بھی اجازت لے کر اُٹھ آئی۔

~~~ ٭ ~~~

آج اُسے اِس گھر میں آئے ہوئے پورے آٹھ دن ہو گئے تھے۔
اِن آٹھ دنوں میں روز ہی اُن کی کسی نہ کسی کے ہاں دعوت ہوتی — کبھی
احسن کے دوست کے ہاں —— کبھی کسی رشتہ دار کے ہاں ——

شام سے ہی بیگم رحمان تابندہ کے سر ہو جاتیں —— بھاری بھاری
زیور پہناتیں —— رنگ برنگے قیمتی لباس جن پہ بہت خوبصورت کام بنا
ہوتا —— خود انتخاب کرتیں۔

اور تابندہ جب ان کا بنایا ہوا لباس اور زیور پہن کر —— اُن
کے سامنے جاتی تو اُن کی خوشی سنبھالے نہ سنبھلتی۔

اور پھر احسن بھی تیار ہو کر آ جاتا ——

تب وہ سمٹی سمٹی احسن کے پیچھے پیچھے چل دیتی۔
~~~

احسن خود کار ڈرائیو کرتا ——— اور وہ اگلی سیٹ پر گم صم رہتی۔

احسن کوئی بات کرتا تو مختصر سا جواب دیتی۔ یا صرف جی۔ جی ہے ——— جی ہاں ——— بس یہی جواب ہوتے اُس کے ———

آج اُن کی افضل کے ہاں دعوت تھی ———

گہرے کاسنی رنگ کی چوڑے سنہری پٹے کی ساڑھی باندھے سنہری موتیوں کا جڑاؤ زیور پہنے وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی سوچ میں کھوئی ہوئی تھی ——— کہ احسن نہا دھو کے کمرے سے نکل آئے۔

گہرے براؤن سوٹ میں وہ بہت سمارٹ دکھائی دے رہا

تیار ہوگئیں آپ ———

احسن اس کے حُسن اور سج دھج کی تاب نہ لاسکا۔ نظریں جھکا کر بولا

جی ——— جی ہاں ———

وہ چونک گئی۔

تو پھر چلیں ———

جی ———

دادی جان کے کمرے کے سامنے جا کر وہ رک گئی۔

آیئے ———

احسن بولا۔

میں ذرا امی جان سے اجازت لے لوں ———

تابندہ اُن کے کمرے کی طرف جاتی ہوئی بولی۔

احسن نے اُس کی طرف یوں دیکھا ——— جیسے وہ سیرت کا اعلیٰ نمونہ تھی۔

اور وہ خود ——— شرمندہ سا ——— تابندہ کے پیچھے ہی وہ دادی جان کے کمرے میں چلا گیا۔

جو گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھی تھیں ——— اور تابندہ اُن کے سامنے کھڑی تھی۔

احسن کو دیکھ کر ہنسنے لگیں۔

میری بیٹی کو نظر نہ لگ جائے تمہارے دوست کے ہاں ———

احسن ہنس دیا۔

احسن ———

دادی جان بولیں۔

جی ———

دلہن کچھ اُداس رہتی ہے ——— تو تو اس کی اُداسی کا سبب نہیں۔

جی ——— ؟؟

احسن نے حیرت سے پوچھا۔

بتانا ———

نہیں دادی جان ——— میں ——— میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا۔

کان کھول کر سن لو احسن ——— میری بہو کی اداسی فوراً
جیا ہے ——— یہ اس گھر کی مالکہ ہے اور میں اسے ہمیشہ خوش
ہوں ——— سمجھے تم ———

دادی اماں کی پیار بھری ڈانٹ سن کر احسن مسکرا دیا ——— ا
بھی ہنس دی۔

دل ہی دل میں وہ شرمندہ بھی تھی کہ اس کی وجہ سے
احسن کو ڈانٹ پڑ گئی۔

دادی جان مزید کچھ کہنا چاہتی تھیں۔ اس لئے تابندہ فوراً
آپ کا وہم ہے امی جان ——— میں تو ذرا بھی اداس نہیں ہو
بھلا آپ کے زیر سایہ کوئی دکھی ہو سکتا ہے ——— دو دن سے سر
میں کچھ درد تھا ——— اس لئے خاموش تھی ——— اور آپ نے جانے
سمجھ لیا ———

اور ڈانٹ مجھے پڑ گئی۔

احسن درمیان میں بول اٹھا۔
بیٹی سر میں درد تھا تو مجھ سے کہا کیوں نہیں ——— میں ڈاکٹر کو بلا

اسی لئے امی جان ——— معمولی سا درد تھا ٹھیک ہو گیا ——— ا
خواہ مخواہ پریشان کرتی۔

تابندہ مسکرائی۔

اچھا اب چلئے بھی ——— دیر ہو گئی۔

احسن بولا۔

جی ——— تو امی جان ——— میں جاؤں۔

تابندہ نظریں جھکائے بولی۔

ہاں بیٹی ——— ضرور جاؤ ——— مگر احسن اس کا خیال رکھنا ——— دیر نہ کرنا۔
طبیعت ٹھیک نہیں ——— اس لئے اب دو چار دن دعوتیں بند کر دو ——— اسے
آرام کرنا چاہیئے ———

جی اچھا امی ———

اچھا امی جان ——— خدا حافظ ———

تابندہ نے کہا اور احسن کے ساتھ باہر نکل آئی۔ احسن نے اس
کے لئے دروازہ کھولا ——— وہ بیٹھ گئی تو احسن نے اپنی سیٹ پر بیٹھ کر کار
اسٹارٹ کی۔

آج ڈانٹ پڑ گئی۔

احسن گاڑی چلاتے ہوئے بولا۔

میں شرمندہ ہوں ———

تابندہ کا چہرہ سرخ ہو گیا ——— کہنے لگی۔

جانے کیوں ——— منہ سے یہی بات نکلی اور وہ بھی الٹی ہو گئی۔
آپ کی اداسی جہاں تک میں محسوس کرتا ہوں۔ اپنی جگہ بالکل ٹھیک

ہے ــــ مگر ــــ کبھی کبھی انسان کو اپنا آپ چھپا کر ایکٹنگ کرنی

میں ــــ میں جانتا ہوں کہ میں نے آپ کے ساتھ بہت زیادتی کی

مجھے اس کا احساس ہے ــــ آپ کی پوری زندگی میرے سامنے

اور ــــ ابھی آپ کو کوئی خوشی نہیں ملی ۔

یہ یقین جانیئے ــــ کہ جو کچھ میں نے کیا ہے صرف اپنے دل

محبت سے مجبور ہو کر کیا ہے ــــ میں بہت جذباتی انسان ہوں

میرا دل بہت چھوٹا ہے ــــ اور محبت جیسا وسیع جذبہ

دل میں اس طرح بھرا ہوا ہے ــــ جیسے ایک چھوٹے سے جام

بھر دیا جائے ــــ اور وہ چھلکا پڑتا ہو ــــ میں برداشت نہیں

راحت میری زندگی کی پہلی اور شاید آخری لڑکی ہے ــــ جسے

بے انتہا چاہا ہے ۔ اور محبت کے معاملے میں میں بہت خود غرض

چاہتا ہوں ــــ جو چیز میری ہے ــــ وہ میرے پاس رہنی چاہیے

اس پر کسی کی نظر نہیں پڑنی چاہیئے ۔

جسے چاہتا ہوں اُسے ہمیشہ کے لئے حاصل کرنا چاہتا ہوں ۔

ہے میں راحت سے شادی کرنا چاہتا ہوں ۔

وہ کھویا کھویا سا گاڑی نہایت دھیمی رفتار میں ڈرائیو کر

رہا تھا ــــ

اور تابندہ سامنے نظریں جمائے اس کی باتیں سن رہی تھی ۔

وہ کہہ رہا تھا ــــ

ہاں تو میں کہہ رہا تھا ــــ کہ آپ کی اُداسی آپ کا غم بالکل صحیح ہے

مگر ــ جب آپ نے میرے لئے اتنی بڑی قربانی دی ہے ــــ اپنی زندگی

کی خوشیاں ــــ میری تمناؤں پر نچھاور کی ہیں تو ــــ ایک ذرا سا حوصلہ

اور پیدا کیجئے ــــ خوش رہا کیجئے ۔

کوشش تو بہت کرتی ہوں جی ــــ پر کبھی کبھی جانے کیا ہو جاتا

ہے ۔

تابندہ کی آواز بھیگی بھیگی سی تھی ۔

بس تھوڑی سی ہمت ــــ تھوڑا سا حوصلہ ــــ

احسن نے کہا ۔

جی ــ کوشش کروں گی ۔

شکریہ ــــ

میں نے اصل میں سوچا کچھ تھا ــــ اور ــــ میرے سامنے کچھ اور آیا ۔

تابندہ آہستہ سے بولی ۔

کیا سوچا تھا ــــ

احسن چونک کر بولا ۔

امی جان کے بارے میں ــــ

کیا ــــ

یہی کہ وہ شاید بہت ظالم خاتون ہوں گی ۔ جبھی تو آپ کی بات
مانتی — مگر — مگر انہیں دیکھ کر — اپنی سوچ پہ افسوس ہوتا ہے ۔
اپنے آپ پہ بھی —

احسن نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا ۔
اس کی آنکھوں کے گوشے بھیگ گئے تھے ۔ جنہیں وہ رومال سے
خشک کرتے ہوئے بولی ۔

وہ اتنی اچھی ہیں — اتنی محبت کرنے والی — اتنی پیاری —
سوچ سوچ کر وحشت ہوتی ہے کہ میں — میں نے اُن کے ر
دھوکہ کیوں کر رہی ہوں — اور اگر کبھی انہیں پتہ چل گیا — تو کتنا نفرت
کریں گی مجھ سے —

ایسی باتیں دل میں نہ لائیے — بعض اوقات انسان کوئی ایسا کام
کرنا چاہتا ۔ لیکن حالات کا غلام ہو کر وہ بہت سی انہونی باتیں کر جاتا
ہے — یہ بھی ایسی ہی ایک بات ہے — میں خود بھی اُن سے بہت
پیار کرتا ہوں — یہ بھی جانتا ہوں کہ میں اُن کی جان ہوں — مگر
ہم ایسے تھے — وہ اصول پرست ہیں — اور میں جذباتی —
ضرورت تھی ۔

احسن نے گاڑی ایک کوٹھی کے سامنے روک دی ۔
برآمدے میں افضل بے تابی سے ٹہل رہا تھا ۔

آپنے بھابی — مجھے پتہ ہے آپ کا کوئی قصور نہیں — اس نے
آپ کی برابری کرنے کے لیے بناؤ سنگھار میں دیر کی ہوگی ۔
افضل انہیں دیکھتے ہی بولا ۔
تابندہ ہنس دی ۔
اور احسن اس کے کندھے پہ ہاتھ مارتے ہوئے کہنے لگا ۔
ٹھیک سوچا تم نے —
ہم کبھی غلط بھی سوچتے ہیں ۔
افضل ہنسا ۔
میں نے کب کہا ۔
مان جاؤ — ویسے تم اتنی دیر کرنے کے باوجود بھابی کے مقابلے میں
صفر ہو — سمجھے ۔
افضل نے کہا ۔
اور ساتھ ہی دوسرے مہمانوں کو دیکھ کر تابندہ اور احسن کا
تعارف کروانے لگا ۔
تابندہ افضل کی بہنوں کے ساتھ سامنے والے صوفے پر جا بیٹھی ۔
اور احسن اپنے دوستوں میں مصروف ہوگیا ۔
دونوں ہنس رہے تھے ۔
مگر دلوں میں کوئی خلش تھی جو بے چین کئے جا رہی تھی ۔

احسن نے گھنٹی بجائی تو مہدی نے دروازہ کھولا۔

احسن کو دیکھ کر اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

کہئے کیا حال ہے ——

احسن ہنس کر بولا۔

میرا حال تو بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن ہمشیرہ آپ سے بہت خفا ہیں

مجھے علم تھا۔

احسن بولا۔

آپ نے بھی تو کمال کر دیا نا —— پورے ایک مہینہ بعد آرہے

میں خود تم لوگوں سے ناراض ہوں —— مجھے کیا پتہ کہ تم لوگ کہاں

سے واپس آئے ہو ——

احسن نے کہا۔

اچھا اندر چلئے ——

مہدی نے کہا۔

احسن نے جب راحت کے بیڈ روم میں قدم رکھا تو وہ اوندھے

منہ لیٹی تھی۔

ایک ہاتھ پلنگ کے نیچے لٹک رہا تھا انگلیوں میں سگریٹ سلگ سلگ کر

دھواں بن گیا تھا۔

احسن کے دل میں چوٹ سی لگی۔

اپنے آپ پر غصہ بھی آیا۔

میں نے واقعی زیادتی کی —— حالانکہ میں خود بہت بے چین تھا

دادی جان گھر سے نکلنے کب دیتی ہیں —— جب بھی اکیلے نکلنے لگو

کہتیں۔ دلہن کو بھی ساتھ لے جاؤ۔

اور یہاں ——

راحت بے چاری پر جانے کیا گزر رہی ہے۔

راحت —— !

وہ آہستہ سے بولا۔

کوئی جواب نہ پا کر وہ اس کے بیڈ کے قریب چلا گیا۔

راحت ——

راحت نے سرخ سرخ آنکھیں کھول کر احسن کی طرف دیکھا ——

اسی طرح لیٹی رہی۔

اُٹھو بھی ——

احسن پیار سے بولا۔

طبیعت تو ٹھیک ہے نا تمہاری ——

کوئی جواب نہ پاکر وہ پھر بولا۔

تمہیں کیا پروا ——

راحت اُسی طرح لیٹی لیٹی بولی۔

اچھا اُٹھو —— پھر تفصیلاً سب کچھ بتاتا ہوں۔

احسن نے اُسے کندھوں سے پکڑ کر اٹھایا۔

مجھے کوئی تفصیل نہیں چاہیئے۔

راحت سگریٹ ایش ٹرے میں بجھاتی ہوئی بولی۔

ختم کرونا اب ناراضگی —— موڈ ٹھیک کرو۔

احسن مسکرایا۔

بڑی جلدی میرا خیال آیا ——

راحت نے کہا۔

پہلے تم یہ بتاؤ —— تم کراچی سے کب آئی ہو۔

دو ہفتے ہوگئے۔

مجھے فون کیوں نہیں کیا ——

کئی بار کیا —— دفتر سے جواب ملتا کہ اُن کی شادی ہوگئی ہے۔ اِس لئے آج کل وہ دفتر نہیں آتے۔ گھر سے یہ جواب ملتا —— دعوت پر گئے ہیں —— گھومنے گئے ہیں —— وغیرہ وغیرہ

اچھا ——

احسن سوچتے ہوئے بولا۔

ہاں اور کیا —— مگر میں یہ پوچھ سکتی ہوں کہ آپ میرا پتہ کس مجبوری کے تحت نہ کر سکے۔

راحت غصے سے بولی۔

کوئی مجبوری نہیں۔ میں نے دو تین مرتبہ فون کیا۔ کلب والوں نے بھی جواب دیا کہ تم کراچی سے واپس نہیں آئیں۔

گھر نہیں آسکتے تھے ——

ہاں یہ غلطی ہوئی ——

احسن مسکرایا۔

یہ کیوں نہیں کہتے کہ جس سے شادی کی ہے وہ پسند آگئی ہے۔

وہ غصے سے بولی۔

نہیں ڈیر —— ایسی کوئی بات نہیں —— یہ شادی —— اس کا مشورہ

تو تم نے ہی دیا تھا۔ اور اب تنگ کرنے لگی ہو —— تمہارے ہی مشورہ

پر تو میں نے یہ شادی کی ہے —— اب تم ہی مجھے طعنے دینے لگی ہو۔

یقین کرو وہاں سب کچھ نمائشی ہے —— میں نے کتنی مشکل بات مان

دی ہے —— شاباش نہیں دی۔ الٹا ناراض ہوگئی ہو۔

احسن روٹھے ہوئے انداز میں بولا۔

ناراض تو میں بہت ہوں —— غضب خدا کا —— پورے روز

ہوگئے مجھے کراچی سے آئے اور تمہارا پتہ ہی نہیں ——

راحت بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

معاف کردو ——

احسن بے چین سا ہوگیا۔

دو ہفتے جس بے چینی میں گزرے ہیں۔ یہ میں ہی جانتی ہوں۔

ہر آہٹ پر اٹھ بھاگتی تھی۔ نہ کھانے کا ہوش نہ پینے کا —— بس

ہر وقت ایک ہی خیال —— تم کہاں ہو —— کیا ہوگیا ہے تمہیں ——

راحت نے کہا۔

اچھا اب جانے بھی دو ——

احسن کچھ شرمندہ سا تھا۔

یہ تو بتاؤ —— کس نے باندھ رکھا تھا تمہیں ——

راحت مسکرادی۔

تمہیں حاصل کرنے کے لئے بہت کچھ کرنا پڑ رہا ہے ——

احسن نے اُس کے گال کو انگلی سے چھوا۔

ہو ——

راحت شرما گئی۔ کہنے لگی۔

مجھ پر احسان ہے تمہارا۔

احسان تو نہیں —— میری اپنی خواہش ہے۔

احسن نے کہا۔

مجھے سناؤ تو سہی شادی کیسے ہوئی۔

راحت دلچسپی سے بولی۔

تمہیں میں نے بتایا تھا —— کہ تابندہ میرے دفتر میں چند روز سے

کام کرتی تھی۔

بڑی سیدھی سادی اور دکھی لڑکی ہے —— اُسے میں نے راضی کرلیا۔

ہاں —— یہ تو تم نے بتایا تھا —— پھر میں کراچی چلی گئی اور تم شادی میں

مصروف ہوگئے۔

ہاں۔ اُس نے میری بات مان لی تو تین چار روز میں میں نے دادی

اماں کو بھی اُسے دکھا دیا۔ اور شادی کی تاریخ بھی طے کرلی۔

دادی اماں کو پسند آگئی وہ ——

راحت درمیان میں بولی۔

فوراً —— اب تو انہوں نے اتنی چھان بین بھی نہیں کی۔

میں نے تم سے پہلے کہا تھا۔

راحت بولی۔

بس شادی ہو گئی ——

لڑکی نے تو خاصی رقم تم سے لی ہو گی۔

راحت نے پوچھا۔

کون سی لڑکی ——

احسن بولا۔

وہ تابندہ —— جس سے تم نے شادی کی ہے۔

راحت لاپرواہی سے بولی۔

مگر ——

احسن کو اس کی بات گولی کی طرح لگی —— تابندہ کی خاموش خا
صورت اس کی نگاہوں میں پھر گئی —— جس نے اتنے بڑے کام کے
اس سے کچھ طلب نہیں کیا تھا۔

وہ اُداس سا ہو گیا۔

میں سمجھ گئی ——

راحت اُسے خاموش دیکھ کر بولی۔

کیا ——

وہ کھویا کھویا سا بولا۔

یہی کہ اُس نے یقیناً اس کام کے لئے تم سے خاصی رقم وصول کی ہوگی۔

اں ایک بات کا خیال رکھنا احسن —— وہ لڑکی خاصی ہوشیار معلوم ہوتی
ہے جس نے یہ سب سُن کر بھی کہ تم محبت مجھ سے کرتے ہو تم سے شادی
کر لی —— یقیناً وہ بہت چالاک لڑکی ہے۔

میرا مطلب ہے۔ وہ تمہیں ضرور بلیک میل کرے گی —— تمہارا ایک
بہت بڑا راز جو اُس کے ہاتھ میں ہے۔

راحت کہہ رہی تھی۔

اور احسن تابندہ کے لئے ایسی باتیں سن کر پہلو بدل رہا تھا ——
درمیان میں بولا۔

وہ بہت اچھی لڑکی ہے ——

کیسے ——

راحت جلدی سے بولی۔

تم حیران ہو گی۔ وہ صرف اپنے دُکھوں سے تنگ آکر ایسا کرنے
پر مجبور ہوتی ہے۔ اور اُس نے مجھ سے کچھ بھی طلب نہیں کیا —— کچھ
بھی نہیں کہا۔

احسن کی بات سُن کر راحت جل گئی۔

کہنے لگی۔

پھر تو وہ اور بھی زیادہ خطرناک ہے۔

کیوں ——

احسن چونکا۔

وہ ضرور تمہیں بلیک میل کرے گی۔

راحت بولی۔

نہیں نہیں، وہ ایسی لڑکی ہرگز نہیں ہے ——

احسن سختی سے بولا۔

اچھا چھوڑو اس ذکر کو —— یہ بتاؤ کہ دادی اماں تمہارے نام جائداد کب منتقل کریں گی۔

راحت بولی۔

ابھی اُنہوں نے کوئی ذکر نہیں کیا —— لیکن میرا خیال ہے وہ جلد ہی ایسا کریں گی۔

تم نے بھی کچھ نہیں کہا۔

راحت نے پوچھا۔

نہیں —— میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔ اس طرح اُنہیں شک ہو جائے گا اور بنا بنایا کام بگڑ جائے گا۔

احسن نے کہا۔

ہاں یہ ٹھیک ہے ——

راحت کی سمجھ میں بات آگئی۔

غصّہ ختم ہوا۔

احسن محبّت سے اس کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

نہیں ——

راحت مسکرائی ——

کیسے ختم ہو گا۔

احسن ہنسا۔

وہ اُٹھ کر اس کے سینے سے لگ گئی۔ کہنے لگی۔

ایسے ——

اور احسن کو اس کی اس محبوبانہ سی سپردگی پر بے اندازہ پیار آگیا۔

اُس کے بالوں پر اپنے ہونٹ رکھتے ہوئے بولا۔

تم تو میری جان ہو راحت ——

سچ ——

اور کیا ——

تو آؤ پھر کہیں باہر چلیں۔

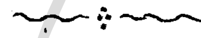
راحت بولی۔

جو حکم ہو ——

میں تیار ہو جاؤں ـــــ

راحت اٹھ کر تیار ہونے چلی گئی۔

اور وہ مہدی سے باتیں کرنے لگا۔



احسن کو اس گھڑی کا انتظار تھا۔ جب دادی اماں ساری جائیداد اس کے نام منتقل کرنے والی تھیں۔ مگر دادی اماں نے ایک بار بھی جائیداد کا ذکر نہیں کیا۔

تو وہ جھنجھلایا ہوا تھا۔

جس چیز کو حاصل کرنے کے لئے اتنا بڑا اڈرامہ کھیلا تھا۔ وہ وقت ہی نہیں آ رہا تھا۔

احسن کی الجھن بڑھتی جا رہی تھی۔

سہانی سی شام تھی۔

بیگم رحمان اور تابندہ لان میں سفید بگلوں کی طرح بنی ہوئی کرسیوں پر بیٹھی تھیں۔

کہنے کو تو یہ لان تھا ___ مگر بہت وسیع و عریض کوٹھی کے چاروں
پھیلا ہوا تھا ___ رنگ برنگے خوبصورت پھول ___ طرح طرح کے گلاب
موتیے کی بیلیں، ساری دیواروں کو ڈھانپے ہوئے تھیں۔

احسن ٹینس کے لباس میں بلا ہاتھ میں تھامے اسی طرف آ گئے۔

آداب امی ___

احسن دادی کے پاس والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

جیتے رہو ___

بیگم رحمان اپنی نظروں سے پیار پوتے پر نچھاور کرتے ہوئے بولیں۔

کوئی چائے وائے ملے گی۔

احسن تابندہ کی طرف دیکھ کر بولا۔

جی ___ کریمن بوا اسی لئے گئی ہیں۔

تابندہ نے کہا۔

احسن ___

دادی اماں بولیں۔

جی امی ___

بھئی دلہن کو بھی ٹینس سکھاؤ نا ___ تم کھیلتے رہتے ہو۔ اور یہ بے چاری
بور ہوتی رہتی ہے۔

ٹینس کون سا مشکل ہے امی ___ کل سے یہ ہماری شاگرد بن جائیں۔

احسن مسکرا کر بولا۔

تابندہ بھی مسکرا دی۔

کیوں دلہن ___ بنو گی احسن میاں کی شاگرد ___

دادی اماں ہنس کر بولیں۔

نہیں، امی جان ___

تابندہ ماحول کو خوش گوار بنانے کی غرض سے بولی۔

کیوں ___

دادی اماں نے حیران ہو کر پوچھا۔

یہ رعب بہت جمائیں گے پھر ___

تابندہ آہستہ سے بولی۔

دادی اماں ہنس دیں۔

اور احسن تو اس بات پر بے انتہا خوش ہوا ___ آج پہلی مرتبہ تابندہ نے
کسی بات میں دلچسپی سے حصّہ لیا تھا ___ اور وہ یہی چاہتا تھا کہ وہ ہنسے بولے۔
مذاق کرے ___ اس لئے کہ یہ بھی تو اسی کام کی ایک کڑی تھی ___ اُس کے خاموش
رہنے سے کسی وقت بھی بھانڈا پھوٹ سکتا تھا۔

ترنگ میں آ کر بولا۔

کام غلط کرو گی تو ڈانٹ پڑے گی۔

چلو ہٹو ___ بڑے آئے میری بیٹی کو ڈانٹنے والے ___

تابندہ کی بجائے دادی اماں بولیں۔

آپ نہ ہوں تو جانے کتنی ڈانٹ پڑے امی جان ——

تابندہ مسکرا کر بولی۔

اچھا ——

احسن ہنستے ہوئے بولا۔

اور کیا ——

تابندہ بول تو رہی تھی —— لیکن اسے یوں لگا۔ جیسے آگے کے الفاظ

وہ بھول گئی ہو ——

کہ مین چائے لے کر آ گئی۔

تابندہ نے خود ہی چائے بنائی۔ دادی اماں کو چائے دے کر

وہ پیالی احسن کو تھما رہی تھی۔

تو اس کی مسکراہٹ میں ایک عجیب سی شرارت تھی۔

تابندہ کا دل دھڑک اٹھا۔

فوراً اس نے سوچا۔

نہیں —— کہیں میری ایسی باتوں سے احسن یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ میں —— میں

بھول کر اس پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کر رہی ہوں ——

نہیں نہیں —— مجھے احسن کے ساتھ بے باک نہیں ہونا چاہیئے۔

کیا سمجھ بیٹھے —— حالانکہ میں نے تو —— میں نے تو صرف دادی اماں کی خوشی

تاثر ایسی باتیں کی ہیں —— وہ ہمیشہ پوچھتی جو رہتی ہیں کہ میں کیوں اداس

ہوں۔

آپ کی بہو کچھ سوچ رہی ہے امی ——

احسن اس کے چہرے پر آئے رنگوں سے اس کے دل کا حال سمجھ گیا۔

نہیں تو ——

تابندہ گھبرا سی گئی —— یوں جیسے چوری پکڑ لی گئی ہو ——

سوچ کیا رہی ہے —— تو خود اکیلا باہر چلا جاتا ہے —— اسے نہیں

لے جاتا ——

دادی اماں بولیں۔

یہ خود ہی تو انکار کرتی ہیں امی ——

احسن شکایتاً بولا۔

اچھا آج کہاں جانے کا ارادہ ہے۔

دادی اماں نے پوچھا۔

آج کچھ جا رہا تھا ——

تو دلہن کو بھی لے جاؤ ——

جی —— اچھا ——

احسن نے تو آج راحت کو ٹائم دے رکھا تھا۔

وہ کچھ پریشان سا ہو گیا —— لیکن بات نبھا گیا۔

امی ——

کچھ دیر خاموشی کے بعد احسن بولا۔

ہوں ——

پیسے نہیں ہیں میرے پاس —— ختم ہوگئے۔

اچھا پہلے کیوں نہیں بتایا ——

دادی اماں بولیں۔

پہلے تھے۔

دلہن یہ چابیاں لو —— اور سیف سے دو ہزار روپے نکال

احسن میاں کو ——

ہیں جی ——

تابندہ حیرت سے بولی۔

ہاں ہاں جاؤ ——

دادی اماں نے چابیاں بیگ سے نکال کر تابندہ کو تھما دیں۔

تابندہ حیران سی تھی ——

آؤ —— میں تمہیں بتاؤں ——

احسن اٹھ کر بولا۔

اور وہ مجرموں کی طرح اس کے ساتھ چل دی۔

مجھے پانچ ہزار چاہئیں۔

دادی اماں کے کمرے میں پہنچ کر احسن بولا۔

جی ——

تابندہ نے بے بسی سے اس کی طرف دیکھا۔

جی ہاں ——

احسن آنکھیں میچ کر بولا۔

بُرا نہ مانیں تو ایک بات کہوں۔

تابندہ جھجکتے ہوئے بولی۔

ہاں ہاں۔ کہو۔

اس وقت آپ دو ہزار ہی لے لیں —— اس لئے کہ دادی اماں نے یہ ذمہ داری مجھے سونپی ہے۔

ویسے سب کچھ آپ کا ہی ہے —— دادی اماں سے اجازت لے لیجئے —— وہ جتنے کہیں گی آپ اتنے ہی لے لیجئے گا۔ مگر ——

احسن نے تابندہ کی طرف دیکھا —— اس کی نظروں میں عقیدت تھی۔

کہنے لگا۔

جیسے تم کہو —— میں نے تو یونہی کہہ دیا تھا۔

شکریہ —— !

تابندہ نے چابی لگا کر دو ہزار گن کر احسن کو دیئے۔ اور سیف مقفل کر کے کہنے لگی۔

پکچر جانا ہے یا آپ کا کوئی اور پروگرام ہے ـــــ

راحت کے ساتھ فلم جانا تھا ـــــ خیر اب نہیں جاؤں گا۔

احسن بولا۔

نہیں آپ ضرور جائیے ـــــ

مگر دادی جان ـــــ

احسن بے چارگی سے بولا۔

ہم یہاں سے اکٹھے چلیں گے ـــ آپ مجھے نازو کے پاس چ

دیجئے گا۔

واپسی پر لیتے آئیے گا ـــــ

تابندہ نے کہا۔

تم ـــ تم کتنی اچھی ہو ـــــ

احسن اپنے جذبات چھپا نہ سکا ـــــ اور خوش ہو کر اس کے ہاتھ پکڑ

تابندہ نے اپنے ہاتھ چھڑا لئے۔ اور لال رنگ میں ڈوبی ہوئی

کمرے کی طرف چلی گئی۔

احسن کے دل کی دھڑکنیں بھی تیز تھیں ـــــ اُن میں ایک میٹھا سا

لطف ـــــ

جانے یہ کونسا جذبہ تھا ـــــ

لیکن اُس نے اِس جذبے کو راحت سے ملنے کی خوشی ہی سمجھا۔

گنگناتا ہوا ـــــ تیار ہونے چل دیا ـــــ

آئینے میں صورت دیکھتے ہوئے بھی ـــــ جذبے گڈ مڈ سے ہوتے گئے۔

تابندہ ـــ نہیں نہیں ـــ راحت سے ملنے کی خوشی ہے۔

~~~~ ٭ ~~~~
~~~~

نازو اپنی پارسن پڑوسن کے ساتھ باہر برآمدے میں کرسی ڈالے بیٹھی تھی

احسن اور تابندہ کو ایک ساتھ آتے دیکھ کر خوشی سے کھل اٹھی

آؤ بی ـــ تم تو عید کا چاند ہو گئیں ۔

وہ اُٹھتے ہوئے بولی ۔

اور تم کیا ہو ـــ کبھی آتی ہی نہیں ـــ

تابندہ نے گِلہ کیا ـــ

آداب ـــ نازو نے احسن سے کہا ۔

جیتی رہو ـــ

احسن نے مسکرا کر دُعا دی ۔

چلو کمرے میں چلیں ـــ

احسن نازو کے ساتھ کمرے کی طرف چل دیا ۔ اور تابندہ پارسن سے

ٹاک سیک کرنے لگی ۔

آؤ بھی اب ـــ

نازو نے وہیں سے پکارا ۔

اچھا بھئی ـــ

تابندہ پارسن سے خدا حافظ کہتے ہوئے کمرے میں چلی گئی ۔

آج میرا خیال کیسے آ گیا ـــ

نازو بولی ۔

روز ہی آتا ہے ـــ ہر وقت آتا ہے ـــ

تابندہ مسکرائی ۔

آپ کیوں نہیں آتیں ـــ

احسن بولا ۔

مجھے تڑپ تڑپ اور تڑپا تڑپا کر ملنے میں مزا آتا ہے ۔

نازو ہنس کر بولی ۔

ملوں گی ۔

تابندہ پیار سے بولی ۔

اچھا یہ بتائیے کیا پئیں گے آپ لوگ ـــ

نازو نے پوچھا ۔

کچھ نہیں —

تابندہ نے کہا۔

کیوں —؟

احسن صاحب تو کہیں جا رہے ہیں — میں تمہارے پاس رات کو

ہوں — جو جی چاہے گا کروں گی۔

تابندہ نے کہا۔

اچھا —

نازو مسکرا کر بولی۔

ہاں —

تو میں جاؤں —؟

احسن بولا۔

چھ بج گئے ہیں —

تابندہ آہستہ سے بولی۔

ہاں — اچھا تو میں چلا — ساڑھے نو بجے تک آؤں گا۔ کھانا میرے

ساتھ کھائیں گی نا آپ دونوں۔ —

احسن اٹھ کر بولا۔

جہاں آپ جا رہے ہیں کھانا اُس دوست کے ساتھ نہیں کھائیں

گے آپ —

تابندہ نے کہا۔

وہ — مگر آپ دونوں —

احسن کہتے کہتے رک گیا۔

آپ وہیں کھا لیجئے — میں یہاں نازو کے ساتھ —

تابندہ بولی۔

ٹھیک ہے — اچھا نازو خدا حافظ!

خدا حافظ —

نازو نے کہا۔

احسن کے جانے کے بعد نازو نے تابندہ کی طرف دیکھا اور بولی۔

کہاں گئے ہیں احسن صاحب!

کسی دوست کے ہاں —

تابندہ نے کہا۔

سچ کہہ رہی ہو —

ہاں —

مجھے تو سچ نہیں لگتا —

تجھے کیا لگتا ہے —؟

تابندہ بولی۔

راحت سے ملنے گئے ہیں —

نازو بولی۔

تجھ سے کون جیتے —

تابندہ ہنسی۔

میں پہلے ہی تاڑ گئی تھی — مگر — تو تو بالکل بدھو ہے۔

کیوں — ؟

تابندہ حیرت سے بولی۔

اری ایسے موقعے کیوں پیدا کرتی ہے کہ وہ راحت سے ملے۔

لو بھلا — مجھے بیچ میں روڑے اٹکانے سے فائدہ۔

تابندہ بولی۔

تو مجھے یہ بتا — تو کون ہے — تو کیا ہے — تجھے بھی تو زندہ ر
ہے — انسان اگر اپنی زندگی بنانے کے لئے تھوڑا سا سیلفش ہو جا
تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔

کیسی باتیں کرتی ہو نازو — میں واقعی کوئی بھی نہیں — مجھے
سمجھ نہیں آتا کہ میں زندگی کیسے گزاروں گی۔

میری طرف دیکھو — میری آنکھوں میں دیکھو — تمہیں کیوں نہ
جیسے میری آنکھوں میں کبھی — کسی وقت دو دیئے جل رہے ہوں گے
آس مرادوں کے دیئے مگر اب — اب تمہیں کیوں نہیں لگتا — جیسے
کی بھی چمکتی کرنیں دیکھنے کی حسرت لئے ہوئے وہ دیئے بجھ گئے ہوں

جنہیں صرف انتظار ملا — زندگی نہیں ملی۔

مگر —

نازو رنجیدہ سی آواز میں بولی۔

ایسی زندگی کا کوئی فائدہ — جس میں چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی ہو۔

ہاں — نازو — ایک گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے — جیسے بھیانک
ریگستان —

تمہیں ایک چانس ملا تھا تابی — تم کوشش کر سکتی ہو۔

ناممکن ہے —

بہت حد تک ممکن تھا —

نہیں — ہاں البتہ ایک اطمینان ضرور ہے۔

کیا —

یہی کہ میری آنکھوں سے اس کے چراغ بجھ ضرور گئے ہیں۔ لیکن
انہوں نے کسی کو روشنی بخشی ہے — احسن نے مشکل وقت میں میری مدد
کی ہے — میں نے اس کا احسان چکا دیا — اسے اس کی منزل مل جائے
سمجھوں گی میں کسی کے کام تو آ گئی۔

کہتے ہوئے اس کی آنکھیں یوں پرسکون تھیں۔ جیسے ان میں طوفان
آیا اور گزر گیا —

اور تم خود —

نازو نے سوال کیا۔

میں خود — میں کچھ بھی نہیں —

تم نے کبھی احسن کو احساس دلایا ہے کہ تمہارا کیا ہوگا۔ شکوہ تو کرو کبھی —

نازو بولی۔

نہیں میری پیاری بہن — شکوے شکایتیں تو وہ کرتے ہیں جنہیں کچھ پالینے کی ہوس ہو — جو زندگی کی حسین قدروں کو حاصل حیات سمجھتے ہوں میں بھلا حسین لمحات کو اپنے مقدر کی باہوں میں جکڑنے کی کوشش کروں بھی تو کیوں —

اس لئے کہ تم اللہ کا پیدا کیا ہوا انسان ہو — تمہیں زندہ رہنا ہے تمہیں زندگی کو حسین بنانے کے لئے تگ و دو کرنا ہے۔

نہیں نازو — اور سچ پوچھو تو اب خوشیوں سے بھی ڈر لگتا ہے۔ جو کچھ میرے پاس ہے اسی سے محبت ہوگئی ہے۔ مجھے تو اب کانٹے اچھے لگتے ہیں — میں جانے کیا چاہتی ہوں۔

کبھی جی چاہتا ہے کہ — یہ کانٹے تیز اور نوکیلے کانٹے۔ مجھے اتنا لہولہان کردیں — کہ میں اپنے ہی لہو سے اپنے دامن کو رنگین بنالوں۔

اور پھر —

نازو درمیان میں بولی۔

پھر دنیا والوں کو دامن پھیلا پھیلا کر دکھاؤں — دیکھو لوگو — زندگی نے مجھے کتنے حسین تحفے دیئے ہیں — کتنے خوش رنگ میرے دامن میں بکھرے پڑے ہیں —

میں ایسا بھی نہیں کرسکتی —

تابندہ کی آنکھیں بھیگ سی گئیں۔

میری جان زندگی ایک حسین تحفہ ہے — سمجھو اور اسے حسین بنانے کے لئے کوشش کرو۔

کیا کروں نازو — میرا دل — میرا دماغ — میرا ذہن — میری سوچ — میری فکر — میرے سارے احساسات ڈل ہوگئے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بھی ختم ہوگئی ہے۔

اور — زندگی کی لاش کو حالات پر چھوڑ دیا ہے —

کسی وقت پچھتاؤ گی —

نازو نے کہا۔

اب کیا کر رہی ہوں —

تابندہ طنزیہ مسکرائی۔

اچھا یہ تو بتا — مگر سچ سچ —

کیا —

احسن کے جذبوں کی خبر ہے تجھے —

میں نے کبھی جاننے کی کوشش نہیں کی —— اور حقیقت تو یہ ہے کہ وہ
میری عزت بہت کرتا ہے —— اور پھر اُس بے چارے نے مجھے حاصل کرنے
کے لئے یہ ڈرامہ کھیلا وہ اُس میں ابھی تک ناکام ہے ۔

اللہ کرے ناکام ہی رہے ۔

نازو جل کر بولی ۔

تابندہ ہنس پڑی —— کہنے لگی ۔

ایسی بد دُعا نہ دو بے چارے کو ——

بڑا ترس آتا ہے ——

نازو منہ بنا کر بولی ۔

میرا محسن ہے نا ——

تابندہ ہنسی ۔

تو بھی تو اُس کی محسن ہے ——

نازو چڑ کر بولی ۔

تجھے کیوں غصہ آ رہا ہے ۔

بس آتا ہے ——

کیوں ——

تم جیسی بھولی لڑکی پہ پیار نہیں آ سکتا ——

چل —— جانتی ہوں ——

تابندہ ہنسی ——

کیا جانتی ہے ——

جانتی ہوں کہ تجھے مجھ پہ پیار آتا ہے یا غصہ ——

جانتی ہے تو میری بات کیوں نہیں مانتی ——

نازو روٹھ سی گئی ——

تیری بات کیسے مانوں ——

تابندہ نے ٹھنڈا سانس لیا ۔

جیسے میں کہتی ہوں ——

دیکھ نازو ——

تابندہ اس کے کندھوں پہ ہاتھ رکھتے پیار سے دیکھتے ہوئے کہنے لگی ۔

میں سب کچھ برداشت کر سکتی ہوں ۔ اپنی ہتک نہیں کرواؤں گی ۔

اس میں کاہے کی ہتک ہے ——

نازو جلدی سے بولی ۔

ہے نا ——

کیسے ——

میں جانتی ہوں کہ احسن راحت کو بے پناہ چاہتا ہے ۔ پھر میں اُن کے
درمیان آ کر دونوں کی بد دعائیں لوں —— احسن کو میں اپنا بنا لوں ۔ راحت
تو میری جان کو روئے گی ۔

ہاں روئے گی — ؟

نازو کے ماتھے پر بل پڑ گئے ۔

کیوں نہیں روئے گی ۔

اُسے بڑی پرواہ ہو گی احسن کی — وہ کلب ڈانسر ہے — دن رات
عیش عشرت میں رہنے والی — اس کی زندگی میں اکیلا احسن نہیں ہوگا — کئی
ہوں گے — احسن تو بے وقوف ہے — پھنسا لیا اس نے — اگر وہ
صرف احسن سے پیار کرتی تو جہانداد کو مارتی گولی — اور فوراً شادی کر لیتی ۔
وہ احسن سے زیادہ احسن کی دولت سے پیار کرتی ہے — سمجھی — تب ہی
تو اُس نے پہلے یہ شرط لگا دی — کہ پہلے سب چیزوں کے مالک بن جاؤ
پھر شادی کروں گی ۔ اور احسن بھی اُس کے کہنے میں آگیا ۔

نہیں نہیں — ایسی بات نہیں —

تابندہ فوراً بولی ۔

یہی بات ہے —

نازو میز پر مُکا مارتے ہوئے بولی ۔

تُو تو نہ جانے کیا کیا سوچتی رہتی ہے — وہ دونوں ایک دوسرے
کو بے پناہ چاہتے ہیں ۔

پوچھتی رہو اسی بات کو —

نازو اُٹھتے ہوئے بولی ۔

کہاں چلی —

تمہارے لئے کباب وغیرہ منگواؤں —

رہنے دو — جو کچھ ہے وہی کھالیں گے —

تابندہ بولی ۔

کچھ بھی نہیں ہے —

کہتے ہوئے نازو باہر نکل گئی ۔

اور تابندہ سوچنے لگی ۔

کتنا پیار کرتی ہے یہ پگلی مجھ سے — ہر وقت میرے لئے ہی سوچتی
رہتی ہے ۔

تھوڑی ہی دیر میں نازو واپس آگئی —

کہاں گئی تھی —

پارسن کے نوکر کو بازار بھجوایا ہے — ابھی آجاتا ہے ۔

نازو اس کے پاس بیٹھتے ہوئے بولی ۔

کچھ ہی دیر میں نوکر نان کباب اور پھل لے کر آگیا ۔

احسن بھی اُسی وقت آگیا ۔

تینوں نے مل کر کھانا کھایا — احسن کچھ بیزار سا تھا ۔

صرف تابندہ نے محسوس کیا ۔

وہ دونوں رات گئے وہاں سے واپس آئے ۔



اُس رات جانے کیا ہوا ——

احسن کی طبیعت خراب ہو گئی ——

جب سے وہ راحت کے ہاں سے آیا تھا چُپ چُپ تھا۔ کھانے کے لئے بھی وہ یہ کہہ کر گیا تھا کہ کھانا راحت کے ساتھ کھائے گا — لیکن اُس نے وہاں کھانا بھی نہ کھایا تھا۔

جب سے آیا تھا — کھویا کھویا سا تھا — آنکھیں لال ہو رہی تھیں۔

آتے ہی کپڑے بدل کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

بیگم رحمان کی عادت تھی۔ جب تک وہ پوتے کو شب بخیر نہ کہہ لیں سوتی نہیں تھیں۔ وہ ابھی تک جاگ رہی تھیں۔

اور انتظار کر رہی تھیں کہ ابھی احسن آئے گا — اُن سے باتیں کرے گا

اور پھر شب بخیر کہہ کر سونے کے لئے جائے گا۔

مگر ایسا نہ ہوا ——

ان کی نظر میں تو احسن اور تابندہ کا ایک ہی کمرہ تھا۔

مگر احسن اور تابندہ نے باہر سے ایک کمرہ اور اندر سے دو بنا رکھے تھے۔

رات تابندہ جس کمرے میں سوتی صبح خود ہی بستر ٹھیک ٹھاک کر دیتی جس سے کسی کو آج تک یہ علم نہ ہو سکا تھا کہ وہ دونوں ایک ہی کمرے میں رہتے ہیں یا دو کمروں میں ——

بیگم رحمان نہ رہ سکیں۔

اٹھ کر شال اوڑھی اور احسن کے کمرے کی طرف چل دیں۔

دروازہ بند تھا ——

بیگم رحمان نے دروازے پر ہلکے سے دستک دی۔

تابندہ نے دروازہ کھولا۔

خلافِ معمول وہ یوں بیگم رحمان کو کھڑا دیکھ کر چونک گئی۔

کیوں امی جان خیریت ہے نا ——

تابندہ بولی۔

احسن میرے کمرے میں آیا نہیں —— طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔

بیگم رحمان بولیں۔

جی ۔۔ جی ہاں ۔۔۔ وہ شاید نیند آ رہی ہے انہیں۔

تابندہ بوکھلائی ہوئی تھی۔

مگر وہ ہے کہاں ۔۔

بیگم رحمان کمرے کے اندر آ کر بولیں۔

دوسرے کمرے میں شاید کپڑے بدل رہے ہیں۔

تابندہ سے یہی بات بن سکی۔

بیگم رحمان سامنے کرسی پر بیٹھ گئیں۔

تابندہ پریشان سی ادھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔ اُسے تو علم تھا کہ احسن دوسرے کمرے میں سو چکا ہے اور اگر بیگم رحمان نے اُسے دوسرے کمرے میں دیکھ لیا تو وہ ضرور سوچیں گی کہ دونوں کے علیحدہ کمرے کیوں ہیں۔

میں دیکھوں کیا کر رہے ہیں ۔۔

تابندہ نے درمیان والا دروازہ کھولا۔

دروازہ کھلا تھا۔

اس نے دیکھا احسن کمبل اوڑھے سو رہا ہے۔

وہ جلدی سے اُس کے قریب پہنچی۔

کمبل ہٹایا ۔۔

احسن نے آنکھیں کھول دیں۔

تابندہ کو یوں اپنے سامنے دیکھ کر وہ چونکا۔

حالانکہ یہ کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ تابندہ اُس کے کمرے میں آئی ہو۔

خیریت تو ہے ۔۔

احسن بولا ۔۔

امی جان آئی ہیں ۔۔

کہاں ۔۔ ؟

میرے کمرے میں ۔۔

اچھا ۔۔ !

جلدی چلئے ۔۔ میں تو گھبرا گئی کہ وہ کیا سوچیں گی ۔۔ اور میں نے ۔۔ میں نے یہی کہا ہے کہ آپ کپڑے بدل رہے ہیں۔

تابندہ گھبرائی ہوئی تھی۔

احسن اُس کی بوکھلاہٹ پر مسکرا دیا۔

کمبل پھینک کر وہ اٹھا۔

نائٹ ڈریس میں تھا ۔۔

تابندہ نے جلدی سے گاؤن اٹھا کر دے دیا۔ اور خود دوسرے کمرے میں آ گئی۔

آ رہے ہیں ۔۔

تابندہ بیگم رحمان کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

اگلے ہی لمحے احسن بھی آ گیا ۔۔

جی امی جان ——

بیٹے طبیعت تو ٹھیک ہے نا ——

بیگم رحمان بولیں۔

جی ہاں۔۔ بالکل ٹھیک ہوں —— معافی چاہتا ہوں۔ آپ
آ نہیں سکا —— دیر ہو گئی تھی۔ اس لئے سوچا آپ سو گئیں ہوں گی۔

تجھ سے شب بخیر کہے بغیر کبھی نیند آئی ہے مجھے ——

بیگم رحمان بولیں۔

جی —— معافی چاہتا ہوں۔

اچھا تم آرام کرو —— میں چلتی ہوں۔

بیگم رحمان اُٹھتے ہوئے بولیں۔

چلیئے میں آپ کو آپ کے کمرے تک چھوڑ آؤں۔

احسن بولا۔

نہیں بیٹے تم آرام کرو —— کریمن ہے میرے ساتھ ——
کھڑی ہے۔

جی —— شب بخیر ——

احسن بولا۔

شب بخیر ——

بیگم رحمان باہر نکل گئیں۔

تو احسن وہیں کرسی پر بیٹھ گیا۔

تابندہ سامنے ہی بیٹھی ہوئی تھی —— کہنے لگی۔

میں تو گھبرا گئی تھی ——

یونہی گھبرا جاتی ہیں آپ ——

احسن ہنسا۔

آپ کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں لگتی ——

تابندہ اُس کی لال آنکھیں دیکھ کر بولی۔

ہاں —— کچھ —— سر میں درد ہے ——

تابندہ جلدی سے اُٹھی۔

دراز سے اسپرین نکال کر اور تھرماس سے گلاس میں پانی اُنڈیل کر
اس کے قریب آئی۔ کہنے لگی۔

لیجئے —— شاید درد کم ہو جائے۔

احسن نے اسپرین لے کر منہ میں رکھی اور پانی پی لیا۔

تابندہ کی طرف ایک نظر دیکھا۔ اور بولا۔

لگتا ہے ٹمپریچر ہو گیا ہے ——

تابندہ نے بے بسی سے اس کی طرف دیکھا۔

دیکھئے ——

احسن نے بازو اس کے سامنے کر دیا۔

تابندہ کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں — دھڑکنوں میں گھرے ہ

اس نے احسن کے بازو پر ہاتھ رکھا۔

واقعی — وہ تپ رہا تھا۔

آپ کو تو تیز بخار معلوم ہوتا ہے —

تابندہ اس کا ہاتھ چھوڑ کر بولی۔

ہاں شاید —

ٹھہریئے میں ٹمپریچر لوں —

وہ جلدی سے اٹھی — دواؤں کے بکس میں سے تھرما میٹر نکالا۔

تھرماس سے پانی نکال کر تھرما میٹر دھویا۔ اور احسن کے منہ کے

لے جا کر بولی۔

لیجئے — !

احسن نے تھرما میٹر لے کر منہ میں رکھ لیا۔

تابندہ سامنے رکھی ٹائم پیس پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔

اور احسن اسے دیکھ رہا تھا۔

تابندہ نے تھرما میٹر لے کر دیکھا — ایک سو دو ٹمپریچر تھا۔

وہ فکر مند سی ہوگئی — کہنے لگی۔

آپ آرام کیجئے — میں ڈاکٹر کو فون کرتی ہوں —

ارے نہیں ڈاکٹر کو بلوانے کی کیا ضرورت ہے — صبح تک

ٹھیک ہو جاؤں گا۔

احسن بولا۔

اچھا آپ لیٹئے تو سہی —

تابندہ اٹھتے ہوئے بولی۔

احسن اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ اور تابندہ باہر نکل گئی
ڈاکٹر کو فون کیا اور ڈرائیور سے کہا کہ وہ کار لے کر جائے اور ڈاکٹر کو
لے آئے۔

خود جب کمرے میں پہنچی تو اسے سمجھ نہ آ رہا تھا کیا کرے۔ سوچ
سوچ کر اپنے پلنگ پر لیٹ رہی۔

مگر دل اور دماغ میں ایک عجیب سی لڑائی ہو رہی تھی۔

جانے بخار تیز ہوگیا ہے یا کم —

کیسا بخار ہے —

احسن پریشان کیوں ہے —

وہ کیا خیال کرے گا کہ میں تو بخار میں تپ رہا ہوں — اور تابندہ بیگم
آرام کر رہی ہیں۔

مگر —

اس نے اپنے آپ کو خود ہی جیسے جواب دے دیا۔

میں کیا کروں آخر —

احسن میرے لئے ایک غیر مرد ہے ——

میں رات کی تنہائی میں کس طرح اس کے پاس جاکر بیٹھوں۔

کہیں وہ یہ نہ سوچے کہ میرے ہاتھ اس کی کوئی کمزوری آگئی ہے اور

میں اُس سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہوں۔

اُس کے قریب آنے کا بہانہ مل گیا ہے مجھے ——

نہیں نہیں ——

مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیئے ——

ڈاکٹر کو فون کر دیا ہے وہ آتا ہی ہوگا —— میرا یہی فرض تھا۔

انسانیت کے تقاضے یہی تھے۔

یہ سب کچھ وہ سوچ تو رہی تھی۔

لیکن دل کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی ——

میرا دل کیوں بے چین ہے ——

کیوں ——

کیوں ——

دماغ نے دل کی چغلی کی۔

اور وہ لرز گئی ——

توبہ میری —— کیا کیا سوچنے لگی ہیں ——

نہیں نہیں —— احسن کے بارے میں مجھے بالکل نہیں سوچنا چاہئے

دل کے دروازے مقفل کر لینے چاہئیں۔

ملازم نے دروازے پر دستک دی۔

وہ جلدی سے اُٹھی۔

اُس کے ساتھ ہی اُن کا فیملی ڈاکٹر زیدی تھا۔

آیئے ڈاکٹر صاحب ——

تابندہ بولی۔

خیریت ہے نا ——

ڈاکٹر نے پوچھا۔

احسن صاحب کو اچانک بخار آگیا ہے۔ میں نے سوچا پوری رات باقی ہے۔ کہیں خدانخواستہ بخار زیادہ نہ ہو جائے اس لئے آپ کو بلا لیا۔

تابندہ نے کہا۔

آپ نے بہت اچھا کیا —— کہاں ہیں احسن میاں ——

ڈاکٹر نے کہا۔

آیئے ——

تابندہ نے آہستہ سے دروازہ کھولا۔

احسن بے چین سا تھا۔ لیکن چپ چاپ لیٹا تھا۔

ڈاکٹر کو دیکھ کر اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

آیئے ڈاکٹر صاحب —— کیسے مزاج ہیں ——

وہ جلدی سے بولا۔

خیریت ہے — تم سناؤ۔ بخار چڑھا بیٹھے ہو۔

ڈاکٹر مسکرا کر بولا۔

اچانک ہی طبیعت خراب ہوگئی۔

بخار کی غنودگی کے باوجود احسن مسکرا رہا تھا۔ ڈاکٹر نے تھرمامیٹر لگایا اور نبض پر ہاتھ رکھ دیا۔

تھوڑی ہی دیر میں جب ڈاکٹر نے تھرمامیٹر دیکھا۔ بخار ۱۰۴ کے قریب تھا۔

احسن کی آنکھیں سرخ تھیں۔ اور آواز میں نشے جیسی کیفیت۔

تابندہ جو چپ چاپ پاس کھڑی تھی تھرمامیٹر ڈاکٹر کے ہاتھ سے لے کر دیکھنے لگی۔

میں دوا تمہیں بھجواتا ہوں — اور ساتھ ہدایات بھی —

آپ میرے ساتھ آیئے —

ڈاکٹر تابندہ کی طرف دیکھ کر بولا۔

جی —

تابندہ ڈاکٹر کے پیچھے پیچھے چل دی۔

آپ لیٹئے احسن میاں — میں صبح پھر آؤں گا —

کہتے ہوئے ڈاکٹر تابندہ کے ساتھ باہر نکل آیا۔

کوئی فکر کی بات ہے ڈاکٹر —

تابندہ گھبرائی ہوئی تھی۔

بخار تیز ہے — آپ سر پر برف کی پٹیاں رکھئے اور آدھ آدھ گھنٹے بعد ٹمپریچر لیجئے۔ اور اگر بخار کم نہ ہو تو مجھے فون کر دیجئے گا۔

دوائیں بھجواتا ہوں — وہ پلاتی رہیئے۔ کچھ اور دوائیں ہیں — ملازم کو میرے ساتھ بھجوائیے۔ میں لکھ دوں گا — یہ جا کر کہیں سے لے آئے۔

بہتر — تابندہ نے کہا۔

اچھا۔ خدا حافظ۔

کہتے ہوئے ڈاکٹر چلا گیا۔

اور تابندہ پریشان کریمن کے پیچھے بھاگی۔

اُسے برف اور پٹیاں لانے کو کہا۔

بڑی بیگم صاحب کو اطلاع دوں کیا —

کریمن بولی۔

نہیں وہ پریشان ہو جائیں گی۔ اُنہیں آرام کرنے دو۔

اگر خدانخواستہ طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو —

کریمن بولی۔

تم جاؤ بھی —

تابندہ جھلا سی گئی ۔

کریمن کو کہہ کر تابندہ احسن کے کمرے میں آ گئی ۔

احسن پر کچھ بے ہوشی طاری تھی ۔

کریمن برف اور پٹیاں لے آئی ۔

تابندہ نے جلدی سے پٹیاں برف میں رکھیں اور ایک پٹی اٹھا کر
سے احسن کے تپتے ہوئے ماتھے پر رکھ دی ۔

احسن نے آنکھیں کھولیں ۔

سُرخ سُرخ انگارہ سی آنکھیں ——

تابندہ کو اپنے پاس دیکھ کر اس کا دل جانے کیوں بھر آیا حلق خشک
ہونے لگا ۔

پانی ——

وہ آہستہ سے بولا ۔

تابندہ نے تھرماس سے پانی پلایا ۔

جب وہ ہاتھ سے سہارا دے کر احسن کو پانی پلا رہی تھی تو احسن نا
جانے کن نظروں سے اس کی طرف دیکھا —— کہ وہ اندر ہی اندر کانپ
گئی ——

پتہ نہیں اُن نظروں میں کیا تھا ——

احسن پر پھر غنودگی چھا گئی اور وہ پٹیاں بدلنے لگی ۔

ایک کے بعد دوسری ——

دوسری کے بعد تیسری ——

احسن بے سُدھ پڑا تھا ۔

کریمن مغموم صورت بنائے قالین پر بیٹھی تھی ۔

ملازم دوائیں لے آیا اور تابندہ کو دے کر چلا گیا ——

تھوڑی دیر میں کریمن بھی چلی گئی ——

اب وہ دونوں تنہا تھے ۔

احسن کی آنکھیں بند تھیں ——

کبھی کبھی وہ ہڑبڑا کر اس کا ہاتھ تھام لیتا ۔ اور اس کے ہاتھ پاؤں
پسینے میں بھیگ جاتے ۔ خون کے بہاؤ میں بجلیاں سی دوڑنے لگتیں ۔ کمرہ ہلکی
سی دودھیا روشنی میں غبار آلود سا لگ رہا تھا ۔

راحت ——

احسن بڑبڑایا ۔

ایک کرب انگیز سی خاموشی چھا گئی ۔

تابندہ نے ٹمپریچر لیا ۔

بخار پہلے سے کم تھا ۔

اُس نے گلاس میں دوا انڈیلی ۔

دوا پی لیجئے ——

احسن نے آنکھیں کھولیں اور اُٹھ کر دوا پی لی۔

تم اب آرام کرو۔

احسن آہستہ سے بولا۔

آپ سو جائیے —

تابندہ اُسے کمبل اوڑھاتے ہوئے بولی۔

تم — اتنی اچھی کیوں ہو —

احسن اُسے لال لال آنکھوں سے گھورتے ہوئے بولا۔

وہ گھبرا سی گئی۔

برف سے بھیگی ہوئی پٹی اس کے ماتھے پر رکھتے ہوئے۔ وہ اُداس

نظروں سے دیکھ کر رہ گئی۔

میں کتنا گناہ گار ہوں — میں نے تمہاری زندگی تباہ کر ڈالی — ا

تم بھی انسان ہو — تمہاری بھی خواہشیں ہوں گی — تمہاری بھی تمنائیں ہیں

اور میں انتہائی بے درد ہوں — میں نے اپنی خوشیوں کے لیے سب کچھ

روند ڈالا۔

تم — کسی سے محبت کرتی ہو —

وہ نشے جیسی حالت میں لڑکھڑاتی ہوئی زبان میں بولا۔

وہ خاموش رہی —

بتاؤ نا —

وہ پھر بھی خاموش رہی —

بتاؤ نا — کبھی کسی کو چاہا ہے تم نے —

آپ آرام کیجئے نا —

وہ آہستہ سے بولی۔

مجھے بتاؤ نا — میں اپنی زیادتی کا ازالہ کروں گا — وہ جہاں بھی

ہوا — اُسے تمہارے پاس لے کر آؤں گا — اور — تمہیں —

کیسی باتیں کرتے ہیں آپ —

تابندہ جلدی سے بولی۔

بتاؤ کبھی کسی کو چاہا ہے تم نے —

احسن ضدی سا ہو رہا تھا۔

تابندہ نے ایک نظر احسن کو دیکھا — پھر اطمینان سے کہنے لگی۔

نہیں —

کسی کو نہیں —

بالکل نہیں —

وہ چُپ سا ہو گیا۔

آپ سونے کی کوشش کیجئے۔

تابندہ بولی۔

نیند نہیں آتی۔

احسن چھت کو گھورتے ہوئے بولا ۔

یہ دوا جو آپ نے پی ہے اس سے نیند آجائے گی ۔ صرف آنکھیں بند کرنا شرط ہے ۔

تابندہ مسکرائی ۔

بڑا ڈپریشن ہے ـــــ بہت بوجھ ہے دل پر ـــــ

احسن گھٹی ہوئی آواز میں بولا ۔

وہ صرف دیکھ کر رہ گئی ۔

آج جب میں راحت کے ہاں گیا ۔ تو وہ پرویز کے ساتھ باہر گئی ہوئی تھی ۔

احسن دکھ سے بولا ۔

پرویز کون ہے ـــــ

تابندہ نے پوچھا ۔

شہر کا ایک بگڑا ہوا رئیس ہے ـــــ بہت ذلیل آدمی ہے ۔

تابندہ خاموش تھی ۔ لیکن چاہ رہی تھی کہ احسن اُسے سب کچھ بتا دے تاکہ احسن کے دل کا بوجھ کچھ کم ہو جائے ۔

میں انتظار کرتا رہا ـــــ جب وہ دونوں واپس آئے تو میں نے راحت کو خوب ڈانٹا ـــــ جواب میں پتہ اُس نے کیا کہا ۔

تابندہ نے نظریں اٹھائیں ۔

اُس نے مجھے کہا کہ میں نے بھی زندہ رہنا ہے ـــــ کہتی ہے میں بابک شادی کا انتظار کروں ۔

دیکھا تابندہ ـــــ میں نے اُس کے لیئے کیا کچھ نہیں کیا ۔ اور ـــ وہ چند دن میرا انتظار بھی نہیں کر سکتی ـــــ اس کی خاطر میں کتنے لوگوں کو دھوکا دے رہا ہوں ـــــ اور وہ ـــــ وہ چند دن بھی میرا انتظار نہیں کرنا چاہتی ۔

تابندہ ـــــ میں اُسے بہت چاہتا ہوں ۔ اُس کے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ مجھے نہ ملی تو میں مر جاؤں گا ـــــ تم ـــــ تم نہیں جانتی ـــــ پرویز کو اس کے ساتھ دیکھ کر میرے تن بدن میں آگ لگ گئی ـــــ جی چاہتا تھا اُسے شوٹ کر دوں ـــــ

مگر ـــــ میں واپس آ گیا ـــــ

تابندہ خاموشی سے سُن رہی تھی ۔

مجھے سگریٹ دو تابندہ ـــــ

احسن بولا ۔

تابندہ نے سگریٹ نکال کر دیا اور لائیٹر دیتے ہوئے بولی ۔

میں صبح امی سے بات کروں ـــــ

کیا ـــــ

یہی وصیت کو پُورا کرنے والی ـــــ

اس طرح امی کو شک ہو جائے گا ــــ

مگر ــــ مگر میں تو یہ کہتا ہوں کہ وہ آخر کیوں انتظار نہیں کرتی۔

سب کچھ جانتی ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں ــــ کیوں کر رہا ہوں۔ اُس نے

نے ضمیر کے خلاف کام کیا ہے۔

اور وہ ــــ وہ پرویز کے ساتھ کیوں گئی۔ اگر میں اُس سے

بھی شادی نہ کروں، تو اُسے ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔

اُسے میرا ہو کر جینا چاہیئے ــــ ہے نا تابندہ ــــ

وہ بچوں کی طرح اس سے پوچھنے لگا۔

آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ لیکن اصل میں یہ ساری باتیں ماحول پر منحصر

ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کی جدائی سے گھبرا کر گھومنے جاتی ہو ــــ گھر

والی لڑکی تو نہیں ہے نا ــــ اُس کا اپنا ایک ماحول ہے۔ دکھے ہا

ن کے ہاں شاید یہی دستور ہو۔ آپ کو اتنا بُرا نہیں ماننا چاہیئے

تابندہ نرم سی آواز میں اُسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی

واہ یہ اچھا طریقہ ہے دُکھ کے بہلانے کا ــــ

اُس کو دُکھ یہی ہے کہ شادی نہیں ہوتی ــــ

ورنہ کونسا دُکھ ہے ــــ میں اُسے برابر ملتا ہوں جبکہ اُسے

کہ میں اُس کے ہاں آنے والا ہوں۔ اُس نے میری پرواہ بھی نہیں کی

احسن غصے سے بولا۔

اتنی سی بات کو طول نہ دیجئے ــــ مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کیجئے۔

ان سے بات کرنا ذرا مشکل ہے مگر میں کوشش کروں گی کہ اُن کا دھیان

طرف لگا سکوں۔

پھر آپ شادی کر لیجئے ــــ کوئی مسئلہ نہ رہے گا۔

تابندہ مسکرا دی۔

زبردستی ــــ جیسے بہلا رہی ہو ــــ

اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا ــــ تو بخار بھی کم ہونے لگا۔

اور پھر وہ سو گیا ــــ

لیکن تابندہ اُس کے پلنگ کے پاس ہی کُرسی پر بیٹھی تھی۔

رات بیت رہی تھی ــــ

تابندہ کو لگا۔ جیسے نازو کی آنکھیں اُسے گھور رہی ہیں ــــ اور کہہ رہی

ال اس سے اچھا موقع پھر نہیں آئے گا۔

مگر اس نے اس خیال کو جھٹک دیا۔ اور کرسی کے ہتھے پر ٹیک لگا کر

آنکھیں بند کر لیں۔



صبح جب احسن کی آنکھ کھلی ——

اس نے سامنے دیکھا ——

تابندہ کرسی پر ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی۔

چند لمحے وہ دیکھتا رہا ——

دل میں ہمدردی، خلوص اور محبت کی ایک لہر سی اٹھی۔

پگلی ——

کاش میں راحت سے دل نہ لگا بیٹھا ہوتا تو اس جیسی لڑکی کو کبھی

یہ دکھ دیتا۔

وہ دیکھ رہا تھا ——

اس کی آنکھوں کے پپوٹے بھاری تھے۔

بال بکھرے بکھرے سے تھے۔

اور چہرے پر رات جاگنے کی تکان تھی جس سے وہ اور زیادہ

پیاری لگ رہی تھی۔

اچانک ہی تابندہ نے آنکھیں کھول دیں۔

اسے یوں اپنی طرف متوجہ پاکر وہ گھبرا سی گئی۔

سینے سے ڈھلکا ہوا آنچل درست کیا۔

اور شرمندہ سی بولی۔

کیسی طبیعت ہے اب ——؟

طبیعت —— ٹھیک ہے —— میں تو سو گیا۔ اور تم ساری رات یونہی

بیٹھی رہی۔ یہ مجھ پر مزید ظلم ہے۔

احسن اس کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

آپ کو علم ہے جناب —— کہ رات آپ کو ۱۰۴ بخار تھا۔

تابندہ نے کہا۔

پھر ——

پھر اگر میں سو جاتی بخار زیادہ ہو جاتا —— تو امی جان کو کیا جواب دیتی۔

تابندہ نظریں جھکائے بولی۔

مجھے کچھ بھی نہیں تھا صرف ڈپریشن تھا"۔

احسن آہستہ سے بولا۔

ذرا ٹمپریچر لے لیجئے۔ پھر آپ کے لئے چائے بھجوا دوں۔

تابندہ اُٹھتے ہوئے بولی۔

تم تو پُوری ڈاکٹر ہو ——

احسن ہنسا۔

اس نے تھرما میٹر احسن کے سامنے کر دیا۔

اُس نے بچوں کی طرح مچل کر تھرما میٹر منہ میں رکھا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد جب تھرما میٹر تابندہ کے ہاتھ میں آیا

تو کہنے لگا۔

دیکھ لیجئے ڈاکٹر صاحبہ ——

تابندہ نے دیکھا۔ بخار اب صرف سو تھا۔

میں چائے بھجواتی ہوں۔

وہ دروازے کی طرف جاتی بولی۔

سنو ——

احسن نے اُسے پکارا۔

جی ——

تم کچھ دیر سو جاؤ ——

احسن کی نظروں میں پیار تھا ——

میری فکر نہ کیجئے۔ جب نیند آئے گی سو جاؤں گی ——

کہتی ہوئی وہ باہر نکل گئی

سامنے دیکھا ——

بیگم صاحبہ اسی طرف آ رہی تھیں۔

تابندہ کو دیکھ کر بولیں۔

احسن میاں کی طبیعت اب کیسی ہے ——

جی اب تو بخار صرف ۱۰۰ ہے۔

تابندہ سر جھکا کر بولی۔

کمال کیا تم نے دُلہن —— مجھے رات اطلاع کیوں نہیں کی۔

بس امی جان یہی سوچا آپ پریشان ہوں گی۔

تابندہ نے کہا۔

یہ اچھی رہی —— خود تم ساری رات جاگتی رہی ہو —— میں بھی تمہارے ساتھ تھی —— دیکھو تو چہرہ کیسا پیلا ہو رہا ہے۔

بیگم صاحبہ اُسے پیار سے دیکھتی ہوئی بولیں۔

آپ چلئے کمرے میں۔

تابندہ بولی۔

میں احسن میاں کے پاس ہی جا رہی تھی۔ تم جا کر آرام کرو۔

بیگم صاحبہ بولیں۔

جی اچھا ——

کریمن لوا صاحب کے لئے چائے لے جاؤ ۔

تابندہ نے کریمن سے جو بیگم صاحبہ کے ساتھ ہی تھی. کہا ۔

جی بہتر —

کریمن کچن کی طرف چلی گئی ۔

اور تابندہ نے ڈاکٹر کو فون کر کے حال بتایا ۔

کریمن چائے لے کر اندر آگئی ۔

بیگم صاحبہ احسن کے پاس بیٹھی تھیں ۔

اور وہ ان کی گود میں سر رکھے لیٹا تھا —

دلہن کہاں ہے ۔ ؟

بیگم صاحبہ نے پوچھا ۔

ڈاکٹر کو فون کر رہی تھی ۔

امی یہ آپ کی بہو تو پوری ڈاکٹر ہے ۔

احسن نے دادی سے کہا ۔

اسی لمحے تابندہ کمرے میں داخل ہوئی ۔

بیگم رحمان مسکرا دیں ۔

امی جان ان کی شکایت کروں آپ سے — !

احسن مچل کر بولا ۔

تابندہ نے چونک کر دیکھا ۔

امی یہ ساری رات مجھے کڑوی کڑوی دوائیں پلاتی رہی ہیں ۔

بیگم رحمان ہنس دیں — کہنے لگیں ۔

پوری رات وہ تمہارے لئے پریشان رہی ہے — تب ہی تو
اس وقت اٹھ کر بیٹھے ہو ۔ اُسے دیکھو خود بیمار لگ رہی ہے ۔

بیگم رحمان نے پیار سے تابندہ کی طرف دیکھا ۔

امی جان میں بتاؤں اصل بات کیا ہے —

تابندہ نے مسکرا کر احسن کی طرف دیکھا ۔

احسن حیران سا ہو گیا ۔

اور بیگم رحمان بولیں ۔

ہاں ہاں تم بتاؤ دلہن —

بات یہ ہے امی جان ۔ کہ احسن صاحب یورپ جانا چاہتے ہیں
ان کے کچھ دوست بھی ساتھ جا رہے ہیں — انہوں نے اپنی تیاری مکمل
کر لی ہے اور یہ ابھی تک آپ سے اجازت لینے کی سوچ رہے ہیں ۔ آپ انہیں
اجازت نہیں دیں گی اسی ڈر سے بیمار ہو گئے ہیں ۔

تابندہ نے مسکرا کر جانے کیسے یہ اوٹ پٹانگ سی بات گھڑ دی ۔

احسن نے نظروں ہی نظروں میں جیسے اس کا شکریہ ادا کیا کہنے لگا ۔

سچ ہی تو بیمار پڑا ہوں امی جان اجازت تھوڑی دیں گی ۔ دیکھ لو ۔

بیگم رحمان نے پیار سے احسن کی طرف دیکھا اور بولیں ۔

دلہن کو بھی ساتھ لے جاؤ گے ۔

ان کے بغیر تھوڑی ہی جاؤں گا ۔

احسن جلدی سے بولا ۔

تب تو تمہاری بات پر غور ہو سکتا ہے ۔ دوستوں کے ساتھ جانے
کی اجازت نہیں مل سکتی ۔

بیگم رحمان نے کہا ۔

ان کو ساتھ لے جانا ہے امی —

احسن دادی کو موم ہوتے دیکھ کر اٹھ کر بیٹھ گیا ۔

کتنے دن رہو گے —

تین چار مہینے —

احسن جلدی سے بولا ۔

ہوں —

دادی اماں سوچ میں پڑ گئیں ۔

چاہے میں مر جاؤں بعد میں —

بیگم رحمان سوچتے ہوئے بولیں ۔

خدانخواستہ —

تابندہ ایک دم بولی ۔

آپ ایسی باتیں کریں گی تو میں نہیں جاؤں گا ۔

احسن روٹھ سا گیا ۔

سوچ کر بتاؤں گی —

بیگم رحمان بولیں ۔

آپ جو کہیں گی مجھے منظور ہے ۔

احسن دادی کا ہاتھ آنکھوں سے لگا کر بولا ۔

پگلا —

بیگم رحمان کی آنکھیں بھیگ گئیں ۔

دوا تو پی لیجئے —

تابندہ نے گلاس میں دوا انڈیلی —

دیکھا امی — پھر دوا —
احسن نے کہا ۔

چلو پی لو ۔

بیگم رحمان اسے یوں سمجھا رہی تھیں جیسے وہ چھوٹا سا بچہ ہو —

وہ بُرا سا منہ بنا کر اٹھ کر بیٹھ گیا —

اور بیگم رحمان نے گلاس لے کر احسن کے ہونٹوں سے لگا دیا ۔

دوا پی کر احسن لیٹ گیا ۔

تابندہ نے چائے بنا کر دی ۔

اور اپنے لئے پیالی بنا کر سامنے ہی بیٹھ گئی ۔

کہ کہیں ناشتہ نہ لگانے چلی گئی۔

بیگم رحمان کچھ خاموش تھیں۔

کبھی احسن کی طرف دیکھتیں کبھی تابندہ کی طرف ——

یوں —— جیسے کچھ پرکھ رہی ہوں —— کچھ تول رہی ہوں ——

کچھ ڈھونڈھ رہی ہوں ——

کافی دیر کی خاموشی کے بعد کہنے لگیں۔

دلہن —— میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔

جی ——

تابندہ تو تھی بزدل —— ڈرپوک سی لڑکی —— ایک دم لاکھوں وسوسے
اس کے دل میں جاگ اٹھے۔

بیگم رحمان کی نظروں کی تاب نہ لا سکی —— نظریں جھکا لیں۔

یہی سمجھ کر کہ شاید بیگم رحمان —— کچھ جان گئی ہیں —— اور اب
وہ مجھے جانے کیا سمجھیں —— جانے کیا سلوک کریں۔

احسن بھی چونک گیا۔

میں تم سے جو کچھ پوچھوں صاف صاف اور سچ سچ بتانا۔

بیگم رحمان کی آواز کچھ پہلے سے مختلف تھی۔

اور تابندہ کی تو جان ہی نکل گئی۔

چہرہ ایک دم فق ہو گیا۔

کہنے لگی۔

پوچھئے امی جان —— !

احسن کو یوں محسوس ہوتا جیسے تابندہ ابھی کرسی سے گر پڑے گی۔

جلدی سے بولا۔

ایسی کیا بات ہے امی جان —— !

ایسی ہی کوئی بات ہے۔

تو پوچھئے ——

احسن بھی کچھ ڈر سا گیا ——

سچ سچ بتانا دلہن —— تم احسن میاں کے رویے سے مطمئن ہو ——
میرا مطلب ہے تمہیں اس سے کوئی گلہ تو نہیں ——

جی ——

تابندہ کی گویا جان میں جان آئی ——

کہنے لگی۔

نہیں امی جان —— مجھے ان سے بھلا کیا گلہ ہو گا۔

تم نہیں جانتیں دلہن —— احسن میاں کچھ غلط لوگوں میں پھنس گئے
تھے۔ اور اسی لئے میں نے ان پر سختی بھی کی —— میں نے ان کا جیب خرچ
کم کر دیا —— مجھے علم تھا کہ جو لوگ ان پر اپنا جادو چڑھا رہے ہیں وہ
صرف دولت کے شیدائی ہیں۔ میں نے جان بوجھ کر ان پر سختی کی۔

اور اب ——

اب تم جیسی بیوی اسے مل گئی ہے —— تم نہیں جانتی میں کتنی خوش
ہوں —— میں اور کب تک زندہ رہوں گی۔ اس خاندان کا نام تم دونوں
نے ہی روشن رکھنا ہے۔۔ اللہ تم دونوں کو خوش و خرم رکھے

میں اتنے دن تک اسی لئے چپ تھی۔ یہ جاننا چاہتی تھی کہ
احسن میاں پہلے والے احسن میاں تو نہیں ——

لیکن مجھے واقعی یہ بدلے بدلے لگے ہیں —— وہ سرکشی۔ وہ باغیانہ
شکر ہے ختم ہو گیا —— اور اب تو تم نے ضمانت بھی دے دی ہے۔
اس لئے میں مطمئن ہوں ——

بیگم رحمان بول رہی تھیں ——

اور تابندہ احساسِ جرم —— میں ڈوبتی جا رہی تھی۔
کہیں کہیں احسن کو بھی بیگم رحمان کی باتیں تیر کی طرح لگ رہی تھیں۔
لیکن وہ دونوں بت بنے سن رہے تھے۔

اس لئے دلہن —— میں نے تم سے ضمانت لے لی ہے۔

کیونکہ میں اپنے ایک فرض سے سبکدوش ہونا چاہتی ہوں — کیا پتہ
کس وقت مر جاؤں —— گو میرے بعد حقدار احسن ہی ہے —— لیکن وہ کام
جو اس کے باپ نے مجھے سونپا تھا۔ میں اپنے ہاتھوں انجام دینا چاہتی
ہوں ——

تابندہ نے نگاہیں اٹھائیں۔

میں کل وکیل کو بلاؤں گی —— اور جائیداد کا دوبار —— بنک بیلنس اور
سب کچھ ہی احسن میاں کو سونپ دوں گی۔

پھر انہیں چاہیئے کہ سب کچھ اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے کاروبار کی
ذمہ سے اطمینان کر لیں۔

اس کے بعد جہاں جانا ہو —— گھوم پھر آؤ ——
تابندہ خاموشی سے سن رہی تھی ——

اور احسن کا دل بھر آیا۔

حالانکہ وہ اس دن کا کتنی شدت سے منتظر تھا —— اس دن کے لئے
اس نے کیا کیا نہیں کیا تھا۔

مگر — آج جب یہ دن آیا —— تو وہ اداس ہو گیا —— شریف خون
تھا — باپ اور دادی کی محبت سے یہ سب کچھ ہوا تھا —— باہر منزل پانے
کی خوشی تھی۔

جانے کیا تھا —— اس کا جی چاہ رہا تھا کہ دادی کے سینے سے لگ کر
خوب روئے۔

اور یہی ہوا —— وہ واقعی دادی کی گود میں منہ دیکر سسک پڑا۔

پگلا ——
بیگم رحمان کی آنکھیں بھی بھیگ گئیں۔ کہنے لگیں۔

احسن نے کاغذات پر دستخط کئے — اور پُرمسرت نگاہوں سے وکیل

کی طرف دیکھا۔

مبارک ہو مسٹر احسن —

وکیل نے احسن سے مصافحہ کیا —

شکریہ —

احسن نے دادی کے پاؤں چھو لئے — اور بیگم رحمان نے اُسے

سینے سے لگالیا۔

کہنے لگیں۔

خوش اور آباد رہو — یہ سب کچھ جو کچھ ہو جائے تمہارے ہاتھوں

میں — مگر بیٹے کبھی کسی کی حق تلفی نہ ہو۔

تو ہی میری اُمیدوں کا روشن ستارہ ہے بیٹا — باپ دادا کا نام

زندہ رکھنا — اور جس طرح میں نے اپنے کمزور ہاتھوں میں خاندان کی

عزت برقرار رکھی۔

تجھ سے اور دُلہن سے بھی یہ ہی توقع ہے —

اور ہاں — دُلہن کو کبھی بھی کوئی دکھ نہ دینا — یہ بڑی اچھی ہے۔

تابندہ سے برداشت کرنا مشکل ہو گیا تھا۔

وہ اپنا دل سنبھالے دوسرے کمرے میں آگئی —

آج وہ دن آگیا ہے —

مگر — ایسا لگ رہا تھا — جیسے وہ بہت بڑی مجرم ہے —

دادی اماں کا انتہائی اعتماد — اور وہ — اُس نے اِس اعتماد کو

بڑا دھوکا دیا —

یہ سوچ سوچ کر اس کا جگر کٹا جا رہا تھا۔

میں کتنی بُری ہوں —

میں نے کیا کیا —

سوچ سوچ کر اس کی آنکھیں سُرخ ہو گئیں۔

دوسرے کمرے میں دادی اماں احسن کو سینے سے لگائے نصیحتیں کر رہی

تھیں اُسے خوش رکھنے کی تلقین کر رہی تھیں۔ تابندہ نے اپنے کان بند کر لئے۔

~~~ ❁ ~~~
~~~

ایسا ہی ہوگا امی جان ——

احسن عقیدت بھری نظروں سے دادی کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

میں نے مزدوروں کے لیے فیکٹری میں ہی ایک ہسپتال کی تعمیر کا ارادہ

تھا —— اسے ضرور پورا کرنا بیٹا۔

بیگم رحمان بولیں۔

آپ خود بنیاد رکھیں گی امی جان ——

احسن بولا۔

یہ تابندہ کہاں گئیں ——

احسن ادھر ادھر دیکھ کر بولا۔

معلوم نہیں —— صبح سلام کرنے آئی تھی۔ اس کے بعد نہیں دیکھا

میں ادھر وکیل صاحب کے پاس آگئی۔

بیگم رحمان بولیں۔

میں دیکھتا ہوں ——

احسن کمرے سے باہر نکل گیا۔

تابندہ کہاں ہے کریمن بوا ——

احسن نے راہداری میں آئی ہوئی کریمن سے پوچھا۔

اپنے کمرے میں ہیں ——

کریمن بولی۔

اچھا ——

احسن کے قدم خوشی سے لڑکھڑائے ہوئے تھے۔ تیزی سے وہ

کمرے میں پہنچ گیا۔

تابندہ پلنگ پر آنکھیں بند کیے لیٹی تھی۔

آہٹ سے آنکھیں کھول دیں۔

احسن کو دیکھ کر ایک دم اٹھ بیٹھی۔

کہاں ہو صبح سے ——

احسن کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔

یہیں تھی ——

تابندہ کی آواز ٹوٹی ٹوٹی سی تھی۔

مجھے مبارک نہیں دو گی —— ابھی ابھی وکیل صاحب نے کاغذات

پر میرے اور امی جان کے دستخط کروائے ہیں۔

احسن خوشی سے بولا۔

مبارک ہو ——

تابندہ مسکرائی۔ پھیکے سے انداز میں کہا۔

شکریہ —— یہ سب تمہاری وجہ سے اور تمہاری کوششوں سے ہوا

ہے ——

تابندہ خاموش رہی۔

آج تیرے کیا کر دوں گا ؟

احسن مسرور سے انداز میں بولا۔

تابندہ نے نگاہیں سوالیہ انداز میں اٹھائیں۔

آج راحت کے پاس جاؤں گا — دیکھوں گا۔ کیا حالات ہ

پھر اسے بھی یہ خوشخبری سناؤں گا — اور ہاں میں نے راحت کے

میں بہت سوچا ہے — گزشتہ رات جو کچھ ہوا ہے۔ میرے خیا

اس لئے اس نے پرویز کو لفٹ کروائی ہے کہ میں اپنے کام میں سست

ہوں — یہ اس کا خیال ہے — حالانکہ ایسا نہیں تھا۔ وہ سب کچھ

میں اُس نے مجھے طیش دلانے کے لئے کیا ہے — ورنہ میں جانت

تابندہ —! وہ مجھے بے انتہا چاہتی ہے — مجھے اس وقت سے چ

ہے جبکہ میں ایک ہزار جیب خرچ پر گذارہ کرنے والا آدمی تھا

وہ نہایت خوبصورت لڑکی ہے — اس کے خواہشمند تو بڑے بڑے

آدمی ہیں — مگر اُس نے کسی طرف دیکھا بھی نہیں — وہ مجھے

چاہتی ہے۔

تابندہ خاموشی سے سُن رہی تھی۔

جو خوشی اُسے ملی تھی اس نے اُس کے دل کے تمام خدشے ساری

دھو ڈالی تھیں۔ وہ سب کچھ بھول گیا تھا۔

اب صرف راحت کو پالینے کی خوشی تھی۔ یہ خوشی جس میں اس

دا ڈر باڑ دیا تھا۔ اصل میں تو راحت کو پالینے کی خوشی تھی۔ ورنہ وہ جانتا تھا

کہ اس ساری جائداد کا وہ تنہا مالک ہے۔ اور کبھی نہ کبھی تو وہ سب کا مالک

بن ہی جاتا — مگر یہ جلدی — صرف راحت کے لئے تھی۔

کتنی خوش نصیب ہے راحت —

تابندہ نے سوچا۔

تم خاموش کیوں ہو —

احسن نے اُسے گھور کر دیکھا۔

نہیں تو —

وہ گھبرا گئی —

کچھ تو ہے —

احسن اُس کے چہرے پہ اُداسیوں محرومیوں کو پھیلا ہوا دیکھ رہا تھا۔

ایسی تو کوئی بات نہیں۔

دل کا کرب اس سے چھپائے نہیں چھپ رہا تھا۔

بتاؤ نا — کیا سوچ رہی ہو

احسن بضد ہو گیا۔

سچی کچھ نہیں — میں اصل میں اپنے آپ کو تھکا ہوا محسوس کر رہی

ہوں۔

اس سے یہی بات بن سکی۔

ہاں — شاید تم ٹھیک کہتی ہو — اس کوشش میں تم بھی میرے
دوڑتی رہی ہو — اور اب تمہیں تھکاوٹ محسوس ہو رہی ہے۔

احسن مسکرا کر بولا۔

ایسی بھی بات نہیں — میں نے کیا کیا ہے — آپ تو یونہی باتیں
ہیں — مجھے تو خود — مجھے تو خود کچھ عرصے کے لئے زندگی گذارنے کا
مل گیا ہے — میں نے تو آپ کے لئے کوئی کوشش نہیں کی — سب کچھ
لئے کیا ہے — امی جان جیسی پُرخلوص ہستی سے جھوٹ بولا ہے —
اس لئے — کہ کچھ دن غفور سے چھپ جاؤں گی — نوکری بھی نہیں
ملتی تھی — تھک گئی تھی — ہار گئی تھی۔ اور پھر — آپ نے تو مجھ سے
سلوک کیا ہے۔ جس کی میں ہرگز مستحق نہیں تھی — میں کون ہوں — کیا
میں جانتی ہوں — میں نے اتنا آرام سکھ کبھی نہیں پایا۔

اس کی آنکھوں میں سیلاب سا آگیا — گھٹن
آنکھیں چھم چھم برسنے لگیں۔

اور احسن تڑپ گیا۔

وہ حیرت سے اس کا منہ تکتا رہ گیا۔

وہ کبھی بھی تو اتنی جذباتی نہیں ہوتی تھی۔

کتنی صابر اور کتنی نڈر تھی — مگر آج — آج کیا ہوا تابندہ
وہ اپنی ساری خوشی بھول گیا۔

وہ چپ چاپ آنسو بہاتی رہی۔

کیسی باتیں کر رہی ہو — پاگل تو نہیں ہو گئیں۔

احسن پریشان سا بولا۔

اور اس کے دل میں اتنی گھٹن — اتنی تڑپ تھی — کہ رو کے نہ
رک رہی تھی۔

تابندہ خدا کے لئے چپ ہو جاؤ — یقین کرو میں — مجھے
تمہارے رونے سے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔

احسن کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

مجھے — مجھے معاف کر دیجئے — جانے مجھے کیا ہو گیا ہے —
معاف کر دیجئے۔

وہ لال بھبوکا آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

احسن اٹھا — اور اس کا سر تھپتھپاتے ہوئے بولا۔

پگلی —

وہ اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

کہنے لگا۔

تمام وہموں کو دل سے نکال دو تابندہ — تم میرے لئے بہت
اہم ہستی ہو — تمہیں مجھ سے کبھی شکایت نہ ہو گی —
یہ گھر تمہارا ہے — سمجھی —

راحت کو بھی میں نے تمہارے بارے میں بہت کچھ بتایا ہے ۔۔۔ ا

بھی تمہاری بے انتہا عزت کرتی ہے ۔۔۔ اور جب وہ یہاں آگئی تو

دیکھو گی وہ کتنی اچھی ہے ۔

تمہیں کتنا پیار کرتی ہے ۔۔۔

تابندہ کی ہلکی ہلکی سسکیاں اس کے دل کا درد بن کر فضا میں لہرا

رہی تھیں ۔

اور وہ بڑے پیار ۔۔۔ بڑی محبت سے اسے تسلیاں دے

رہا تھا ۔

اچھا اب تم چپ ہو جاؤ ۔۔۔

میں راحت کے پاس جا رہا ہوں ۔۔۔ اور اسے یہ خوشخبری سناؤں

دیکھوں وہاں کے کیا حالات ہیں ۔۔۔

وہ خاموش بیٹھی تھی ۔

اور احسن کچھ دیر اس کے پاس بیٹھ کر باہر چلا گیا ۔۔۔

اور وہ سر منہ لپیٹ کر اپنی محرومیوں میں کھو گئی ۔

احسن مسرور سے انداز میں کار ڈرائیو کر رہا تھا ۔

اور تابندہ اکیلی کمرے میں سسک رہی تھی ۔

~~~ ◆ ~~~

احسن جب راحت کے فلیٹ پر پہنچا ۔

تو گھر میں صرف مہدی تھا ۔

راحت کہاں ہے ۔۔۔ ؟

احسن نے مشکوک سے انداز میں پوچھا

ہمشیرہ باہر گئی ہیں ۔۔۔

مہدی بولا ۔

کس کے ساتھ ۔۔۔ ؟

احسن نے تیزی سے پوچھا ۔

میں سو رہا تھا ۔۔۔ مجھے تو پتہ نہیں ۔۔۔ آپ بیٹھیے ۔ ابھی آجاتی ہے ۔

مہدی بولا ۔
~~~

احسن ڈرائنگ روم میں بیٹھ گیا ۔ — لیکن دل میں ہلچل سی مچی تھی ۔

راحت گھر نہیں ہے —

وہ یقیناً پرویز کے ساتھ باہر گئی ہو گی ۔ اور اگر آج بھی وہ پرویز کے ساتھ گئی ہوئی تو مجھے — اس سے تعلقات ختم کر لینے چاہئیں ۔

مہدی اس کے لئے چائے بنا کر لے آیا ۔

سنائیے کیا حال ہے —

بس ٹھیک ہے —

احسن بے دلی سے بولا ۔

چائے لیجئے —

مہدی نے پیالی بنا کر اُسے دی ۔

تم پیو — میرا دل نہیں چاہ رہا ۔

احسن بیزار سا بولا ۔

پی لیجئے —

مہدی بولا ۔

نہیں شکریہ —

مجھے علم ہے — آپ ہمشیرہ سے ناراض ہیں —

مہدی ہنسا ۔

تمہیں کیسے علم —

احسن چونکا ۔

میں ہمشیرہ کے اُداس رہنے سے ہی سمجھ گیا تھا —

احسن کی بیزاری کچھ بڑھ گئی ۔

کہنے لگا ۔

وہ پرویز کب سے آتا ہے —

دو تین بار آیا ہے —

آج بھی راحت اُسی کے ساتھ گئی ہے ۔

میرے خیال میں نہیں — آج تو میرے خیال میں — ہاں یاد آیا ۔

پرنس ستارہ آئی ہے ۔

پیلس ہوٹل کی ڈانسر ہے نا — وہی ۔ شاید اس کے ساتھ گئی ہوں ۔

پھر تو وہ دیر میں آئے گی —

معلوم نہیں —

مہدی چائے کا دوسرا پیالہ بناتے ہوئے بولا ۔

میں چلتا ہوں — آئے تو کہنا مجھے فون کرے — ضروری کام ہے ۔

احسن اُٹھ کر بولا ۔

ٹھیک —

احسن باہر نکل آیا — لیکن بے چین تھا ۔ خواہ مخواہ ہی اس نے گاڑی کا رُخ پیلس ہوٹل کی طرف موڑ دیا ۔

ہوٹل پہنچ کر اس نے پرنسس ستارہ کا کمرہ پوچھا۔ کمرے کا نمبر لے
وہ اوپر کی منزل پر آ گیا۔ ستارہ کے کمرے کے پاس پہنچ کر اس نے کچھ سوچا
پھر دروازے پر دستک دی۔

یس ——

اندر سے آواز آئی۔

اس نے دروازہ کھولا۔

تو تن بدن میں آگ سی لگ گئی۔

سامنے مسہری پر پرویز اور راحت بیٹھے تھے۔ سامنے کرسی پر
ستارہ بیٹھی تھی۔

وہ تینوں کارڈ کھیل رہے تھے۔

آئیے ——

راحت کی بجائے ستارہ بولی۔

احسن اندر گیا
لیکن چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔
راحت نے جیسے اس کی آمد کا کوئی نوٹس نہ لیا۔
پرویز سے کہنے لگی۔

چال ——

کٹ ——

پرویز مسکرایا۔

دوسری چال ——

دوسرا کٹ ——

پرویز نے مسکرا کر سو سو کے دو نوٹ ڈالے۔

ہار جائیں گے آپ ——

راحت مسکرا کر تیسری چال ڈالتی ہوئی بولی۔

تم سے ہار کر بڑا دکھ ہوگا ——

پرویز بولا۔

اور پتے اٹھا لیجئے ——

چلو شو کر دو ——

پرویز نے نوٹ ڈالتے ہوئے کہا۔

اور جب پتے شو ہوئے تو راحت ہار گئی۔

پرویز نے قہقہہ لگا کر نوٹ سمیٹے۔

احسن ابھی تک راحت کو گھور رہا تھا۔

اور وہ اس سے لاپرواہ سی بنی پتے مکس کر رہی تھی۔

بیٹھئے نا —— آپ بھی کھیلئے مسٹر احسن ——

پرویز بولا ——

شکریہ —— میں گیمبلنگ نہیں کرتا ——

اسی میں تو زندگی ہے —— آیئے قسمت آزما لیجئے۔

پرویز بولا۔

نہیں مسٹر احسن ان کے ساتھ نہ کھیلئے۔ آج کل یہ بہت لکی ہو رہے ہیں

ستارہ نے کہا۔

میں کھیلتا ہی نہیں ——

احسن بولا۔

بیٹھئے تو ——

ستارہ نے کہا۔

نہیں شکریہ —— آپ کا کھیل ڈسٹرب ہوگا۔ میں پھر کبھی ملوں گا
آپ سے ——

او کے کہتا ہوا احسن باہر نکل آیا۔

اس کے جانے کے بعد ——
پرویز نے ٹیڑھی نظروں سے راحت کی طرف دیکھا۔ اور بولا۔

تم بہت بداخلاق ہو ——

کیوں ——

بے چارے سے بات بھی نہیں کی۔

مجھے اخلاق اور بداخلاق ہونے کا واسطہ پڑتا ہی رہتا ہے۔ میں جانتی
ہوں کہ کہاں اور کس وقت اخلاق برتا جاتا ہے۔

راحت ہنسی ——

بہت ہوشیار ہو ——

پرویز ہنسا۔

کارڈ بانٹو —— باتیں نہ بناؤ ——

راحت جلدی سے بولی۔

ستارہ نے سگریٹ سلگا کر راحت کو دیا اور بولی۔

احسن ہے سمارٹ آدمی ——

اخبار میں احسن کے نام جائیداد ہونے کی خبر چھپی تھی۔
اور جب راحت کے سامنے پیپر آیا——
تو وہ مسکرائی——
ہمشیرہ——
مہدی باہر سے پیپر لے کر آیا——
کیا ہے——
احسن ساری جائداد کا مالک بن گیا —— یہ دیکھو خبر چھپی ہے۔
میں نے پڑھ لی ہے——
وہ سگریٹ سلگاتی ہوئی بولی۔
وہ کل آیا تھا——
مہدی بولا۔

پھر——
کافی دیر تمہارا انتظار کرتا رہا۔ کہہ کر گیا تھا کہ تم اُسے فون کر دو۔
مہدی نے کہا۔
ہاں وہ کل پرنسز ستارہ کے کمرے میں بھی آیا تھا —— شاید یہی
بتانے——
راحت لاپرواہی سے بولی۔
پھر—— فون کرو اُسے——
مہدی جلدی سے بولا۔
ابھی فون نہیں کروں گی——
کیوں——
میں نے اُس سے لاپرواہی برتی ہے۔ وہ مجھ سے ناراض ہے۔
راحت نے پلنگ پہ بیٹھے بیٹھے انگڑائی لی۔
اب کیا ہوگا——
مہدی فکرمند ہوگیا——
سب ٹھیک ہو جائے گا۔ صرف دو چار دن صبر کی ضرورت ہے۔
ایسا نہ ہو کام بگڑ جائے۔
مہدی نے خدشہ ظاہر کیا——
کیا مطلب ہے تمہارا——

راحت اٹھ کر بیٹھ گئی ___

مطلب یہی کہ وہ کہیں مایوس ہو کر شادی نہ کر لے ___

شادی تو وہ کر چکا ہے ___

راحت نے کہا۔

مگر سب تمہارے لئے ___ اب جب تم سے مایوس ہو۔ تو وہ کیا کرے۔

مہدی کی بات راحت کے دل میں گھر کر گئی ___

کہنے لگی۔

تم ٹھیک کہتے ہو ___

پھر ___

تم کپڑے بدل لو ___ میں سوچتی ہوں ___

مہدی کپڑے بدلنے چلا گیا ___

اور راحت سوچنے لگی ___

اُس نے واقعی اِن دنوں پرویز کے نزدیک جا کر غلطی کی تھی۔

جہاں اتنے دن صبر کیا تھا ___ کچھ دن اور صبر کر لیتی ___

ایک دم فون کیا تو وہ سمجھے گا میں نے اخبار میں خبر پڑھ لی ہے۔

بے چینی سے وہ کروٹیں بدل رہی تھی ___

یوں بھی ___

احسن سمارٹ آدمی تھا ___ خوبصورت تھا ___ اور اب تو بہت زیادہ مالدار بھی ___ احسن کو کھو دینا زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی۔

پہلے پہل احسن اُسے یونہی پسند آ گیا تھا۔

صرف اس لئے کہ احسن شاندار آدمی تھا۔

اور پھر جب اس کا حدود اربعہ معلوم ہوا تو وہ اس کی طرف کھنچتی چلی گئی۔

ملاقاتیں بڑھیں ___ اور پھر اسے احسن اچھا لگنے لگا۔

اچھا لگنے کی کئی وجوہات تھیں۔

احسن کی شخصیت ___

معاشرے میں اس کا مقام ___

اور بے پناہ دولت کا اکلوتا مالک ہونا ___

اُس نے اِنہی ساری خوبیوں کے پیشِ نظر احسن سے شادی کا فیصلہ کر لیا ___

مگر ___

جہاں اور لوگ اس کی زندگی میں آتے رہے۔ وہاں پرویز بھی اُس کا بڑا مہربان تھا۔ اور اِن دنوں پھر اس کے قریب آ گیا۔

پرویز نے اس کے لئے گاڑی بک کروائی تو وہ اس کے ساتھ گھومنے پھرنے لگی۔

گاڑی حاصل کرنے کے لئے اُسے احسن سے بے رُخی برتنا پڑی —

ورنہ وہ اُسے کبھی ناراض نہ کرتی —

خصوصاً اُس وقت جب احسن اس کے لئے پرنسز ستارہ کے کڑے

گیا تھا۔

اس روز اُس نے احسن سے بے رُخی برتی — صرف پرویز کو پانے

کے لیئے —

مگر اب —

احسن کئی پرویز خرید سکتا تھا —

وہ انہی سوچوں میں گم تھی کہ مہدی کپڑے بدل کر آ گیا —

تم احسن کے دفتر جاؤ —

مہدی کو دیکھ کر وہ اٹھ کر بیٹھ گئی —

پھر —

مگر تمہیں نہایت ہوشیاری سے کام کرنا ہو گا — احسن کو کسی طرح

بھی شک نہ ہو —

راحت نے کہا۔

مجھے کرنا کیا ہے —

مہدی نے پوچھا۔

تم جب وہاں پہنچو گے تو اپنے آپ کو بہت پریشان ظاہر کرنا

ہوں —

تم احسن سے کہو گے کہ میں کل سے رو رہی ہوں۔ اور رات میں نے

سلیپنگ پلز کھالی ہیں۔ اور ابھی تک بے سُدھ پڑی ہوں۔

کیوں —

مہدی پوری بات سمجھ کر بولا۔

سمجھ گئے نا —

فکر نہ کرو —

مہدی اُٹھتے ہوئے بولا۔

دیکھ لینا۔ اگر ذرا بھی چوک گئے تو بات بالکل بگڑ جائے گی۔

راحت بولی —

فکر نہ کرو — کہتا ہوا مہدی باہر نکل گیا۔

تابندہ ——

احسن اُس کے کمرے میں آکر بولا۔

جی ——

وہ ایک دم اٹھ بیٹھی —— دوپٹہ اپنے کندھوں پر پھیلا لیا۔

تمام رات ڈپریشن میں گزارنے کے بعد صبح وہ کچھ فریش تھا۔

جانے کیا سوچ کر —— کیا فیصلہ کر کے۔ اس کے چہرے پہ تازگی تھی۔

وہ یوں نکھرا نکھرا تھا جیسے —— بارش کے بعد ساری گرد چھٹ گئی ہو

اس نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا۔

ایسی نظر تھی ——

جو تابندہ کو اپنے وجود میں چبھتی ہوئی معلوم ہوئی۔

اس نے نظریں جھکا لیں۔

تابندہ —— میں آج تم سے بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں —— جو تمہارے لئے شاید حیرت کی بات ہو۔ تم چاہے کچھ سوچو —— مگر میں تم سے کہہ ڈالوں گا ——

ایسی کیا بات ہے ——

تابندہ کانپتے لبوں سے بولی۔

بات ہی ایسی ہے —— تم کہو گی کہ میں نے تم سے شادی صرف ایک ضرورت کے تحت کی تھی۔ مگر اب میں بدل گیا ہوں۔

احسن مسکرایا۔

اور ——

تابندہ کے جسم میں بجلیاں سی دوڑ گئیں ——

یہ احسن کیا کہہ رہا ہے —— یہ —— میں کیا سُن رہی ہوں ——

لیکن اس نے اپنے آپ پہ قابو پا لیا ——

آنکھیں شرمیلے سے انداز میں جھک گئیں۔

میں اس وقت تو آفس جا رہا ہوں۔ وہاں سے تمہیں فون کروں گا۔

تم تیار ہو جانا —— کہیں باہر چلیں گے —— خوبصورت سی فضاؤں میں ——

اور پھر —— میں وہ بات جو تم سے کہنا چاہتا ہوں —— وہاں تم سے کہوں گا۔

احسن اُسے محبت، عقیدت اور پیار سے دیکھتا ہوا بولا۔

وہ خاموش تھی —— لب جیسے سِل گئے تھے —— دھڑکنیں بے قابو تھیں

احسن باہر جانے کے لئے دروازے کی طرف بڑھا —— پھر واپس مڑ
کر بولا۔

بات بڑی پیاری سی ہے —— خواہ مخواہ الم غلم سوچ کر پریشان نہ ہو
کہیں کچھ اور سوچ لو ——

آپ کہہ ڈالیئے نا ——

نازبندہ نے کہنا چاہا لیکن کہہ نہ سکی۔

تھوڑی سی بات بتا جاؤں —— وہ یہ کہ راحت کو اب میں اپنی زندگی
کا ساتھی بنانا نہیں چاہتا۔ وہ میری اُمیدوں کے خلاف نکلی —— میں کل اُس
سے سارے ناطے توڑ آیا ہوں ——

سمجھ گئی نا —— کہتا ہوا احسن باہر نکل گیا۔

اور نازبندہ کتنی دیر خاموش بیٹھی رہی ——
کئی طرح کے خیال تھے ——
کئی طرح کے وہم تھے ——
احسن نے آخر میرے لئے ہی کیوں سوچا ——
کیا وہ مجھے چاہتا ہے ——
مگر ——

احسن کی آنکھوں کی چمک یاد آئی تو وہ سب کچھ بھول گئی ——
وہ مجھے چاہتا ہے ——
تب ہی تو راحت سے ناطے توڑ بیٹھا ہے۔ ورنہ راحت کو وہ پہلے بھی جانتا
ہے وہ آزاد خیال لڑکی ہے۔

احسن جیسا شاندار ساتھی ——
محبت کرنے والا ——
اس کا ساتھ مجھے مل جائے گا ——
مجھ جیسی بدنصیب احسن کی شریک حیات ——

اسی تصور نے ہی وہ ساری چبھن —— وہ ساری جلن —— وہ کڑوے
کسیلے حالات —— اُسے ایک لمحے میں بھلا دیئے ——
اور اس کا پورا وجود
ایک ٹھنڈی اور میٹھی روشنی میں نہا سا گیا۔

نازو سنے گی تو کتنی خوش ہوگی —— میری پیاری اور ہمدرد سہیلی ——
میرے لئے یہی سوچتی تھی۔
اور اب ——
اب یہ گھر میرا ہوگا ——
دادی اماں کو دھوکا دینے کا جو احساس مجھے دن رات کھائے جا رہا
تھا۔ اس سے چھٹکارا ملے گا۔

اب تو وہ بھی میری اپنی ہوں گی ——

میں نے تو کبھی گھر کے بارے میں نہ سوچا تھا ——

اور اب ——

اب میرا گھر —— میری جنت —— اور میرا ساتھی ——

میں فالتو نہیں —— میں فالتو نہیں ——

میں بھی کچھ ہوں گی ——

امی جان کی بہو ——

احسن کی بیوی ——

میں بہو ہوں —— میں بیوی ہوں ——

میں بھی دنیا میں ہوں ——

یہ سوچ سوچ کر وہ خوشی سے پاگل ہوئی جا رہی تھی۔

احسن کہتا تھا مجھے فون کرے گا ——

میں تیار ہو جاؤں —— اور پھر ہم کسی پیاری سی فضا میں زندگی کے
سے نازک اور اہم فیصلہ کریں گے ——

میں ان کا سامنا کیسے کروں گی ——

سوئے ہوئے جذبے جاگ رہے تھے ——

اور اُس کے کانوں میں شہنائیاں سی بج رہی تھیں۔

—— ☆ ——

احسن دفتر پہنچا تو مہدی پہلے سے بیٹھا تھا ——

مغموم سا —— اُداس سا —— سر جھکائے ——

احسن نے اُسے نفرت سے دیکھا —— اور بولا۔

تم ——

میں تو کب سے بیٹھا ہوں —— ہمشیرہ نے خواب آور گولیاں کھا لیں
ہیں۔

مہدی روہانسا ہو کر بولا۔

کیوں ——

احسن چونکا۔

معلوم نہیں ——

پرویز نے کوئی دکھ پہنچایا ہوگا۔

احسن نفرت سے بولا۔

نہیں جی —— اُس سے تو کل شام ہمشیرہ کا جھگڑا ہو گیا تھا۔

کیوں ——

وہ کمبخت کہتا تھا کہ مجھ سے شادی کر لو —— مگر ہمشیرہ نے کہا کہ وہ صرف اُسے دوست سمجھتی رہی ہے۔ اس کی زندگی کا مالک صرف احسن ہے اس پہ اُس نے بدتمیزی کی —— اور ہمشیرہ نے اُسے تھپڑ مار دیا —— اور روتی ہوئی دروازہ بند کر لیا۔

احسن کے ماتھے پر بل پڑ گئے، کہنے لگا۔

اُس نے جو سلوک میرے ساتھ کیا ہے۔ اس کے بعد میں بھی اس کو بھول چکا ہوں۔ میرا اس کے ساتھ کوئی ناطہ نہیں۔

اس کا تو اب کسی کے ساتھ ناطہ نہیں رہا ——

مہدی نے آنکھیں پونچھتے ہوئے کہا۔

کیا مطلب ——

احسن چونک گیا ——

اس نے گولیاں کھالی ہیں وہ رات کی ابھی تک بے سُدھ پڑی ہے۔ پکار تو پکار پکار کر تھک گیا ہوں —— آخر یہی سوچ کر آیا ہوں کہ آپ کو بلا دوں۔ ہو سکتا ہے آپ کی موجودگی میری بہن کو بچا لے ——

مہدی کی آواز بھرا گئی ——

اور احسن ——

وہ تو تھا ہی دل کا سچا اور کھرا آدمی —— پھر وہ راحت سے محبت کرتا تھا۔ مہدی کی بات کو اُس نے بالکل صحیح سمجھا۔

راحت کی حالت سُن کر اُس کا دل پسیج گیا۔

ایک نظر مہدی کی طرف دیکھا ——

اور گھبرا کر بولا ——

تم نے کسی ڈاکٹر کو بلایا ——

نہیں ——

مہدی آہستہ سے بولا۔

اچھا چلو —— میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں ——

وہ ایک دم اُٹھ کر مہدی کے ساتھ ہو لیا ——

راستے بھر مہدی اُداس صورت بنائے بیٹھا رہا۔

اور احسن نے گاڑی کی رفتار بڑھا رکھی تھی —— بے چینی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔

فلیٹ پر پہنچ کر مہدی تیزی سے اندر چلا گیا —— احسن اس کے پیچھے تھا۔

احسن نے دیکھا ——

راحت پلنگ پر بے سُدھ پڑی تھی —— چہرہ پیلا پیلا لگ رہا تھا۔

باوجود اتنے غصے اور نفرت کے اس کا دل دھک سے رہ گیا۔

وہ اس کے قریب ہی بیٹھ گیا ۔۔۔

راحت ۔۔۔

احسن نے آہستہ۔۔۔۔ پکارا۔

بھابھی ۔۔۔

مہدی نے اسے کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑا ۔۔۔

راحت ۔۔۔

احسن پھر بولا۔

راحت ۔۔۔ راحت اٹھو ۔۔۔

لیکن راحت بے حس پڑی رہی۔

مہدی ۔۔۔

احسن نے کہا۔

جی ۔۔۔

پانی کے چھینٹے دو منہ پر ۔۔۔

احسن گھبرا کر بولا۔

مہدی جلدی سے پانی لے آیا ۔۔۔ اور راحت کے منہ پر چھینٹے مارتے ہوئے

بولا۔۔۔

بھابھی جی اٹھو ۔۔۔ دیکھو کون آیا ہے ۔۔۔

راحت نے بمشکل آنکھیں کھولیں۔

سامنے احسن بیٹھا تھا ۔۔۔ تھوڑی دیر وہ احسن کو دیکھتی رہی۔

اور پھر اس کے زانو پر سر رکھ کر زور زور سے رونے لگی۔

احسن خاموش بیٹھا تھا ۔۔۔

مجھے معاف کر دو ۔۔۔ مجھے معاف کر دو احسن ۔۔۔

وہ اس کا کالر پکڑ کر جذباتی سے انداز میں چیخ رہی تھی۔

اور احسن کا سارا غصہ ۔۔۔ ساری نفرت ۔۔۔ اس کے آنسوؤں نے

دھو ڈالی۔

راحت کا یہ انداز بالکل پہلی مرتبہ وہ دیکھ رہا تھا ۔۔۔

وہ دیوانی سی لگ رہی تھی۔

مہدی باہر چلا گیا ۔۔۔

اور احسن نے اسے سینے میں بھینچ لیا ۔۔۔

اس کے بالوں پر پیار کیا۔

اور بولا ۔۔۔

کیا کر رہی ہو ۔۔۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں ۔۔۔

تم ناراض تھے ۔۔۔

راحت روتے ہوئے بولی۔

ناراض بھی تم نے ہی کیا تھا۔

میں نے ــــ میں تمہیں ناراض کر کے زندہ رہ سکتی ہوں ــــ؟

وہ تڑپ کر بولی۔

اچھا خدا کے لئے چُپ ہو جاؤ ــــ رونے کی کیا بات ہے۔ اور

تم نے سلیپنگ پلز کیوں کھائیں۔

احسن خفگی سے بولا۔

اس کمینے نے میری بے عزتی کی ــــ وہ کہتا تھا کہ تمہیں چھوڑ دوں۔

راحت غصے سے بولی۔

مگر تم نے اُسے اتنی لفٹ کیوں دی ــــ

صرف تمہیں پانے کے لئے ــــ

راحت اس کا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگاتے ہوئے بولی۔

میں تمہارا ہی تھا ــ

احسن نے کہا۔

میں نے ایک رات تمہیں ایک خوبصورت سی لڑکی کے ساتھ کہیں

جاتے دیکھا تھا۔

کب ــــ؟

کچھ دنوں کی بات ہے ــــ تب طرح طرح کے وہم میرے دل

میں آنے لگے ــــ میں اپنے حواس قابو میں نہ رکھ سکی ــــ اور تمہیں

دلانے کے لئے خواہ مخواہ ہی پرویز کے ساتھ گھومنے لگی ــــ حالانکہ مجھے

اس کے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں ــــ کوئی لگاؤ نہیں

تم مجھ سے اس لڑکی کے بارے میں پوچھ لیتیں۔

احسن نے کہا۔

کون تھی وہ ــــ

جس سے میں نے شادی کی ہے۔

وہ ــ وہ تھی ــــ

راحت حسد سے بھری ہوئی آواز میں بولی۔

ہاں ــــ

مگر تم اس کے ساتھ گھومتے کیوں ہو ــــ

راحت جلدی سے بولی۔

مجبوری تھی ــــ دادی اماں کا حکم تھا ــــ

احسن بولا۔

اگر وہ تمہیں مجھ سے چھین لے پھر ــــ

احسن خاموش ہو گیا ــــ اچانک ہی اُسے تابندہ یاد آگئی۔ آج وہ

اسے بھی تو کہہ کر آیا تھا کہ وہ تمہارا ہو گیا ہے۔ اور راحت سے اس

نے ناطہ توڑ لیا ہے ــــ ایک لمحے کے لئے وہ پریشان ہو گیا۔

خاموش کیوں ہو گئے ــــ

راحت اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیتی ہوئی بولی۔

اس ——— یونہی ———

احسن ———

راحت اُسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔

ایک بات کہوں ———

کہو ———

احسن میں نے فیصلہ کر لیا ہے ——— کہ میں جو کچھ کیا کرتی تھی۔ وہ سب
کچھ ختم ہو گیا ——— جو بھی میری سکیم تھی ——— وہ سب بھاڑ میں ڈالو ———

کیا مطلب ———

احسن نے پوچھا۔

مطلب یہ ہی کہ اب میں تم سے دُور نہیں رہ سکتی ——— مجھے تمہاری
دولت کی کوئی پروا نہیں ——— تمہاری دادی اماں تمہیں کچھ بھی نہ دیں ———
مجھے منظور ہے ——— میں ہر حالت میں تمہارے ساتھ ہوں ——— ہمیں کچھ
نہیں چاہیئے ——— میں ابھی اسی وقت شادی کے لئے تیار ہوں ——— جو کچھ میرے
پاس ہے۔ وہ تم لے لو ——— اُس سے کوئی کاروبار کر لو ——— ہماری قسمت
اچھی ہوگی تو ہم اچھی حالت میں ہو جائیں گے ورنہ تم میرے پاس ہوگے۔
تم ہی میری دولت ہو احسن ———

وہ جذباتی سے انداز میں اس کے سینے میں چہرہ چھپاتے کہہ رہی تھی۔
اور احسن مسکرا دیا ———

کہنے لگا۔

اس روز جب تم پرویز کے ساتھ کارڈ کھیل رہی تھیں۔ پتہ ہے میں
تمہیں کون سی خوش خبری سنانے آیا تھا ——— اور تم نے میری پروا بھی
نہ کی۔

میرے لئے سب سے بڑی خوشخبری اب یہی ہے کہ ہم فوراً شادی
کر لیں۔ تم میرے ہو جاؤ ——— ہمیشہ کے لئے ———

راحت جلدی سے بولی۔

سُنو تو سہی ———

مجھے صرف یہ بتاؤ احسن کہ ہم دونوں کب شادی کر رہے ہیں ———
کہ اب تمہارے بغیر ایک پل بھی نہیں رہ سکتی۔

راحت بے چینی سے بولی۔

ہم جلد ہی شادی کر لیں گے ———

احسن متاثر ہوتے ہوئے بولا۔

سچ ———

بالکل سچ ———

کب ———

بہت جلدی ———

پھر بھی ———

اسی ہفتے ——

اتنے دن ——

راحت مایوسی کے انداز میں بولی ۔

بس تھوڑا سا انتظار —— اب شادی میں کوئی رکاوٹ نہیں ۔

پلان تم نے بنایا تھا ۔ وہ کامیاب ہوگیا —— دادی اماں نے پرسوں

ایک دم ساری جائداد ، کاروبار کا مالک بنا دیا ہے — اور میں

تمہیں ڈھونڈتا پھر رہا تھا —— لیکن کیا بتاؤں میری کیا حالت ہوئی

میں نے تمہیں پرویز کے ساتھ دیکھا اور وہاں پر تم نے میری ذرا بھی

نہیں کی کہ میں کون ہوں —— میں دو راتوں سے سو نہیں سکا ——

میں تم سے بہت شرمندہ ہوں ——

راحت آہستہ سے بولی ۔

آج اگر مہدی نہ آتا تو جانے میں کیا فیصلہ کر لیتا ۔ اور پھر ہم

نہ پاتے ۔

احسن کو پھر تابندہ کا خیال آیا ——

کیا فیصلہ کر لیتے ——

راحت مسکرا کر بولی ۔

چھوڑو اس بات کو ——

احسن اداس سا ہوگیا ——

مہدی چائے بنا کر لے آیا ——

دونوں کو ہنستا دیکھ کر اُسے اپنے وارے نیارے نظر آنے

لگے ۔

کہنے لگا ۔

شکر ہے ، تم ٹھیک ہو —— میں تو صبح پریشانی میں بس احسن بھائی کی

طرف دوڑا ——

بڑی صحیح جگہ گئے تھے تم ——

راحت ہنس کر بولی ۔

مہدی نے چائے بنا کر احسن اور راحت کو دی ۔

اور خود باہر چلا گیا ۔

اور ——

راحت احسن کے سینے سے لگی آئندہ زندگی کے خوبصورت اور

پیارے پروگرام بنا رہی تھی ۔ اور ادھر —— احسن کے گھر —— تابندہ

ٹیلیفون پر نظریں جمائے اس کی گھنٹی کی منتظر تھی ۔

—— ☆ ——

پُورا دن بیت گیا ——

رات آ گئی ——

لیکن احسن ابھی گھر نہیں لوٹا تھا۔

گھبرا کر تابندہ نے آفس فون کیا۔ پتہ چلا وہ صبح ہی کہیں چلا گیا تھا ——

اب اس کا انتظار پریشانی میں بدل چکا تھا ——

اللہ خیر کرے —— اتنی دیر ——

آج ہی احسن کو دیر کرنا تھی ——

آج —— جب وہ دھڑکنوں کا طوفان چھوڑ گیا تھا ——

آج —— جب سوئے ہوئے جذبات انگڑائیاں لے رہے

آج —— جب بہاروں کی آمد کی اطلاع دے گیا تھا۔

اور ——

آج ہی وہ گھر نہ آیا تھا ابھی ——

ایک ایک لمحہ گزرنا مشکل تھا —— اور کہاں سارا دن —— اتنا لمبا دن۔

شاید اس کی زندگی میں کبھی نہ آیا تھا۔

اس کی آنکھیں راہ دیکھ دیکھ کر تھک گئی تھیں۔ بالکل پہلی بار دل نے دھڑکنا سیکھا تھا۔ آنکھوں میں نشے جیسی کیفیت تھی۔

سارا دن —— وہ شرمائی لجائی پھرتی رہی ——

یوں —— جیسے آج ہی اس کی شادی ہوئی تھی ——

اور یہ سارا گھر اُسے چھیڑ رہا تھا ——

پھر اس نے نازو کو بھی فون کیا تھا ——

سب سے پہلے اس کا دل نازو سے باتیں کرنے کو چاہا —— وہ چاہتی تھی نازو جو اتنی مخلص —— اتنی ہمدرد اور اتنی پیاری دوست ہے۔

یہ سن کر کتنی خوش ہوگی کہ احسن میرا ہو گیا ——

اس کی تو خواہش ہی یہی تھی۔

کتنی خوش ہو گی

نازو کو اُس نے فون کیا —— مگر پتہ چلا نازو چھٹی پر ہے۔

تب اُسے نازو پر غصہ بھی آیا —— اُسے آج ہی چھٹی لینا تھی۔

آج تو وہ باتیں کرنا چاہتی تھی ——— ڈھیر ساری باتیں ——— پیاری پیاری
باتیں ——— پھولوں کی باتیں ——— خوشبوؤں کی باتیں ———

نازو نہیں ملی تو وہ یونہی سارے گھر میں پھرتی رہی۔

بیگم رحمان بھی، کہیں گئی ہوئی تھیں۔

اور وہ کبھی باغ میں ——— کبھی گیلری میں ——— اور کبھی اپنے کمرے
میں ——— اور کبھی ٹیلیفون کے سرہانے سارا دن یونہی گزر گیا۔

احسن نہ آیا ———

اور اب رات ہو گئی تھی ———

بیگم رحمان بھی آچکی تھیں۔ کچھ دیر وہ ان کے پاس بیٹھی رہی پھر
اٹھ کر اپنے کمرے میں آگئی۔

تھک ہار کر اس نے کتاب اٹھائی ———

مگر کتاب پڑھنے میں بھی دل نہ لگا۔

گھڑی دیکھی ——— ساڑھے گیارہ بج رہے تھے ———

اب اس کی آنکھیں دھندلی ہو گئی تھیں ———

آتے کیوں نہیں احسن۔

وہ روہانسی ہو گئی ———

آدھ گھنٹہ اور بیت گیا ———

وہ اٹھ کر باہر نکل آئی ———

اور برآمدے میں ستون کے ساتھ لگ کر باہر والے گیٹ کی طرف
دیکھنے لگی۔

ابھی چند لمحے ہی گزرے تھے۔

اس نے دیکھا احسن کی کار اندر آئی ہے ———

دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔

گاڑی سے اتر کر احسن سیدھا اسی طرف آرہا تھا۔

وہ ستون کی آڑ میں ہو گئی ——— اس نے مجھے سارا دن تنگ کیا ہے۔

میں بھی چھپ جاؤں گی ———

تھوڑی سی سزا تو ملے۔

یہ سوچ کر وہ مسکرادی ———

احسن کمرے میں گیا ———

اسے کمرے میں نہ پاکر بیچ کے دروازے سے اپنے کمرے میں چلا

وہ اب تک باہر کھڑی تھی۔

کتنی دیر بیت گئی ———

احسن کمرے سے نہ نکلا تو اس نے ڈرتے ڈرتے اپنے کمرے میں جھانکا۔

کمرے میں کوئی نہ تھا ——— احسن اپنے کمرے میں تھا۔

اور بیچ کا دروازہ بند تھا۔

وہ حیرت ــــ بے چینی اور مایوسی میں گھری اندر آئی ــ اور اپنے پلنگ پر گر سی پڑی ــــ

کچھ سوچنے سمجھنے کے لئے اس کا دماغ جیسے بے کار ہو گیا تھا۔ احسن کے کمرے کی بتی بجھ گئی۔

تو اس نے اپنے کمرے اور دل میں بھی اندھیرا کر لیا۔

ــــ ٭٭ ــــ

بیگم رحمان ناشتہ کر چکی تھیں ــــ

احسن اور تابندہ باقی تھے ــ

تابندہ کب سے ناشتے پر احسن کا انتظار کر رہی تھی۔

لیکن احسن شاید ابھی اٹھا ہی نہ تھا۔

تنگ آ کر اس نے کریمن بوا کو بھجوایا۔

کریمن بوا کی بجائے احسن خود ہی آ گیا ــــ

تابندہ کو دیکھ کر مسکرایا ــــ لیکن آنکھیں چرا لیں ــــ

تابندہ نے پلیٹ اس کے آگے سرکا دی۔

کیسی ہو تابندہ ــــ

احسن آہستہ سے بولا۔

جی اچھی ہوں ــــ

ں۔ کہیں سے بند دروازوں کے کسی درار سے چپکے سے اس کے دل میں
اترا تھا ۔۔۔ اور پھر اس کی قربت ۔۔۔ اس کی خوبیاں ۔۔۔ اس کی شاندار
شخصیت ۔۔۔ اس کا وجود ۔۔۔ اس کے شعور اور لاشعور کی تہوں میں لپٹتا
چلا گیا ۔۔۔

تب وہ اپنے آپ سے جنگ کرنے میں ہار گئی۔ اور چپکے چپکے ہی
سے چاہنے لگی۔

اور پھر جب ۔۔۔

چاہت کی اس آگ، جس کے شعلے اسے جلائے دے رہے تھے۔
اس کے دل میں صرف ایک چنگاری بن کر ابھری۔

تب اسے لگا جیسے ۔۔۔ جیسے اسے دنیا مل گئی ہے ۔۔۔

ان جملوں کا لطف وہ ہی جانتی تھی ۔۔۔

کل کا دن جیسے بھی گذرا ۔۔۔ لیکن گذرا ہوا دن شاید اس کی زندگی
کا سب سے حسین دن تھا۔

اس کا ایک ایک لمحہ ۔۔۔ اتنا لطیف ۔۔۔ اتنا شرمیلا ۔۔۔ اتنا معطر تھا
کہ وہ مدہوش سی ہو گئی تھی۔ مگر رات جب احسن آیا ۔۔۔ اور اب تک وہ
گم صم تھا۔

وہ سمجھ تو گئی تھی کہ جو کچھ احسن کل کہہ کر گیا تھا۔ وہ سب اس سے چھین
لیا ہے مگر دل میں کہیں ۔۔۔ کسی جگہ اس کی لو تھرتھرا اٹھتی ۔۔۔

وہ سر جھکائے بولی۔

وہ چپ چاپ ناشتہ کرنے لگا۔

تابندہ بھی خاموش تھی۔

چائے بنا کر احسن کو دیتے ہوئے اس کے ہاتھوں میں پیالی کانپ
رہی تھی۔

احسن اس کی دلی کیفیت سے واقف تھا۔ اور نہایت شرمندہ
تھا ۔۔۔ کہ وہ ایک فیصلہ کیوں نہ کر پایا۔ اب اس کی سمجھ میں بھی نہ آ رہا تھا کہ
وہ تابندہ سے کیا کہے ۔۔۔ کیسے اسے بتائے کہ وہ کل کہاں تھا
اور اس کی روٹھی ہوئی زندگی من گئی ہے ۔۔۔ چور تھا ۔۔۔ شرمندہ تھا
اس لئے خاموشی سے ناشتہ کرتا رہا ۔۔۔

تابندہ نے محض اس کا ساتھ دیا ۔۔۔ ورنہ اس کا کلیجہ تو منہ کو
آ رہا تھا۔ کھانے کو کیا خاک دل کرتا۔

وہ بڑے تحمل ۔۔۔ بڑے اطمینان سے بیٹھی تھی۔

ٹوٹتی چٹختی انا کو سنبھال کر ۔۔۔ ہر لمحے یہی خیال تھا کہ میری اداسی
میرا چہرہ ۔۔۔ میری محرومی ۔۔۔ کہیں اس چٹختی ہوئی انا کو چکنا چور نہ کر دے
کہیں احسن یہ نہ سمجھ لے کہ میں تو پہلے ہی تیار بیٹھی تھی۔

لے دے کر ایک ہی تو احساس رہ گیا تھا اس کے پاس ایک ہی جذبہ
اور وہ اس جذبے کو شکستہ کرنا نہیں چاہتی تھی۔ حالانکہ حقیقت یہی تھی کہ

ہوسکتا ہے احسن کی خاموشی کی کوئی اور وجہ ہو ـــــ

کیا سوچ رہی ہو تابندہ ـــــ

احسن اُسے کافی دیر سے پیالی میں خواہ مخواہ ہی چمچہ چلاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

جی ـــ کچھ بھی تو نہیں ـــ

کچھ تو تھا ـــ

احسن آہستہ سے بولا۔

واقعی کچھ بھی نہیں ـــ

وہ مسکرادی ـــ زبردستی ـــ پھیکے سے انداز میں ـــ اور پھر جلدی سے اُٹھ کھڑی ہوئی ـــ جیسے بیٹھی رہی تو چوری پکڑی جائے گی۔

تم نے ناشتہ بھی ٹھیک سے نہیں کیا ـــ

احسن بھی اٹھ کھڑا ہو گیا ـــ

بس یونہی ـــ طبیعت نہیں چاہ رہی ـــ

اُس نے خشک سا جواب دیا۔

کہاں جا رہی ہو ـــ

اُسے جاتے دیکھ کر احسن نے پوچھا۔

اپنے کمرے میں ـــ

اچھا ـــ میں بھی آ رہا ہوں ـــ کچھ باتیں کرنا ہیں تم سے ـــ

وہ نظریں چُرائے بولا ـــ

اور اس کی اس بات نے، تابندہ کے دل میں آتے ہوئے تمام شکوک ختم کر دئیے ـــ تمام وہم دم توڑ گئے ـــ

گالوں پر لالی سی آگئی ـــ

کہنے لگی ـــ

میں کمرے میں جا رہی ہوں ـــ

ہاں تم چلو ـــ میں امی جان کا حال پوچھ کر ابھی آتا ہوں ـــ

کہتے ہوئے احسن امی جان کے کمرے کی طرف چل دیا ـــ

اور تابندہ ـــ

اس کا ایک ایک قدم جیسے سو سو من کا ہو رہا تھا ـــ

احسن مجھ سے کیا کہے گا ـــ

شاید اُسے کل کوئی ضروری کام پڑ گیا ہو ـــ اور آج وہ مجھ سے وہی اظہار کرنا چاہتا ہے جس کے لئے اس نے کہا تھا ـــ کسی پیاری سی جگہ چل کر تم سے ضروری باتیں کرنا ہیں ـــ

یقیناً ـــ وہ ناشتے پر سارا وقت میری طرف دیکھتا رہا ـــ

میری ہر بات اس نے نوٹ کی ـــ اور میں کیسی کیسی اُکھڑی باتیں کرتی رہی ـــ

دھڑکنوں کے طوفان میں گھری ہوئی وہ اپنے کمرے میں آگئی۔

ایک ایک لمحہ ——

ذرا سی آہٹ ——

اُس کے چہرے پر قوسِ قزح کے رنگ بکھیر رہی تھی ——

اور تھوڑی ہی دیر میں وہ آ گیا ——

سر جھکائے —— شرمندہ شرمندہ سا ——

اچانک ہی تابندہ کے ہاتھ گلدان کی طرف بڑھے۔ اور بے خیالی
میں اُس نے گلدان سے ایک تازہ کلی توڑ لی —— خوبصورت سی کلی — اور
یوں لئے وہ احسن کی طرف مڑی۔

احسن نے دیکھا اور سامنے ہی کرسی پر بیٹھ گیا ——

بیٹھو ——

وہ آہستہ سے بولا۔

تابندہ اپنے پلنگ پر بیٹھ گئی۔

آنکھیں حیا کے بوجھ سے جھکی ہوئی تھیں۔ اور ہاتھ میں وہی خوبصورت
کلی تھی —— جیسے وہ گھبراہٹ میں گھما رہی تھی۔

کل جب میں یہاں سے گیا تھا تو میں نے بہت سے فیصلے کر لئے تھے۔

وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

کہنے لگا۔

میں تم سے شرمندہ بھی ہوں۔ میں نے تم سے جانے کل کیا کیا کہا

برا لگا ہو — یا اچھا —— میں نہیں جانتا۔

— میں تم سے یہ کہنا چاہتا تھا کہ کل راحت نے سلیپنگ پلز کھا

——

ندہ یوں چونکی جیسے کرنٹ لگ گیا ہو ——

ری سے بولی۔

پھر ——

ر بھائی مجھے بلا کر لے گیا —— اس کی بُری حالت تھی۔ جب آ سے
زہ میرے چہرے کی طرف دیوانوں کی طرح دیکھ رہی تھی ——
ں نے ایک لمحے کے لئے مجھے اپنے پاس سے نہیں اٹھنے دیا۔ وہ اپنے
پر نہایت شرمندہ تھی۔ اور اب —— تمہیں سُن کر خوشی ہو گی۔ وہ ایک
سے دُور نہیں رہنا چاہتی۔ کہتی ہے کہ فوراً شادی ہونی چاہیئے۔
میں نہیں کیا بتاؤں کہ وہ کتنی شرمندہ تھی اپنے رویے پر —— اصل
نے مجھے پانے کے لئے ہی پرویز کو لفٹ دی تھی —— اور اسی شرمندگی
کے احساس سے وہ اپنی جان پر کھیل گئی۔

اب کیسی ہے وہ ——

تابندہ مچلی ہوئی روح کو دبا کر بولی۔

ب وہ بالکل ٹھیک ہے —— اور میرا خیال ہے ہم اسی ہفتے شادی

کر لیں گے ——

احسن نے کہا۔

جی ——

میں تمہیں یہی بتانا چاہتا تھا کہ تم نے اس سلسلے میں میرا بڑا ساتھ

اور تمہاری وجہ سے مجھے منزل مل گئی ہے۔

تابندہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی ——

کہاں چلیں ——

احسن بولا۔

میں —— وہ ذرا نازو کو فون کرنا تھا۔

وہ آہستہ سے بولی۔

اچھا تو میں چلتا ہوں۔ آج بھی دیر سے آؤں گا —— راحت کی

کی شاپنگ کرنی ہے —— امی جان پوچھیں تو اُن کو کوئی وجہ بتا

کر دینا ——

احسن اٹھ کر بولا۔

جی ——

وہ اپنے آپ پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔

احسن چلا گیا ——

وہ اب تک کلی ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھی۔ اور پھر اُس

دریا

الوں سے چھلکتی ہوئی خوبصورت گاگریں جو وہ اپنے سر پر سنبھالتی

یتی ہوئی سج چلی آ رہی تھی —— ایک ہی ٹھوکر سے ٹوٹ پھوٹ

زندگی میں ایک موڑ ایسا بھی آتا ہے جہاں زندگی ٹھہر ٹھہر کر چلتی

لیکن اس کی زندگی تو یہاں آ کر رُک گئی تھی۔ اس میں رواں دواں رہنے

ہی کب تھی۔

لاکھ کوشش کی تھی کہ دل کے دروازے بند رہیں —— اس نے کبھی ایسا

ہی نہ تھا کہ احسن کسی چور دروازے سے اس کے دل میں جا بیٹھے گا۔

دل کا حصار ایسا ہے جس کا کوئی دروازہ نہیں ہوتا۔ روزن نہیں ہوتا۔

لیکن پھر بھی بہت سے ایسے دروازے اور روزن ہوتے ہیں ——

خوبصورت خیالوں اور امیدوں کے ——

جنہیں مایوسیوں اور وسوسوں کے بڑے بڑے پہرے دار بھی اندر

نے سے روک نہیں سکتے۔

اور اس میں اس کا گناہ بھی کیا تھا۔ احسن نے خود ہی تو دبی ہوئی چنگاری

ہوا دی تھا —— احسن نے خود ہی —— اُس کے خواب ایک ہی لمحے

میں کر دیتے تھے —— جو اب زخمی فاختہ کی طرح تڑپ رہے تھے۔

تڑپتے ہوئے دو آنسو اس کی آنکھوں سے رخساروں پر
آ گئے ــــــ
ساری اُمیدیں ــ اُمنگیں جل کر راکھ ہوگئیں ــ
اتنی توہین ــــ
اتنی ذلّت ــــ
گویا میں تو کچھ ہوں ہی نہیں ــــ جب جی چاہا اُس دلا دی
جب جی چاہا توڑ دی ــــ
یہاں بھی وہ اپنے دل کے اُجڑنے کا ماتم میرے ذریعے کرانا
مجھے صرف اُس نے زخموں کی دوا سمجھا تھا ــــ اور کچھ نہیں۔
اور جب اس کے زخم بھر جاتے تو میں بیکار ہو جاتی۔
اب میں کیا کروں ــــ
اتنی تذلیل کے بعد بھی یہاں رہ جاؤں ــــ
اس طرح ٹوٹ کر ــــ اس طرح ذلّت اٹھا کر بھی اس کے گھر
میں نہیں رہوں گی ــــ
احسن نے میرے جذبات سے کھیل کر مجھے ذلیل کیا ہے ــــ
میں یہاں نہیں رہوں گی ــــ
اس کا ضمیر چیخا ــــ
کہاں جائے گی ــــ

حالات جلدی سے بولنے لگے۔
کہیں بھی چلی جاؤں گی ــــ
دُنیا بہت وسیع ہے ــــ
وہ شکست خوردہ سی آواز میں بولی۔
ہونہہ ــــ
جیسے زمانہ اس پر ہنس دیا۔
کہنے لگا۔
تجھ میں ہمت نہیں ہے ــــ تو تو ایک قدم بھی نہیں چل سکے گی۔
احسن نے تجھے کچھ بھی نہیں کہا ــــ وہ سچا اور کھرا آدمی ہے ــــ
راحت سے مایوس ہوا تو اسے تو ہی اپنے دکھ سکھ کا ساتھی نظر آئی۔
اور اب جب راحت اسے دوبارہ مل گئی تو وہ کیا کرتا ــــ وہ راحت
سے محبت کرتا ہے۔ اس کے لئے اس نے یہ سارا ڈرامہ کھیلا ــــ اور دیکھا
جائے تو راحت اور احسن کی محبت کی بدولت ہی تجھے سر چھپانے کا
ٹھکانہ ملا۔
پھر میں کیا کروں ــــ
وہ بے چارگی سے بولی۔
کچھ نہیں ــــ سہہ جا ــــ برداشت کر ــــ بھول جا یہ حادثہ بھی،
یہاں اتنے بڑے بڑے صدمے اٹھائے ہیں ــــ

یہ بھی بھول جا ——

یہ حادثہ — میری زندگی کا سب سے بڑا حادثہ ہے۔

وہ تڑپ کر بولی۔

ٹھیک ہے — دل اُجڑا ہے۔ واقعی یہ حادثہ بہت بڑا ہے مگر صبر کے علاوہ چارہ بھی کیا ہے۔

یہی سوچ کر اس کا دماغ پھٹا جا رہا تھا۔

ساری راہیں اندھیرے میں ڈوبی نظر آتی تھیں۔ روشنی کی ایک کرن بھی نہیں تھی۔

اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔

تب وہ بے جان لاش کی طرح پلنگ پر گر سی پڑی — احسن شاید جا چکا تھا۔

سارا گھر خاموش خاموش سا تھا۔

جی چاہا نازو کے پاس چلی جائے ——

مگر اپنی اس ذلت کا ذکر نازو سے کر کے وہ اُسے بھی رنجیدہ کرنا چاہتی تھی۔

مگر دل اور دماغ بے کار سے لگ رہے تھے۔

سوچ سوچ کر اُسے اپنی غمگسار نازو ہی نظر آئی۔

نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے کپڑے بدلے۔ اور امی جان سے اجازت

باہر برآمدے میں آ گئی۔

ڈرائیور گاڑی نکال لایا۔ اور وہ نازو کی طرف چل دی۔

—— ٭ ——

نازو ابھی ابھی دفتر سے لوٹی تھی ــــ

کھانا بازار سے منگوا کر وہ پلنگ پر لیٹی ہی تھی کہ تابندہ نے کمرے

اندر قدم رکھا ــ

ارے ــ کون آ گیا ــ

نازو اٹھ کر تابندہ سے لپٹ گئی ــ

معلوم ہوتا ہے ابھی آئی ہو ــــ

تابندہ بولی۔

ہاں ــ دس منٹ پہلے ــــ

وہ تابندہ کے سامنے ہی آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔

میں ڈر رہی تھی کہ آفس سے کہیں اور نہ چلی جاؤ ــــ

تابندہ نے کہا۔

خواہ مخواہ ــــ میں نے کہاں جانا ہے۔

نازو ہنسی ــ کہنے لگی۔

تم سناؤ ــــ کیا حال ہے ــــ میں بھی کئی دن سے سوچ رہی تھی۔

تمہاری طرف جانے کا ــــ بس یوں سمجھو کہ آج کل میں آنے والی تھی۔

جھوٹ نہ بول ــــ

تابندہ نے کہا۔

چہرے پہ اُداسی تھی ــــ آنکھیں سُرخ سُرخ تھیں ــــ

باتوں میں نازو نے غور نہیں کیا ــــ اور اب جو ذرا اُس نے غور

سے دیکھا۔ تو بولی۔

تابی ــــ

ہوں ــ

لڑ کر آ رہی ہو ــــ

نہیں تو ــــ

تمہارے چہرے پہ اتنی اُداسی کیوں ہے۔ یوں لگتا ہے کوئی طوفان

آ کر ابھی ابھی گزرا ہے۔

تابندہ نے حیرت سے نازو کی طرف دیکھا۔

کہنے لگی۔

تم نے کیسے اندازہ لگایا۔

تمہارے چہرے پر اس طوفان کی تباہ کاریاں صاف نظر آ رہی ہیں۔

نازو پریشانی سے بولی۔

اتنی قیافہ شناس کب سے ہوگئی ہو ——

تابندہ زبردستی مسکرائی۔

بتاؤ نا کیا ہوا ——

نازو اب تک پریشان تھی ——

وہ ایک لمحہ خاموش رہی —— آنکھیں بھر آئیں اور پھر بولی۔

تم نے صحیح اندازہ لگایا —— ایک بھیانک طوفان ہی تھا۔ جو میرے ارمانوں —— تمناؤں —— خوابوں اور خوشیوں کو روندتا ہوا بے رحمی سے گذر گیا ہے۔

تابی ——

نازو نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور بولی۔

کیا ہوا ——

احسن نے میری زبردست انسلٹ کی ہے ——

تابندہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

کیا ——

نازو چونک گئی۔

ہاں ——

مگر —— بات کیا ہوئی ——

بات میرے لئے کوئی نئی نہیں —— میرے ساتھ تو ایسا ہوتا آیا ہے۔ میں تو بچپن سے ہی خانہ پری کرتی آئی ہوں —— اس لئے میرے لئے کوئی نئی پہچان نہیں تھی —— مگر جانے کیوں نازو —— میں نے کسی بھی حادثے کا اتنا غم نہیں کیا —— جتنی مجھے یہ بات محسوس ہوتی ہے۔ ایسا لگتا ہے میری روح کچلی گئی ہے —— اتنی ذلت —— اتنی سبکی ہوئی ہے کہ جی چاہتا ہے۔ زندہ نہ رہوں ——

وہ رو رہی تھی ——

اور نازو جاننے کے لئے بے تاب تھی کہ احسن نے کیا کہہ دیا ہے۔

کہنے لگی۔

ہوا کیا ——

کچھ دن پہلے احسن کا راحت سے جھگڑا ہوگیا تھا —— راحت کسی اور کے ساتھ گھومتی پھر رہی تھی اور احسن برداشت نہ کرسکا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ جب تک جائیداد اس کے نام نہیں ہوگی۔ راحت اسے مل نہ سکے گی۔ ڈپریشن میں پھرتا رہا —— دو چار دن اور پھر ایک رات بخار ہوگیا اسی دن صبح کچھ ایسی باتیں ہوئیں کہ امی جان نے فیصلہ کرلیا کہ وکیل کو بلا کر سب

کچھ احسن کے نام کر دیں گی۔

اور اگلی صبح انہوں نے یہی کہا۔

مجھے اس کا علم ہے کہ جائیداد، کاروبار سب کچھ احسن صاحب کے نام ہو گیا ہے۔ میں نے تو آفس میں مبارک بھی دی تھی۔

ہاں پھر ——

نازو درمیان میں بولی۔

احسن صاحب یہ خوش خبری لے کر راحت کے ہاں پہنچے —— راحت نے کوئی لفٹ نہ دی۔ بلکہ دوسرے کسی آدمی کے سامنے احسن سے بات بھی نہ کی، احسن کو بڑا غصہ آیا —— وہ چپ چاپ وہاں سے چلے آئے کوئی بات نہ کی۔

اور پھر —— صبح انہوں نے جیسے ایک دم کوئی فیصلہ کر لیا —— صبح صبح میرے کمرے میں آئے —— کہنے لگے۔

میں نے راحت سے تمام ناطے توڑ لئے ہیں —— اور میں نے ایک فیصلہ کر لیا ہے۔

کہنے لگے۔

میں اس معاہدے کو ختم کر دوں گا۔ جو میں نے تم سے کیا تھا۔ میں بدل گیا ہوں —— اور راحت سے اب میرا کوئی رشتہ نہیں —— اور —— اور تم تیار رہنا۔ کسی پیاری سی جگہ چلیں گے۔ وہاں بیٹھ کر میں تم سے پیاری پیاری

نا چاہتا ہوں۔

پھر ——

نازو بے تاب سی ہو گئی ——

بتا نہیں سکتی نازو —— احسن اس وقت کتنا عجیب سا لگ رہا تھا —— نے پہلے مجھے کبھی ایسی نظروں سے نہیں دیکھا —— میں تو —— شرم سے نا رہی تھی —— اس نے جاتے وقت مجھ سے کہا کہ وہ مجھے فون کرے گا تیار ہو جاؤں ——

تب نازو ——

تو خود ہی سوچ مجھ جیسی بے سہارا لڑکی ایسی بات سن کر کیا سوچ تی ہے۔

میں نے سارا دن بے چینی میں گزارا —— قسم تیری نازو —— تو مجھے کیا کہتی تھی نا —— کہ احسن کو اپنا بنا لے —— کوشش کر —— اور میں نے بات کبھی نہیں مانی —— یہی سوچ کر —— کہ کہاں میں مفلس، بدنصیب بے سہارا —— اور کہاں احسن ——

اور پھر احسن میرے پاس راحت کی امانت ہے ——

ایمان سے میری غیرت نے کبھی بھی گوارہ نہ کیا کہ احسن کو اپنی طرف متوقع کرتا —— میں تو اس سے بچتی رہتی تھی —— جہاں وہ بیٹھا ہوتا —— میں وہاں سے اٹھ جاتی —— جو کچھ بھی تھا صرف امی جان کو دکھانے کے لئے میں اور

وہ کئی بار اکیلے باہر گئے ہیں ــــ لیکن میں ہمیشہ نارمل رہی ــــ میں نے
بھی کوشش نہیں کی ــــ کہ احسن کو جیت لوں۔

مگر ــــ ناز ــــ جب احسن نے مجھ سے یہ کہا کہ اس نے راحت سے
رشتہ توڑ لیا ہے ــــ اور وہ میرا ہو جائے گا ــــ تو نازو ــــ میں بھی انسان
ہوں ــــ جو کچھ بھی میرے لاشعور میں تھا۔ وہ شعور میں آگیا۔ اور احسن مجھے
ایک دم اپنا اپنا سا لگنے لگا۔

لیکن ــــ

لیکن نازو ــــ

میں اس کے فون کا انتظار کر رہی تھی اور وہ راحت کے ساتھ بیٹھا تھا
اس کے کہنے کے مطابق راحت نے سلیپنگ پلز کھا لی تھیں۔ اور پھر راحت
سے اس کی صلح ہو گئی ــــ دونوں نے شادی کا فیصلہ بھی کر لیا ــــ اس ہفتے
وہ شادی کر رہے ہیں۔

یہ تمہیں کس نے بتایا ــــ

نازو نے پوچھا۔

احسن نے خود ــــ آج ہی صبح ناشتے کے بعد وہ میرے کمرے میں آیا
اور مجھ سے کہنے لگا ــــ وہ مجھ سے بہت شرمندہ ہے ــــ راحت
سے اس کی صلح ہو گئی ہے ــــ اور وہ دونوں اسی ہفتے شادی کر رہے ہیں۔

تم نے کچھ کہا اسے ــــ

نازو بولی۔

میں اسے کیا کہوں ــــ میں بھلا اسے کیا کہہ سکتی ہوں ــــ اور نہ ہی
میں کچھ کہوں گی۔

عجیب بات ہے ــــ

نازو خفگی سے بولی۔

مجھے اگر ملال ہے تو اسی بات کا ــــ کہ احسن نے تو مجھے بالکل ہی
ذلیل کر دیا ہے ــــ میری کوئی عزت نہیں ہے۔ میں کیا ہوں ــــ کون ہوں
کچھ سمجھ نہیں آتا ــــ

راحت مزید دھوکا دے گی تو پتہ چلے گا۔ احسن کو ــــ

نازو نے کہا۔

مجھے کیا ــــ مجھے راحت کا کیا دکھ ہو سکتا ہے۔ ان دونوں کے لئے میں
نے یہ سب کچھ کیا ــــ پھر مجھے راحت کی کیا جلن ہو گی ــــ مگر ــــ احسن
کو کچھ کھلونا نہیں سمجھنا چاہئے۔ جب جی چاہا توڑ دیا۔

تابندہ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔

معلوم ہوتا ہے بہت محبت ہو گئی ہے احسن سے ــــ

نازو اس کا موڈ بدلنے کے لئے بولی۔

بھاڑ میں ڈالو محبت کو ــــ

تابندہ کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

جبھی تو رو رہی ہو ——

نازو مسکرائی۔

تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے نا ——

تابندہ نے شاکی سی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

ارے بھئی —— ٹھیک ہے —— احسن نے واقعی تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے —— مگر تم صرف تصویر کا ایک رُخ دیکھ رہی ہو۔ ذرا سا غصّہ کم کرو —— اور سوچو —— احسن کتنا بھولا اور سیدھا انسان ہے —— اور کتنا مخلص —— راحت کو وہ بے پناہ چاہتا ہے اس میں شک نہیں مگر جیسے ہی راحت نے اسے لفٹ کیا —— اُسے دنیا میں صرف تم ہی نظر آئیں —— اس کا مطلب ہے کہ تم سے وہ بے حد متاثر ہے ۔ اور اُس نے فیصلہ کر لیا —— اگر راحت ایک دن بھی لیٹ جاتی نا تو تم جیت گئی تھیں —— مگر وہ ہے چالاک عورت —— اُسے تو علم ہو گیا ہوگا کہ احسن اتنی ساری جائداد کا مالک بن گیا ہے —— تو یقیناً اس نے کوشش کرنا تھی —— کسی بھی طرح احسن کو اپنی طرف مائل کرنا تھا۔

اور پھر راحت جیسی چالاک عورت ——

اور احسن جیسا شریف آدمی ——

اُس کی باتوں میں آ گیا —— اس نے تم سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے ۔ اگر دھوکے باز ہوتا —— تو تمہیں یہ سب کبھی نہ بتاتا ——

تم کیا بگاڑ لیتیں اس کا ——

نازو سمجھانے کے انداز میں کہہ رہی تھی ——

اور تابندہ کے آنسو بہے چلے جا رہے تھے ۔ اُسے اب تک یہ احساس ہوئے جا رہا تھا ——

کہ میں کیا ہوں —— میں کون ہوں ——

اچھا اب رونا دھونا بند کرو —— اور میری مانو تو احسن کو راحت جیسی چالاک عورت کے پھندے سے نکالنے کی کوئی ترکیب سوچو ——

نازو نے کہا۔

توبہ —— میں باز آئی ——

تابندہ جلدی سے بولی۔

دیکھ تابی —— یہ ثواب کا کام ہے ۔ احسن بہت اچھا آدمی ہے ۔ راحت کے چنگل میں پھنس گیا نا تو برباد ہو جائے گا ۔

میں کیا کروں پھر ——

تابندہ بُرا سا منہ بنا کر بولی ۔

تو یہ کوشش کر کہ دونوں کی شادی نہ ہو سکے ۔

نازو نے کہا ۔

مجھے کیا ضرورت ہے ۔

تابندہ ابھی تک غصے میں تھی۔

ارے تیری اس سے شادی ہوئی ہے ــــ سوکن آ جائے گی تجھ پر۔

ہونہہ شادی ــــ

تابندہ طنزیہ بولی۔

اچھا اپنے لئے نہ سہی ــــ اس گھر کے لئے ــــ بیگم رحمان کے لئے

احسن کے لئے ــــ

نازو نے کہا۔

تو تو پاگل ہوگئی ہے ــــ وہ شادی کر رہے ہیں، میں کیسے روک سکتی ہوں۔

اچھا نہ سہی ــــ نازو درمیان میں بولی۔

اب تو جی چاہتا ہے ــــ کہیں چلی جاؤں ــــ

تابندہ بولی۔

کہاں ــــ

جہاں قسمت لے جائے گی ــــ

غفورے کے پاس جائے گی۔

نازو ہنسی۔

لعنت ہے اس پر ــــ

تابندہ نے کہا۔

تجھے ڈھونڈتا پھر رہا ہے ــــ جیل سے تو نکل آیا ہے۔

نازو نے کہا۔

تجھے کیسے پتہ ــــ

غفورے کے ذکر سے تابندہ اندر ہی اندر کانپ گئی۔

یہاں آیا تھا ــــ

کب ــــ

کچھ دن پہلے تمہارا پتہ پوچھ رہا تھا لوگوں سے ــــ

پھر ــــ

میں نے دیکھا نہیں ورنہ پھر جیل بھجوا دیتی ــــ

ٹھیک سے بتانا ــــ

تابندہ روہانسی ہو کر بولی۔

بھئی لوگوں نے بتا دیا ہوگا کہ تمہاری شادی ہوگئی ہے۔ اب احسن کے گھر جانے کی جرأت تو نہیں کر سکتا نا ــــ

یہ اور مصیبت ہے ــــ

تابندہ چڑ سی گئی۔

اب احسن کے گھر سے جانے کا خیال چھوڑ دے۔ نہیں تو پچھتائے گی۔

تابندہ خاموش ہوگئی۔

ہوٹل والا لڑکا کھانا دے گیا۔ نازو نے اُٹھ کر پلیٹیں نکالیں اور بولی

لے کھانا تو کھا ——

مجھے بھوک نہیں ——

سیدھی طرح کھا لے تابی —— ورنہ تو مجھے جانتی ہے۔ سارا کھانا

انڈیل دوں گی تم پہ —— ایسی کوئی قیامت نہیں ٹوٹ پڑی۔

جی ہاں —— تم کہہ سکتی ہو ——

تابندہ غصے سے بولی۔

اب سیدھی طرح مان جا —— احسن سے تجھے ہو گئی ہے محبت۔

اور اب وہ راحت کا ہو جائے یہ تجھے گوارہ نہیں —— سارا رونا ہی تو

کا ہے۔

نازو مسکرا کر بولی ——

میں مار بیٹھوں گی تمہیں ——

تابندہ نے کہا۔

اچھا بھئی ناراض نہ ہو —— میں احسن سے بات کروں گی۔

نازو بولی۔

وہ کیوں ——

تابندہ چونکی۔

تو نے جو بُرا حال کر لیا ہے اپنا ——

ایسا سوچنا بھی مت ——

میں تو ضرور کہوں گی احسن سے ——

نازو بولی۔

اگر تُو نے احسن سے کچھ بھی کہا نا۔ تو سمجھ لینا کہ وہ دن میری زندگی کا

آخری دن ہوگا۔

تابندہ کی بات سن کر نازو ہنس دی —— کہنے لگی۔

اچھا نہیں کہوں گی —— مگر کھانا تو کھا۔

تابندہ نے پلیٹ میں تھوڑے سے چاول لئے ——

اور نازو کی طرف دکھ سے دیکھا۔ جو واقعی احسن کے رقیبے سے سخت

تھی۔ مگر تابندہ کا موڈ بدلنے کے لئے ہنس رہی تھی۔

کہنے لگی۔

اچھی طرح کھا —— غم کی کیا بات ہے —— اللہ مالک ہے —— کیا

میرے لئے احسن کا گھر ہی رہ گیا ہے —— مجھے تُو جیسے کہے گی۔ میں

ویسے ہی کروں گی۔

نازو ——

تابندہ کی آنکھیں پھر چھلک آئیں ——

کچھ دن دیکھ ہوتا کیا ہے —— بس خاموش رہ ——

نازو اس کی پلیٹ میں سالن ڈالتے ہوئے بولی۔

تابندہ برائے نام نوالے لے رہی تھی۔

کھانے کے بعد نازو نے چائے بنائی —— تابندہ کو چائے کی پیالی دیتے ہوئے بولی۔

چل فلم دیکھنے چلیں —— گاڑی تو ہے نا تمہارے پاس ——

ہاں ——

تابندہ نے کہا۔

بس ٹھیک ہے، فلم کے بعد تم مجھے ڈراپ کر دینا ——

اچھا ——

تابندہ راضی ہو گئی —— وہ بھی اپنا دھیان بٹانا چاہتی تھی۔

نازو تیار ہو گئی تو دونوں فلم دیکھنے چل دیں۔

—— ☆ ——

احسن آج کل صبح جاتا —— اور رات گئے لوٹتا ——

بیگم رحمان سے اس نے کام کی زیادتی کا بہانہ بنا لیا تھا۔ اور وہ یوں تو بہت خوش تھیں۔ کہ احسن محنت سے کام کر رہا ہے۔

تابندہ کو البتہ سب کچھ علم تھا۔

آج کل دونوں کی ملاقات صرف ناشتے پر ہوتی —— رات گئے احسن واپس آتا۔

وہ اپنے کمرے کا دروازہ کھلا رکھتی۔

احسن آتا ہلکے سے دستک دیتا۔ وہ چادر اپنے اوپر تان کر سوئی ہوئی بن جاتی۔

احسن خود ہی دروازہ بند کرتا اور پھر بیچ کے دروازے سے اپنے کمرے

میں چلا جاتا۔

صبح ناشتے پر وہ اُسے بتاتا کہ اس نے اور راحت نے آج کیا کیا شاپنگ کی ہے — اور کیا پروگرام بنائے ہیں۔

ہر بات کا جواب ... جی — اچھا — بہتر — یہی تھا اس کے پاس۔

رات بے چین سی گزری تھی۔ اسی لیے وہ صبح سویرے ہی اٹھ بیٹھی۔

وضو کیا — نماز پڑھی — اور پھر گرم چادر اوڑھ کر باغ میں نکل آئی۔

پھول پتے اوس میں نہا رہے تھے۔

وہ یونہی ادھر اُدھر گھوم رہی تھی — کبھی بے خیالی میں کوئی پتہ توڑ لیتی — کبھی کسی پھول کی پتیاں —

کھڑکی میں سے احسن نے اُسے ٹہلتے دیکھ لیا تھا۔ اور وہ بھی گاؤن پہن کر اسی طرف آ گیا۔

تابندہ —

اس نے پاس آ کر پکارا —

اس نے چونک کر دیکھا —

آپ —

جی —

احسن مسکرایا۔

آج جلدی اٹھ گئے آپ —

تابندہ مسکرا کر بولی۔

رات نیند نہیں آئی — میں بھی کچھ عجیب آدمی ہوں — نہ خوشی میں اور نہ غمی میں —

وہ ہنس دی۔

اب دیکھو نا — آج راحت سے میری شادی ہے — اور مجھ پر رات سے گھبراہٹ طاری ہے۔ پوری رات نہیں سو سکا۔

احسن ہنس کر بولا۔

کبھی کبھی زیادہ خوشی بھی انسان نہیں سنبھال سکتا۔

تابندہ آہستہ سے بولی۔

ہاں میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا تھا — امی جان تو نارمل ہیں نا —

احسن اُس کی خوبصورت اور اُداس آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

جی ہاں —

کوئی شک تو نہیں اُنہیں —

نہیں —

ہاں تمہارے ہوتے ہوئے میں یہاں سے تو بے فکر ہوں —

احسن کا لہجہ تشکر آمیز تھا۔

وہ صرف ایک نظر دیکھ کر رہ گئی۔

آج رات کو نکاح ہو رہا ہے — بہت خفیہ — بہت پُراسرار —

احسن ہنسا۔

مبارک تو کل ہی دوں گی ——

تابندہ مسکرا کر بولی۔

اوہ —— ہاں ——

احسن ہنسا —— کہنے لگا۔

تابندہ ——

جی ——

آج رات میں نہیں آسکوں گا ——

وہ کچھ شرمندہ سا تھا —— جیسے کہتے ہوئے جھینپ رہا ہو ——

تابندہ خاموش رہی۔

میرا مطلب ہے امی جان سے کوئی بہانہ نہیں بن سکتا۔

وہ رُکتے رُکتے بولا۔

آپ کہہ جایئے کہیں کام ہے ——

تابندہ نے کہا۔

سوچتا ہوں کیا کہوں —— کبھی انہوں نے اجازت نہیں دی۔

احسن نے کہا۔

کہہ دیجئے کسی دوست کے ہاں فنکشن ہے ——

تابندہ بولی۔

مگر ——

مگر کیا ——

وہ کہیں گی دونوں ساتھ جاؤ ——

میں کوئی بہانہ بنا کر رک جاؤں گی ——

ایسا کرو —— تم تیار ہو جانا —— میں تمہیں نازو کے ہاں ڈراپ
کر دوں گا —— کچھ دیر تم وہاں رہنا۔ پھر میں گاڑی بھجوا دوں گا ——
واپس آجانا —— صبح میں آہی جاؤں گا۔

احسن بولا۔

جیسے آپ کی مرضی ——

تابندہ آہستہ سے بولی۔

تم اتنی اچھی کیوں ہو ——

احسن بالکل اس کے سامنے آگیا —— اور اس جملے جس کی تابندہ
کو اس وقت بالکل توقع نہیں تھی۔ سُن کر وہ بے چین سی ہوگئی۔

احسن کی طرف دیکھا۔

جس کی نظروں میں پیار تھا —— خلوص تھا۔

اس نے نظریں جھکا لیں۔

کہنے لگی۔

آپ ہمیشہ شرمندہ کرتے ہیں ——

میرے پاس تمہارے لئے الفاظ ہی نہیں ــــ یونہی جانے کیا

دیتا ہوں ــــ

احسن بولا۔

وہ خاموشی سے کوٹھی کی طرف چلنے لگی۔

کہاں ــ چلیں اب ــــ

امی جان کا ناشتہ بھجوانا ہے ــــ دیر ہو جائے گی۔

اوہ ــ اچھا ــ چلو ــ اور ہاں ــ شام کو تیار ہو جانا ــ

ٹھیک چھ بجے تمہیں لینے آؤں گا ــــ

جی بہتر ــــ

کہتی ہوئی وہ کچن کی طرف چل گئی ــــ

~~~~~ ~~~~~

کالی نارنجی پھولوں والی خوبصورت ساڑھی میں اس کا سفید رنگ

ابھر رہا تھا ــ لیکن چہرے پر اُداسی بے انتہا تھی۔

اور اسی اُداسی کو اُس نے میک اپ کی تہہ میں چھپانے کی کوشش بھی

کی تھی۔

مگر وہ تو پھُوٹ پھُوٹ کر باہر نکلی جا رہی تھی ــــ آنکھوں میں سرخی

تھی ــ اور وہ بار بار بھیگ جاتیں ــــ وہ اپنی اِس حالت سے

پریشان تھی۔

کہیں چور نہ پکڑا جائے ــــ

کہیں احسن یہ نہ سمجھ لے کہ میں اس کی شادی سے ناخوش ہوں۔

تیار ہو کر وہ بیگم رحمان کے کمرے میں آگئی ــــ

آج کل اُن کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی ــ تابندہ کا زیادہ وقت اُنہی
~~~~~

کے پاس گزرتا تھا۔

بڑے ہی خلوص سے وہ اُن کی خدمت کرتی ——— وقت پر دوا

پلاتی —— خوراک کا خاص خیال رکھتی ——— پرہیزی کھانے اپنے ہاتھوں

پکاتی ۔ اور پھر دیر تک بیٹھ کر اُن کا سر دباتی رہتی ۔

وہ لاکھ منع کرتیں ۔ لیکن وہ بڑی خوبصورتی سے بڑے پیار سے

کہتی ۔

آپ مجھے اس سعادت سے محروم نہ کیا کریں ———

بیگم رحمان کو اس لیے بالکل وہ اپنی اپنی لگتی ۔

اس وقت جب وہ کمرے میں گئی تو بیگم رحمان لحاف ٹانگوں

پر پھیلائے کریمن سے اپنے دوپٹے پر پریس کروا رہی تھیں —— اور

باتیں بھی کر رہی تھیں ۔

آؤ بیٹی ———

تابندہ کو دیکھ کر وہ کھل اٹھیں ۔

تابندہ اُن کے پاس ہی بیٹھ گئی ۔

کہیں جا رہی ہو کیا ———

بیگم رحمان اُسے پیار سے دیکھتے ہوئے بولی ۔

جی ہاں —— احسن صاحب کے کسی دوست کے ہاں فنکشن ہے

وہ آہستہ سے بولی ۔

اچھا اچھا ——— احسن کہاں ہے ———

بیگم رحمان نے پوچھا ۔

ابھی آئے نہیں ——— مجھے تیار ہونے کا کہہ گئے تھے ———

تابندہ چور بنی بولی ——— پھر مزید سوالوں سے بچنے کے لئے اُٹھ کر دوا

کی شیشی اٹھالی ——— اور بولی ۔

یہ ختم ہوگئی امی جان ——— ڈرائیور کو بھیج کر آج ہی منگوا لیجئے ۔

اچھا بیٹی ———

بیگم رحمان نے کہا ۔

تھوڑی ہی دیر میں احسن آ گیا ———

وہ بھی دادی سے کچھ شرمندہ سا تھا ———

دل میں چور جو تھا ———

کیسی ہیں اب آپ امی ———

وہ آکر اُن کے پاس ہی پلنگ پر بیٹھ گیا ———

تجھے کیا ———

بیگم رحمان روٹھ سی گئیں ۔

کیوں امی ———

احسن حیران ہو کر بولا ۔

سارا ، سارا دن غائب رہتا ہے ——— ایسا بھی کیا کام ———

مجھے ایسا کام نہیں چاہیئے جس سے تم اپنی صحت خراب کرلو۔

بیگم رحمان روٹھے ہوئے انداز میں بولیں۔

وہ — امی — میں — بس —

احسن کچھ نہ کہہ سکا تو ہنس دیا کہنے لگا۔

آپ کی بہو جو آپ کے پاس ہے —

وہ تو میری بیٹی ہے — اس نے تو اپنا چین مجھ پر قربان کر رکھا ہے

ہر وقت میری فکر — ہر وقت میرا خیال — اس جیسا تو دنیا میں کوئی نہ

بیٹا —

احسن نے تابندہ کی طرف دیکھا — جو سر جھکائے جانے کون سی

سوچ میں گم تھی۔

میں ذرا تیار ہو جاؤں — اجازت ہے امی جان —

احسن اُٹھتے ہوئے بولا۔

ہاں ہاں جاؤ —

بیگم رحمان مسکرا دیں۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ تیار ہو کر آگیا —

تو تابندہ اٹھ کھڑی ہوئی —

ہم جا رہے ہیں امی — اور آپ کھانے کے بعد یہ دوا لے لیجئے

بیدہ آجائے گی۔

تابندہ ایک چھوٹی سی شیشی اٹھا کر دکھاتے ہوئے بولی۔

اچھا بیٹی —

بیگم رحمان نے کہا۔

خدا حافظ —

احسن اور تابندہ ایک ساتھ بولے۔

خدا حافظ — خیریت سے جاؤ — اللہ تم دونوں کو اپنے حفظ و

امان میں رکھے۔

بیگم رحمان نے دعا دی — تو جانے کیوں بالکل غیر اختیاری میں

تابندہ کی نظریں احسن کی نظروں سے ملیں۔

احسن کے دل میں جیسے سوئیاں سی چبھیں۔

گو جو خوشی اُسے ملنے والی تھی۔ اس ہنگامے میں وہ چبھن اُسے

محسوس ہی ہوئی۔

دونوں باہر آئے —

احسن نے گاڑی نکالی۔

ڈرائیور کو ساتھ لے لیجئے —

تابندہ آہستہ سے بولی۔

کیوں —

احسن نے پوچھا۔

میں کیسے آؤں گی واپس ——

وہ اگلی سیٹ کی بجائے پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

احسن چونکا—کہنے لگا۔

آگے بیٹھو نا——

آج اپنی صحیح جگہ آگئی ہوں ——

تابندہ ہنسی۔

احسن نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا—کہنے لگا۔

میں سمجھا نہیں ——

میرا مطلب ہے آج اگلی سیٹ پر بیٹھنے والی آجائے گی نا—اس
لئے میری ڈیوٹی ختم ——

وہ پھر ہنسی۔

مگر اس کی یہ ہنسی — اتنی عجیب — اتنی دردناک تھی کہ احسن محسوس
کئے بغیر نہ رہ سکا۔

آپ نے ڈرائیور کو نہیں لیا ——

تابندہ اُسے گاڑی اسٹارٹ کرتے دیکھ کر بولی۔

میں خود پہنچا جاؤں گا ——

احسن آہستہ سے بولا۔

بڑی زیادتی ہے ——

تابندہ بولی۔

کیوں ——

احسن کو پھر تابندہ کی بات تیر کی طرح لگی۔

میرا مطلب ہے — راحت کے ساتھ زیادتی ہوگی — شادی
کے بعد آپ کو اس کے پاس رہنا چاہیئے نا——

تابندہ کا جیسے دل پھٹنے کو تھا۔

احسن خاموش ہو گیا ——

نازو کا ہوسٹل آگیا تو وہ خاموشی سے اُتر گئی۔

اوپر تک پہنچا آؤں تمہیں ——

احسن گاڑی لاک کرتے ہوئے بولا۔

آپ جایئے میں چلی جاؤں گی ——

وہ اُکھڑے ہوئے لہجے میں بولی۔

اچھا — میں دو تین گھنٹے تک آجاؤں گا ——

احسن آہستہ سے بولا۔

ٹھیک ہے ——

کہتی ہوئی تابندہ اوپر چلی گئی——

احسن چند لمحے دیکھتا رہا——

وہ جاتی ہوئی یوں لگ رہی تھی۔ جیسے سیاہ اندھیروں میں چنگاریاں

سی بھڑک رہی ہیں۔

اس کی کالے رنگ کی نارنجی پھولوں والی ساڑھی بالکل اس کی ترجما

بنی ہوئی تھی۔

اس کی اداسی ـــ اس کا جلا کٹا انداز ـــ اکھڑا ہوا لہجہ ـــ بار بار

آواز بھرا جانا ـــ

احسن کو سمجھانے کے لیے کافی تھا ـــ

اس نے لڑکھڑاتے ہوئے اس کے قدم بھی دیکھے تھے۔ ایک لمحے کے

درد کی ایک لہر اس کے بدن میں دوڑ گئی۔ اور پھر وہ تھکے تھکے سے انداز

گاڑی میں آبیٹھا۔ اور گاڑی راحت کے گھر کی طرف بڑھنے لگی۔



سرخ بھڑک دار میکسی جو جسم کے ساتھ چپکی ہوئی تھی۔ گہرے رنگ کا میک اپ

راحت ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی۔ ڈبوں سے ہیروں کے زیورات

کر اپنے ساتھ لگا لگا کر میچنگ کر رہی تھی۔

کمرہ خوشبو سے مہک رہا تھا۔

احسن نے اندر قدم رکھا ـــ

یو آر ٹو لیٹ ڈارلنگ ـــ

راحت اس کی طرف گھوم کر بولی۔

ہاں کچھ دیر ہو گئی ـــ

احسن بجھا بجھا سا تھا ـــ

کیسی لگ رہی ہوں ـــ

راحت نے کھڑے ہو کر انگڑائی لی ——

بہت خوبصورت ——

احسن سامنے صوفے پر بیٹھ گیا ——

راحت نے سگریٹ سلگا کر اپنے لپ اسٹک لگے ہونٹوں سے لگایا

اور کہنے لگی۔

کچھ خاموش ہو ——

نہیں تو ——

خیریت ہے نا ——

وہ ہنسی۔

بالکل ——

مہدی نے رجسٹرار کو نو بجے کا ٹائم دیا ہے ——

کیوں ——

وہ کھویا کھویا سا ہے ——

آج کتنا اہم دن ہے زندگی کا ——

راحت اُس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

ہاں ——

احسن آہستہ سے بولا۔

میں صبح سے سوچ رہی تھی —— آج کے دن کتنے ہنگامے ہوتے ہیں

کتنی تیاریاں کرتے ہیں۔ اور پھر شادی بیاہ کا احساس بھی تب ہی ہے —— مجھے بھی ایسی ہی شادی کا ارمان تھا —— مگر اب کیا کیا جائے۔

راحت نے بہکی بہکی سی آواز میں کہا۔

احسن نے اس کی طرف دیکھا۔ مسکرا کر بولا۔

مجبوری ہے ——

تمہارے ارمان تو تمہاری اس نمائشی شادی میں پورے ہو گئے ہیں نا۔

راحت ہنسی۔

کیسے ارمان ——

احسن گھبرا سا گیا ——

یہی دولہا بننے کے —— ہنگامہ —— شور غل —— پارٹی —— دعوتیں ——

ہاں ——

احسن نے ٹھنڈا سا سانس لیا ——

احسن ——

راحت نے کچھ دیر اُسے غور سے دیکھنے کے بعد کہا۔

ہوں ——

اس لڑکی نے تم پر ڈورے ڈالنے کی کوشش تو کی ہو گی ——

راحت کی بات احسن کو جھنجھوڑ سی گئی۔ کہنے لگا۔

بالکل نہیں ——

ایمان سے کہو ——

بالکل سچ کہہ رہا ہوں ——

آج اُسے علم ہے کہ ہماری شادی ہو رہی ہے۔

ہاں ——

تم اُسے یہاں لے آتے، تاکہ وہ اپنی آنکھوں سے یہ سب دیکھتی

آخر کو تو وہ ہماری رازدار ہے۔

فائدہ ——؟

اس کو راحت کی بات ناگوار سی لگی۔

فائدہ کیا —— اُسے پتہ چل جاتا کہ اُس کی ڈیوٹی ختم ہو گئی ہے۔

اب اُسے اپنا ٹھکانہ ڈھونڈنا چاہیئے۔

راحت جلن سے بھرپور لہجے میں بولی۔

کیا ——

احسن بُری طرح چونکا۔

مطلب یہ ہی کہ اب اُسے اپنا ٹھکانہ کرنا چاہیئے۔ تم کچھ روپیہ

دینا —— اور ساتھ طلاق بھی ——

راحت لاپرواہی سے بولی۔

ایسا نہیں ہو سکتا ——

کیوں ——

راحت یوں چونکی جیسے زلزلہ آ گیا ہو ——

اُس کا دُنیا میں کوئی نہیں —— وہ امی جان کے پاس ہی رہے گی۔

سوچ لو —— کل کلاں کوئی خطرہ نہ بن جائے وہ ——

مجھے اُس سے کوئی خطرہ نہیں ——

احسن ضبط کرتا ہوا بولا ——

کیسے خطرہ نہیں —— انسان کو بدلتے دیر نہیں لگتی —— ٹھیک ہے وہ

لڑکی ہے —— مگر اب تم وہ احسن نہیں، تم اب بہت مالدار آدمی ہو ——

تمہارے پاس کاریں کوٹھیاں۔ فیکٹریاں، جائداد سب کچھ ہے۔ اور اُس کے

ساتھ تمہارا نکاح ہوا ہے —— سوچ لو کہ قانوناً کیا بات نکلتی ہے۔ ہو سکتا ہے

بعد میں اگر تمام راز اُگل دے۔ اور اُلٹا تم پر الزام لگ جائے کہ تم اپنی

جائیداد کے مالک دھوکے سے بنے ہو ——

راحت سگریٹ کے کش لگاتی ہوئی بول رہی تھی۔

اور احسن پہلو بدل رہا تھا ——

جانے اُسے تابندہ کے خلاف باتیں سُن کر غصہ کیوں آ رہا تھا —— کوئی

اور ہوتا تو وہ اس کا منہ نوچ لیتا ——

مگر سامنے راحت تھی ——

وہ راحت جس سے وہ محبت کرتا تھا —— جس کے لئے اس دادی ماں

سے دھوکا کیا —— ایک جوان خوبصورت اور معصوم لڑکی کی زندگی برباد کی۔

اُسے وہ کیسے کچھ کہہ سکتا تھا۔

مگر پھر بھی ——

تابندہ کی معصوم صورت —— اس کی پاکیزگی —— اس کی اُداس اُداس سی
آنکھوں کی ویرانی —— اس کا خلوص —— اس کی خدمت —— اس کی نظروں کے
سامنے پھر گئی ——

اُسے راحت کی باتیں غلیظ سی لگیں ——
تابندہ کے لئے یہ خیالات کتنے ہیچ تھے ——
وہ بے چین سا ہو گیا —— کہنے لگا۔
کیا ذکر لے بیٹھی ہو اس وقت ——
میں غلط نہیں کہتی ڈارلنگ ——
راحت اس کے ماتھے پر آئی بالوں کی لٹ سنوارتے ہوئے بولی۔
اس وقت یہ باتیں بہت ضروری ہیں ——
احسن چڑ کر بولا۔

ضروری تو ہیں ——

راحت نے کہا۔

یہ میری پرابلم ہے —— تم اس کی فکر نہ کرو ——
احسن اس موقع پر کوئی تلخ بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے وہ
برداشت کر گیا ——

مگر راحت کو تو جیسے آج کے دن کوئی سوچ ہی نہ تھی —— کہنے لگی۔
آج ہم شادی کر رہے ہیں۔ اس لئے میں تم سے سچی اور صاف صاف
کہنا چاہتی ہوں ——
کیا ——
احسن بے چین سا ہو گیا ——
میں یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ کوئی دوسری لڑکی تمہاری بیوی کہلوائے
تمہیں اُسے طلاق دینا ہو گی —— یہ میرا فیصلہ ہے۔
احسن کو یوں لگا جیسے راحت نے اُسے پھانسی کا حکم سنا دیا ہو —— ہر
چند کہ تابندہ کے ساتھ اس کی شادی صرف نمائشی تھی —— اس کے ساتھ کوئی
قلبی لگاؤ بھی نہیں تھا۔
مگر ——
جانے کیوں ——
وہ تابندہ کو اپنے سے علیحدہ کرنا نہیں چاہتا تھا —— اُسے اب تو
یوں لگتا تھا جیسے تابندہ اس کے خاندان کا فرد ہے —— اس کی اپنی
عزت ہے —— اس کی عزت ہے ——
راحت کی بات سن کر وہ تلملا گیا ——
کیوں ——
راحت اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

آج اور ابھی ساری باتیں کرنا ہیں تمہیں ——

احسن اٹھ کر کھڑکی کے باہر دیکھتا ہوا بولا۔

ظاہر ہے ——

راحت اطمینان سے بولی۔

مجھ پر اعتماد نہیں ——

احسن کو غصہ آگیا ——

اعتماد نہ ہوتا تو آج کا دن کبھی نہ آتا ——

راحت اپنے کپڑوں پر خوشبو سپرے کرتی ہوئی بولی۔

فکر نہ کرو پھر —— اعتماد بحال رکھو ——

احسن اس کی طرف مڑ کر بولا۔

مگر اُسے طلاق دینے میں قباحت کیا ہے ——

راحت نے اس کی طرف غور سے دیکھا —— جیسے پرکھ رہی ہو۔

کوئی قباحت نہیں ——

احسن اپنے دل کا چور چھپاتے ہوئے بولا۔

تو پھر دے دو ——

راحت جلدی سے بولی۔

احسن خاموش ہوگیا —— اُس کی سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ راحت کو کیا
مطمئن کرے۔

جواب نہیں دیا تم نے ——

راحت اُٹھ کر اس کے قریب آگئی ——

تم سمجھتی ہی نہیں —— میں اُسے طلاق کیسے دے سکتا ہوں ——

ابا جان پر تمام راز افشا ہوگیا تو میں کہیں کا نہیں رہوں گا۔

احسن نے سمجھانے کے انداز میں کہا۔

تو کیا ہوا —— یہ تو اب ہوگا —— دادی اماں کو اب پتہ چل گیا تو کیا ہے

تمہاری شادی ہوگی۔

انہیں پتہ چلنا ہی ہے ——

کیا —— ؟

راحت کی بات سُن کر احسن کے اپنے پاؤں تلے زمین کھسکتی معلوم ہوئی۔

سچ تو کہہ رہی ہوں —— کب تک چھپے گی یہ بات —— تمہیں ہمت سے

کام لینا چاہیئے۔ میں کب تک تمہیں چوری چھپے ملوں گی۔

مولوی صاحب آگئے ——

مہدی اندر آکر بولا۔

اچھا تم انہیں بٹھاؤ ہم آتے ہیں ——

راحت نے کہا۔

مہدی چلا گیا ——

احسن کے فیصلے ڈگ مگ ڈول رہے تھے۔

راحت کی باتیں اس کا فیصلہ بدلنے کی کوشش میں تھیں۔ اور وہ خو
اپنے آپ کو تسلیاں دے رہا تھا۔

اس کے دل اور دماغ میں لڑائی ہو رہی تھی ——

اور راحت ——

ڈائننگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی اپنے لباس اور زیورات کا جائزہ لے
رہی تھی۔

وہ اسی حالت میں گم تھا —— کہ وہ اٹھی —— اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بو
چلو مولوی انتظار کر رہا ہوگا۔

اور ——

وہ ایک معصوم بچے کی طرح —— اس کے ساتھ ہو لیا۔

دل و دماغ میں لڑائی تیز ہو گئی۔

فیصلے ڈگ مگ ڈول رہے تھے۔

لیکن وہ سب کچھ سوچتے ہوئے سمجھتے ہوئے بے بس سا اس
ساتھ چل رہا تھا۔

ہیلو ——

راحت مولوی کو دیکھ کر بولی۔

مولوی نے رجسٹر نکالا —— ضروری کوائف پر کئے —— پانچ لاکھ
حق مہر لکھا۔ اور کاغذ احسن کی طرف بڑھا دیا۔

حت بی بی، تمہیں بالعوض مبلغ پانچ لاکھ روپے حق مہر احسن رحمٰن سے
بول ہے —— مولوی صاحب نے پوچھا۔

یس —" وائی ناٹ "—— راحت ہنس کر بولی۔

ی مٹھائی لے آیا۔

بارک ہو ——

ینک یو ——

ن آہستہ سے بولا۔

راحت نے انگڑائی لی اور بولی۔

چلو باہر گھوم آئیں —— ڈنر باہر ہی کریں گے ——

احسن خاموش سا ساتھ ہو لیا۔

رات بارہ بج گئے —— تو احسن کو خیال آیا کہ تابندہ اس کا انتظار
ہوگی۔ اس نے راحت کو فلیٹ پر ڈراپ کیا۔ اور جلدی آنے
رنازو کی طرف چل دیا۔

~~~~ ❖ ~~~~
~~~~

جس وقت سے، آئی ہو ـــــ منہ لبسورے ہوئے ہو ـــــ آخر بات کیا ہے

نازو نے تابندہ کی خاموشی سے تنگ آ کر کہا۔

کچھ نہیں یونہی طبیعت اُداس ہے ـــ

تابندہ اُس کے بستر پر لیٹی ہوئی بولی۔

دیکھو تابی مجھ سے تو کچھ نہیں چھپا سکتی۔

نازو تکیہ اس کے سر کے نیچے رکھتی ہوئی بولی۔

کچھ ہو تو چھپاؤں ـــــ

تابندہ آہستہ سے بولی۔

اچھا نہ بتا ـــــ

نازو روٹھ گئی ـــــ

پتہ کیا ہے ـــــ بیگم رحمان کی طبیعت خراب ہے۔ آج کل ان کی بیٹھ

ئی ہے۔ اسی وجہ سے پریشان ہوں۔

تابندہ اُٹھ کر بیٹھ گئی ـــــ

علاج تو کافی ہو رہا ہوگا ـــــ

نازو نے کہا۔

ہاں علاج تو بہت اچھی طرح ہو رہا ہے ـــــ میں خود خوراک اور دوا

ال رکھتی ہوں ـــــ مگر کچھ حالت بہتر نہیں ہے۔

تابندہ نے کہا۔

کیوں ـــــ

وہ مجھ سے بہت محبت کرتی ہیں نازو ـــــ ایسے لگتا ہے جیسے میری اپنی

ہو ـــ تھوڑی دیر میں نظر نہ آؤں تو پریشان ہو جاتی ہیں۔

تابندہ کی آنکھیں بھر آگئیں۔

اچھی ہو جائیں گی ـــــ فکر کیوں کرتی ہو ـــــ

نازو نے اُسے تسلی دی۔

اتنے میں ساتھ والی پارسن آگئی ـــــ

دونوں اس کے ساتھ باتوں میں لگ گئیں ـــــ

تابندہ کا خیال بار بار بھٹک جاتا ـــــ وہ خیالوں میں وہاں پہنچ جاتی،

جہاں راحت دلہن بنی ہوگی ـــــ اور احسن محبت سے اُسے دیکھ

رہا ہوگا ـــــ وہ دونوں کتنے خوش ہوں گے۔

وہ سوچ کی بھول بھلیوں میں ڈوب جاتی تو نازو کی آواز
چونکا دیتی۔

کہاں ہو تابندہ ——

یہیں ... تمہارے پاس ——

وہ چونک گئی ——

آج کچھ گڑبڑ ہے ——

نازو بولی۔

اُسی لمحے احسن نے دروازے پر قدم رکھا۔

میں اندر آجاؤں ——

آیئے ——

نازو جلدی سے بولی۔

کیا حال ہے نازو ——

احسن نے کہا۔

بالکل ٹھیک ہوں —— آپ سنایئے —— آج تابندہ کو مارا
ہے آپ نے ——

نازو ہنسی۔

کیا مطلب ——

احسن چونک گیا ——

نازو ——

تابندہ نے غصے سے نازو کی طرف دیکھا۔

جب سے آئی ہے گم صم ہے۔ بار بار کہیں کھو جاتی ہے —— مجھے تو
لگتا ہے مار کھا کر آئی ہے۔

نازو تابندہ کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔

وہ تو مذاق کر رہی تھی۔

احسن نے تابندہ کی طرف دیکھا —— اور نظریں جھکا لیں۔

تابندہ جلدی سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی —— کہنے لگی۔

چلئے بہت دیر ہوگئی۔

ارے بیٹھو تو سہی —— ناراض ہوگئیں۔

نازو نے کہا۔

نہیں میں نے بتایا نا امی جان کی طبیعت ٹھیک نہیں —— بس
اب جانا چاہیئے۔

تابندہ جلدی سے دروازے کی طرف بڑھی۔
نازو کو حیران چھوڑ کر احسن بھی تابندہ کے پیچھے ہو لیا۔

وہ دونوں چپ چاپ نیچے آئے۔

احسن نے اگلا دروازہ کھولا —— لیکن تابندہ پچھلے دروازے
کی طرف کھڑی تھی۔ جو اندر سے لاک تھا۔

احسن نے تابندہ کی طرف دیکھا — جو چُپ چاپ کھڑی تھی۔

آ گئے آؤ —

احسن آہستہ سے بولا۔

تابندہ نے، چبھتی ہوئی نظر اُس پر ڈالی اور اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

احسن نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

تابندہ خاموش بیٹھی تھی۔ احسن کبھی کبھی اُسے دیکھ لیتا۔

اچانک ہی تابندہ نے سوچا۔

مجھے اس طرح خاموش نہیں ہونا چاہیئے — آج احسن نے شادی کی ہے — وہ سمجھے گا — میں — میں اُس کی شادی پر خوش نہیں ہوں۔ میں اس کی شادی کو برداشت نہیں کر سکی۔

وہ سمجھے گا — میں جانے کیا چاہتی ہوں — میں اس کی دولت یہ آسائش و آرام چھوڑنا نہیں چاہتی —

مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیئے —

تب — وہ اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے — اپنی گمنام چاہتوں کو سنبھالتے ہوئے — اپنی تمناؤں کا گلہ گھونٹتے ہوئے کہنے لگی۔

مبارک ہو —

احسن چونکا — پھر بولا۔

شکریہ —

راحت تو آج بہت خوش ہو گی —

وہ زبردستی مسکرا کر یونہی باتیں کرنے کی خاطر پوچھنے لگی

ہاں —

احسن نے مختصر سا جواب دیا۔

خاموشی پھر چھا گئی — صرف گاڑی کی ہلکی سی آواز تھی جو خاموشی میں ڈوبے ہوئے راستوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی۔

آپ خاموش ہیں کچھ —

تابندہ آہستہ سے بولی۔

ہوں — نہیں تو —

احسن نے کہا۔

تابندہ خاموش ہو گئی —

تابندہ —

کچھ لمحے گزرنے کے بعد احسن بولا۔

جی —

آج راحت نے کچھ عجیب سی باتیں کیں۔

احسن آہستہ سے بولا۔

تابندہ نے چونک کر احسن کی طرف دیکھا۔

وہ کہہ رہی تھی کہ اب اگر امی جان کو پتہ بھی چل جائے — تو کوئی

حرج نہیں ——

تابندہ کا دل دھڑک اُٹھا —— اس نے حیرت سے احسن کی طر

دیکھا۔

ہاں —— وہ کہہ رہی تھی کہ کب تک ہم چھپ چھپ کر ملیں گے

امی جان کو پتہ چلنا چاہیئے۔

نہیں نہیں ——

تابندہ ایک دم بولی —— آواز میں ڈر خوف اور دکھ تھا

میرا بھی یہی خیال ہے ——

احسن نے کہا۔

آپ کو پتہ ہے نا وہ بلڈ پریشر کی مریض ہیں۔ اور آج کل تو ا

بلڈ پریشر بہت ہائی ہے —— اگر —— اگر انہیں اس بات کا علم ہو گیا تو

اچھا نہیں ہوگا —— اُن کے لئے یہ صدمہ زہر ہے

تابندہ تڑپ گئی ——

میں جانتا ہوں ——

پھر آپ نے کیا سوچا —— خدا کے لئے ایسا ہرگز نہ کیجئے۔ آپ

آپ راحت کو سمجھایئے —— کہ وہ —— یہ خبر سن کر زندہ نہیں رہیں گی ——

آخر کو تو یہ گھر اُسی کا ہے —— امی جان کب تک بیٹھی رہیں گی۔

تابندہ کی آواز بھرا گئی۔

میں ایسا نہیں ہونے دوں گا ——

احسن اُس کی طرف دیکھ کر بولا۔

خدا کے لئے —— اُسے سمجھایئے ——

تابندہ تڑپ گئی۔

میں نے اُسے بہت سمجھایا —— اور تمہیں پتہ نہیں آج کا دن جس کا
مجھے اتنا انتظار تھا —— جس کے لئے میں نے کیا کیا کر ڈالا —— میں ضمیر کا مجرم
بنا —— امی جان سے جھوٹ بولا —— اور —— اور تمہاری زندگی برباد کی۔

صرف آج کے دن کے لئے ——

اور آج —— راحت کی انہی باتوں کی وجہ سے میرا دل ٹکڑے ہو گیا
آج میں نے راحت کو پا لیا —— مگر میرا دل اُداس ہے —— میرے دل
میں جیسے کوئی خوشی نہیں —— اُس نے آج بہت ہی عجیب باتیں کیں جن کی
مجھے اس سے ہرگز توقع نہیں تھی۔

نکاح کے بعد میں اس کے ساتھ باہر گیا۔ بس خاموشی سے ڈرائیو
کرتا رہا —— اور وہ بولتی رہی ——

آج اُس نے سُرخ لباس پہن رکھا ہے۔ اور وہ حلے سے بہت اچھی
لگ رہی ہے —— وہ دُلہن بنی ہوئی میرے ساتھ گھوم رہی تھی ——
اور مجھے ایسا لگ رہا تھا۔ جیسے میں برف کا بنا ہوا آدمی ہوں —— جیسے میں
اپنی جگہ منجمد ہو گیا ہوں —— جیسے میرے جذبات ہی نہیں ہیں۔

اس نے —— اس نے میری ساری خوشیوں پر پانی پھیر دیا ہے

تابندہ —— اس نے ایسی باتیں کیوں کیں ۔

احسن دکھی سے لہجے میں بول رہا تھا اور تابندہ کے آنسو اُبل اُبل کے بہہ رہے تھے ——

اس کا دل تو صبح سے ہی بھرا ہوا تھا —— احسن کی باتوں سے اُنہیں رونے کا بہانہ مل گیا ——

گھر آ گیا ——

احسن نے گاڑی کو بریک لگادی —— اور خود بھی تابندہ کے ساتھ نیچے اُتر آیا ۔

آپ ——

تابندہ اُسے اپنے ساتھ آتے دیکھ کر رُک گئی ۔

کیوں ——

احسن آہستہ سے بولا ۔

آپ جائیے نا ——

تابندہ آہستہ سے بولی ۔

میرا دل نہیں چاہتا ——

احسن نے کہا ۔

یہ —— یہ تو زیادتی ہو گی ——

تابندہ نے اس کی طرف دیکھا ۔

کوئی زیادتی نہیں ——

احسن جلدی جلدی کمرے کی طرف بڑھ گیا ۔

تابندہ اپنے کمرے میں آ کر گم صم سی ہو گئی ۔

احسن اپنے کمرے میں جا چکا تھا ۔

اور وہ حیران پریشان ——

کچھ لمحے یونہی بیت گئے ——

اور پھر —— وہ کچھ سوچ کر آہستہ سے احسن کے کمرے میں کھلنے والے دروازے کی طرف بڑھی ۔

آہستہ سے دستک دی ۔

کون ——

احسن کی بھاری آواز گونجی ——

میں ہوں ——

تابندہ بولی ۔

آ جاؤ ——

وہ دروازہ کھول کر اندر آئی —— دیکھا احسن اُسی طرف بوٹوں سمیت پلنگ پر بیٹھا سگریٹ ہاتھ میں لئے کچھ سوچ رہا ہے ۔

تابندہ پلنگ کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی ۔

خیریت ——

احسن نے پوچھا۔

میں —— جی —— وہ —— میں دراصل یہ کہنے آئی تھی کہ —— آپ یہاں آ گئے تو راحت کو غصہ آئے گا —— اور —— وہ غصے میں کوئی ایسی بات کر بیٹھے —— جو امی جان کے لئے برداشت کے قابل نہ ہو —— میرا مطلب ہے ابھی تو آپ اُسے سمجھا سکتے ہیں —— ہو سکتا ہے وہ آپ کا کہا مان لے اور اس شادی کو فی الحال ظاہر نہ کرے —— اور —— اگر —— آپ وہاں نہ گئے تو وہ یہاں نہ آ جائے —— اور پھر ——

وہ رُکتے ہوئے —— دھڑکتے دل کے ساتھ کہہ رہی تھی۔

اور احسن اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

میرا مطلب آپ سمجھ گئے نا ——

وہ اپنی ساڑی کا پلو اپنی انگلیوں پر لپیٹتے ہوئے بولی۔

تم ہر وقت میرے بارے میں ہی سوچتی رہتی ہو —— کیوں —— کیوں ——

احسن نے اس کے کندھے پکڑ کر جھنجھوڑے ——

جی —— ؟؟

تابندہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

بتاؤ نا —— کیوں میرے بارے میں سوچتی رہتی ہو

کیوں اتنی اچھی ہو —— بتاؤ

احسن جنونی سا لگ رہا تھا ——

میں —— میں ——

تابندہ کے آنسو بہہ نکلے۔

احسن نے اسے کندھوں سے پکڑ رکھا تھا اور اس کا چہرہ اس کے سامنے

تمتمایا ہوا بھیگا بھیگا چہرہ ——

تابندہ ——

احسن نے ایک دم —— اچانک ہی بغیر سوچے سمجھے —— اُسے سینے سے لگا لیا۔

اور —— اس کی چوڑی چھاتی سے لگتے ہی تابندہ کی ہچکی بندھ گئی۔

کچھ لمحے بیت گئے۔

تو —— وہ دونوں چونکے ——

نہیں نہیں ——

تابندہ تڑپ کر علیحدہ ہو گئی۔

تابندہ ——

احسن جذباتی سا ہو رہا تھا —— آنکھیں سُرخ تھیں۔

آپ —— آپ چلے جائیے —— راحت آپ کا انتظار کر رہی ہو گی۔

مگر —— تابی ——

اس کی آنکھوں میں التجا تھی۔

اور تابندہ دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپاتے اپنے کمرے میں
چلی گئی۔ اور پلنگ پر گر کر سسکنے لگی۔

احسن نے ساری رات اسی طرح لیٹے سوچ میں گزار دی۔ اور تابندہ
نے سسک کر — تڑپ کر —

~~~~~ * ~~~~~

صبح اس کی آنکھیں انگارہ ہو رہی تھیں —

وہ صبح ہی بیگم رحمان کے کمرے میں چلی گئی —

رات کا واقعہ — احسن کے سینے سے لگنے کے بعد کتنا سکون محسوس
ہوا تھا —

مگر — مگر —

احسن اب میرا نہیں — وہ راحت کا ہو چکا ہے — اور میں
کوئی بھی نہیں — کچھ بھی نہیں —

بیگم رحمان کی طبیعت کچھ بہتر تھی —

اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر وہ چونکیں۔

کیا بات ہے بیٹی —
~~~~~

جی —— کچھ بھی نہیں ——

وہ سر جھکاتے بولی۔

تمہاری آنکھیں کیوں لال ہو رہی ہیں ——

بیگم رحمان اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولیں۔

رات نیند نہیں آئی —— اور —— اور ہم کافی دیر میں آئے تھے ——

نیند پوری نہیں ہوئی۔

اس نے بات بنا دی ——

احسن سوئے ہوئے ہیں ——

بیگم رحمان نے پوچھا۔

جی ——

مگر اگلے ہی لمحے احسن بھی کمرے میں آگیا ——

آداب امی ——

احسن کی آنکھیں بھی لال ہو رہی تھیں ——

جیتے رہو ——

بیگم رحمان پوتے کو دیکھ کر کھل اٹھیں۔

کیسی طبیعت ہے آپ کی ——

احسن ان کے پاس ہی بیٹھ گیا ——

اچھی ہوں اب تو ——

بیگم رحمان نے پیار سے اس کی طرف دیکھا۔

احسن نے تابندہ کی طرف دیکھا۔

جو سامنے بیٹھی تھی —— نظریں جھکی ہوئی تھیں۔ گالوں پر اُداس اُداس سے

لرز رہے تھے۔

پلکیں جلدی جلدی جھپکا رہی تھی۔

ناشتہ لگ گیا ——

کریمن نے اطلاع دی۔

جاؤ ناشتہ کر لو ——

بیگم رحمان دونوں سے مخاطب ہوئیں۔

یہ مجھ سے ناراض ہیں ——

احسن نے تابندہ کی طرف مسکرا کر دیکھا۔

تابندہ نے جلدی سے احسن کی طرف دیکھا۔

بیگم رحمان مسکرا دیں —— کہنے لگیں۔

میری بیٹی کو ناراض نہ کیا کرو احسن —— مجھے پتہ ہے تم نے ہی کوئی

زیادتی کی ہوگی۔

ہاں امی زیادتی تو میری تھی ——

احسن مسکرایا۔

اور تابندہ بیٹھے بیٹھے کانپ گئی۔ احسن کی مسکراتی ہوئی شریر آنکھوں کی طرف

دیکھنے کا حوصلہ نہ پڑا۔

میں تو صبح ہی سمجھ گئی تھی کہ تم دونوں میں کوئی جھگڑا ہوا ہے ۔

بیگم رحمان نے کہا۔

کیسے امی ۔۔۔

احسن کی نظریں تابندہ پر ہی جمی ہوئی تھیں ۔

دیکھتے نہیں آنکھیں کیسی لال ہو رہی ہیں ۔۔۔

بیگم رحمان نے کہا۔

ہوں ۔۔۔

احسن مسکرایا۔

اور تابندہ شرمندہ سی تھی ۔۔۔

یہ احسن کو کیا ہو گیا ۔۔۔ اور کس وقت ۔۔۔ جب وہ میرا نہیں ۔

احسن نے کیا سوچا ہے آخر ۔۔۔

سوچا ہے آخر ۔۔۔

وہ گھبراہٹ میں اٹھ کھڑی ہوئی ۔

جاؤ بھئی صلح کر لو ۔۔۔ میں سفارش کرتی ہوں بیٹی ۔۔۔

بیگم رحمان ہنسیں ۔

امی اگر انہوں نے آپ کی سفارش نہ مانی ۔۔۔

احسن بولا۔

یا نہیں ہو سکتا ۔۔۔ میری بیٹی ، میرا کہا کبھی نہیں ٹالتی ۔۔۔ ضرور

۔۔۔

گم رحمان نے پیار سے تابندہ کی طرف دیکھا ۔

یکھ لیتا ہوں ۔۔۔

سن ہنس کر بولا ۔

اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا ۔

اور تابندہ کے پاس جا کر بولا ۔

چلو ۔۔۔

تابندہ نے بے چارگی سے احسن کی طرف دیکھا ۔

جاؤ بیٹی ۔۔۔

بیگم رحمان نے کہا ۔

تو وہ بھاری قدموں سے باہر نکل آئی ۔

احسن ساتھ تھا ۔۔۔ شریر ۔۔۔ شوخ نگاہوں سے دیکھتا ہوا ۔۔۔

اور وہ ۔۔۔ گھبرائی ہوئی ۔۔۔ پریشان ۔۔۔ سہمی سہمی سی ڈائننگ ہال

ر جا رہی تھی ۔

کرسی احسن نے کھینچی اور اس کے کانپتے وجود کو کندھوں پر ہاتھ رکھ

سے کرسی پر بٹھا دیا ۔

وہ سر جھکائے بیٹھی تھی ۔

احسن اُسے دیکھ رہا تھا۔

چاہت سے — پیار سے — عقیدت سے —

تابندہ —

احسن بھاری سی آواز میں بولا۔

تابندہ نے شکوہ بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

تابندہ ساری رات سوچنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا ہے کہ

کے ساتھ شادی کر کے میں نے زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی ہے

میں اس کے ساتھ نہیں رہ سکتا — میں اُسے طلاق دے دوں گا۔

تابندہ چپ چاپ بیٹھی تھی۔

جانے کیوں تابندہ — میں جان ہی نہیں سکتا تھا کہ میں کیا چ

ہوں — مگر یہ ضرور جانتا ہوں کہ ایک ہستی ایسی ہے جو میرے د

کی تہوں میں بسی ہوئی ہے اُسے میں پہچان نہیں سکا۔ ڈھونڈھ نہیں سکا

اور رات ہی وہ ہستی لاشعور کے پردوں سے نکل کر شعور میں آبیٹھی

جانتی ہو کون ہے وہ —

احسن نے اس کا نازک سا ہاتھ تھام لیا —

جو ٹھنڈا ہو رہا تھا —

جانتی ہو کون ہے وہ —

احسن کی آواز جذبات میں بھیگی ہوئی تھی —

بندہ نے شرمیلی سی نظریں اٹھائیں۔

— وہ تم ہو تابندہ — مجھے اپنا لو — مجھے بچا لو تابندہ —

ن نے اس کا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگا لیا۔

بندہ کے دل کی دھڑکنیں تیز تھیں۔

یہ محسوس ہوا جیسے وہ لیبل جو اُس نے اپنے نام کے ساتھ لگا یا

— فالتو لڑکی — ساری عمر خانہ پُری کرنے والی —

لیبل احسن کے پیار نے اُتار پھینکا ہے —

سے بتا دیا ہے کہ —

م تابندہ ہو —

سکون ہو —

پیار ہو —

م زندگی ہو —

م کتنی اہم ہو —

تمہاری ایک شخصیت ہے —

وہ تڑپ گئی — بے چین ہو گئی —

دکھ سے نہیں — خوشی سے — بے انتہا مسرت نے اُسے بے چین

—

سن اُس کی طرف والہانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

آپ کا فون آیا ہے احسن میاں ——

کریمن بوا —— ٹیلیفون وہیں لے آئیں ——

احسن نے ریسیور ہاتھ میں لیا ——

ہیلو ——

راحت تھی ——

احسن نے تابندہ کی طرف دیکھا۔ جس کی بے چین نگاہیں اس پر

رات تم آئے نہیں ——

راحت کی آواز اتنی اونچی تھی کہ تابندہ بھی سن رہی تھی۔

ہاں —— میں رات نہیں آیا —— بلکہ یوں سمجھو کہ بس نہیں آیا۔

احسن نے تابندہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

کیوں ——

تمہاری رات کی باتیں اتنی عجیب تھیں کہ ساری رات میں سوچتا رہا

اور —— میری سوچ نے —— تمہاری باتوں کی وجہ سے یہی نتیجہ نکالا ہے

ہم دونوں کا نباہ نہیں ہو سکتا۔

احسن سخت لہجے میں بولا۔

ہوں —— پھر ——

پھر یہی کہ —— میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔

ٹھیک ہے —— تم یہاں آجاؤ —— بیٹھ کر بات کر لو۔ ٹیلیفون

نہیں ہو سکتی ——

راحت تیز لہجے میں بولی۔

ٹھیک ہے —— میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔

کہتے ہوئے احسن نے فون رکھ دیا۔

تابندہ سر جھکائے ہوئے بیٹھی تھی۔

احسن نے اس کا ٹھنڈا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور بولا۔

میں آج یہ بات ختم ہی کر دوں گا۔

تابندہ کچھ نہیں بولی —— مگر حیا اس کے چہرے پہ دائرے بنا رہی

چپ چاپ اس نے چائے کی پیالی احسن کے سامنے رکھ دی۔

نہیں میرا ساتھ دینے میں کوئی انکار تو نہیں۔

احسن مسکرا کر بولا۔

تابندہ صرف اس کی طرف دیکھ کر رہ گئی۔

کبھی کبھی انسان کتنا پاگل کتنا بے خبر ہو جاتا ہے۔ خوشیاں اس کے
پاس ہوتی ہیں اور وہ جگہ جگہ بھٹکتا پھرتا ہے۔

تابندہ کے ہونٹوں پہ حیا سے لبریز تبسم پھیل گیا ——

زیادتیاں کی ہیں تم سے بدلہ تو نہیں لو گی ——

شریر اور شوخ سی آواز میں احسن نے کہا۔

بتاؤ نا ——

احسن مچل گیا ——

کیا ——

بدلہ تو نہیں لو گی ——

میں کیا بدلہ لے سکتی ہوں ——

تابندہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

لے تو رہی ہو ——

احسن ہنسا۔

کیسے ——

وہ نظریں چرائے بولی۔

بات ہی نہیں کر رہی ہو مجھ سے ——

کیا بات کروں ——

وہ آہستہ سے ہنسی ——

کوئی بات —— کچھ اپنی بھی تو کہو ——

کیا کہوں ——

یہی کہ —— تم نے کبھی میرے بارے میں سوچا۔

وہ خاموش ہوگئی ——

بتاؤ نا ——

وہ آہستہ سے ہنس دی۔

اچھا یہ بتاؤ —— کل تم اداس کیوں تھیں۔

میں خوش کب رہی ہوں ——

کہتے ہوئے وہ اداس ہوگئی۔

وہ تو ٹھیک ہے مگر —— کل بہت زیادہ رونی صورت بنی تھی۔

احسن نے اسے چھیڑا۔

یونہی ——

پھر بھی ——

یہ خیال آ رہا تھا کہ اب اس گھر میں بھی میری ضرورت نہیں رہے گی۔

تابندہ آہستہ سے بولی۔

اور کچھ نہیں ——

احسن مسکرایا۔

اول ہوں ——

تابندہ نے سر ہلا دیا۔

قسم کھاؤ ——

کیوں ——

میں جانتا ہوں ——

کیا —

تمہیں بھی میں اچھا لگتا ہوں —

اُس نے آنکھ میچ کر کہا۔

اور تابندہ نے شرما کر گردن جھکالی۔

اچھا اب میں چلوں۔ میرے لئے دعا کرنا۔

احسن اٹھ کر بولا۔

کیا دعا کروں —

تابندہ مسکرا کر بولی۔

یہی کہ راحت سے چھٹکارا ہو جائے۔

تابندہ نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا اور کمرے کی طرف چلی گئی۔

احسن نے جلدی جلدی کپڑے بدلے۔ اور تابندہ کے گال کو انگلی سے چھوتے ہوئے بولا۔

میں چلا —

واپسی کب ہو گی —

تابندہ شرمائی شرمائی سی بڑی پیاری لگ رہی تھی۔ کریم رنگ کے کرتے شلوار میں وہ کلی سی لگ رہی تھی۔

بس جلدی —

احسن نے کہا۔ اور مسکراتا ہنستا شوخی انڈیلتا ہوا باہر نکل گیا۔



جونہی اُس نے راحت کے کمرے میں قدم رکھا —

دیکھا —

راحت اوندھے منہ لیٹی ہے —

وہ چُپ چاپ کرسی پر بیٹھ گیا —

راحت نے اُس کی طرف دیکھا۔ مگر اُسی طرح لیٹی رہی۔

راحت —

احسن کی آواز محبت اور خلوص سے خالی تھی۔

راحت اٹھ کر بیٹھ گئی۔

میں آگیا ہوں — تم جو فیصلہ چاہو کر ڈالو —

احسن اس کی طرف دیکھے بغیر بولا۔

راحت خاموش رہی —— مگر اس کی نظریں احسن کے چہرے پر جمی
ہوئی تھیں۔

جلدی کرو —— مجھے بہت کام ہے۔

احسن نے کہا۔

پوچھ سکتی ہوں کہ رات میں یہ تبدیلی کیسے آگئی۔

راحت تیز لہجے میں بولی۔

کل تم نے باتیں ہی ایسی کیں تھیں۔

احسن بولا۔

کیسی باتیں ——

راحت چمک کر بولی۔

وہی —— یاد کرو —— میں نے کتنے ارمانوں —— کتنے شوق سے
اور کن کن مرحلوں سے گزر کر تم سے شادی کی —— اور تم نے شادی
کو ایک دن بھی گزرنے نہیں دیا —— اور ایسی باتیں شروع کر دیں۔

احسن غصے سے بولا۔

یہی تو میں پوچھتی ہوں کہ کونسی ایسی بات میں نے کی ہے جو اتنی
ناگوار گزری ہے اور تم مجھ سے رشتہ توڑنے پر آمادہ ہو گئے ہو۔

راحت کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

تم نے امی جان کے لئے جو کچھ کہا۔ یعنی انہیں اس شادی کا پتہ چلنا چاہئے

رے کیا مطلب تھا تمہارا ——

احسن نے پوچھا۔

مطلب یہ تھا کہ کب تک میں اور تم چھپ چھپ کر ملتے رہیں گے آخر میں
تمہاری بیوی ہوں میں نے تم سے اسی لئے شادی کی ہے کہ ہم دونوں اکٹھے
رہیں —— یہ کوئی زندگی ہے کہ ہم چوروں کی طرح ملیں۔

راحت سگریٹ سلگاتے ہوئے بولی۔

یہ ٹھیک ہے مگر میں نے تمہیں بتایا ہے کہ امی جان بیمار ہیں۔ وہ تمہارے
ساتھ میری شادی برداشت نہیں کر سکتیں۔ اس لئے کہ وہ ایک مرتبہ انکار
کر چکی ہیں۔ اور میں انہیں اس بیماری میں کوئی دکھ نہیں پہنچانا چاہتا۔

راحت سگریٹ کے نکلتے دھوئیں کی طرف دیکھ رہی تھی۔ کہنے لگی۔

ٹھیک —— اور کیا بات ہے ——

تم نے کہا تھا کہ میں تابندہ کو گھر سے نکال دوں۔

احسن نے کہا۔

ہاں پھر ——

راحت تیزی سے بولی۔

میں اسے گھر سے نہیں نکال سکتا ——

کیوں ؟ ——

بس —— اس نے میرے لئے اپنی زندگی تباہ کر ڈالی ہے اور میں اپنا

مطلب پورا کرنے کے بعد اُسے چلتا کر دوں —— میں اتنا احسان فراموش
نہیں ——

اور کوئی بات ——

راحت اطمینان سے بولی۔

تمہاری باتیں مجھے بڑی عجیب لگیں۔ مجھے تم سے ہرگز توقع نہیں تھی کہ تم
ایسی باتیں سوچو گی —— اور اسی لئے میں رات آیا نہیں۔ میں نے ساری رات
جاگ کر گذاری ہے۔ اور یہی فیصلہ کیا ہے کہ میرے اور تمہارے خیالات
کبھی نہیں مل سکیں گے۔ ہم دونوں کے لئے یہی بہتر ہے کہ ہم ایک دوسرے کو
بھول جائیں۔ اور ہر رشتہ جو ہم نے جوڑا ہے، ختم کر دیں۔

احسن نے کہا۔

راحت نے اس کی طرف دیکھا —— اُٹھ کر اس کے قریب آئی۔

کچھ لمحے یونہی گزر گئے۔

پھر راحت نے اپنی بانہیں احسن کے گلے میں ڈال دیں۔ اور بولی۔

مجھے تمہاری ساری باتیں منظور ہیں۔ اس لئے کہ مجھے تم سے محبت ہے
اور میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔

احسن چاہتے ہوئے بھی کچھ نہ بول سکا۔

خاموش اس کے چہرے کو تک رہا تھا ——

راحت کی آنکھوں میں آنسو تھے —— اور وہ کہہ رہی تھی۔

گذشتہ رات میں نے گویا انگاروں پر لوٹتے گذاری ہے ——
ہر دفعہ تمہارے گھر فون کیا مگر کوئی بولا ہی نہیں۔

یہ ظلم نہیں تو کیا ہے —— جو تم نے میرے ساتھ کیا ہے —— میری
ادی کی رات —— اور تم غائب ہو گئے ——

آج میں تمہیں کہیں نہیں جانے دوں گی ——

وہ اس سے لپٹ گئی ——

احسن حیران تھا کہ کیا کرے۔

اور یوں ——

اس کے لب سل گئے ——

راحت اپنے پیار کی گرمی اس پر نچھاور کر رہی تھی ——

راحت نے ایسی باتیں کیں۔

اس طرح اُسے منایا۔

اس طرح ساتھ رہنے کا وعدہ کیا۔

کہ احسن سب کچھ بھول گیا ——

راحت نے اُسے سب کچھ یاد دلایا۔

کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں —— انہوں نے ساتھ
جینے اور ساتھ مرنے کی قسمیں کھائی ہیں۔

احسن خاموش بیٹھا تھا —— دماغ ساتھ نہ دے رہا تھا ——

احسن ——

راحت اس کا ہاتھ آنکھوں سے لگاتے ہوئے بولی۔

بول ——

تم جو چاہتے ہو ویسا ہی ہوگا —— تم کہو گے تو میں ساری عمر یونہی چھپ کر ملتی رہوں گی —— میں غلطی پر تھی —— واقعی اس بیماری میں تمہیں اپنی دادی کو کوئی ایسا صدمہ نہیں پہنچانا چاہیئے —— وہ بے چاری آخر کتنے دن جئیں گی۔

راحت ——

احسن پھر غصے میں آگیا۔

کیوں ——

ایسی باتیں نہ کرو —— خدا کرے اُن کا سایہ ہمیشہ میرے سر پر رہے میرا اور ہے کون ——

احسن بے چین سا ہو گیا ——

احسن ——

راحت اُسے غور سے دیکھتے ہوئے بولی۔

کیا ہے —— ؟

احسن نے اُس کی طرف بے زاری سے دیکھا۔

ایک بات تو بتاؤ —— تم اتنے بدل کیسے گئے ہو —— تمہارے ...

ہی نہیں جو پہلے تھے —— پہلے تم دادی اماں سے بے زار نظر آتے تھے بات ہی اور ہے ——

کبھی بھی اُن سے بے زار نہیں رہا —— وہ مجھ پر سختی کرتی تھیں اور اٹھاتھا —— ورنہ اور کیا بات ہوگی۔ مجھے تو اب احساس ہوا ہے سے کتنا پیار کرتی ہیں۔ اور یہ اُن کا پیار ہی تو تھا کہ وہ مجھ پر ئی ہیں۔

ن تیز لہجے میں بولا۔

یں نے تمہاری شرط مان لی —— اب صُلح ——

ت ہنسی۔

ن خاموش بیٹھا رہا ——

ئی مان جاؤ —— اور ہاں میں تمہاری چہیتی تابندہ کو بھی نہیں گی —— بس ——

احت اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

ن نے بے چارگی سے اس کی طرف دیکھا۔

ور پھر ——

ن بھی بھول گیا کہ وہ کسی حرماں نصیب کے زندہ رہنے کا جواز پیدا یا ہے۔

راحت نے اُسے جکڑ لیا اور وہ بھی مسکرا دیا ——



سورج ڈھل رہا تھا ——

اور تابندہ کو انتظار مایوسی بن کر بے چین کئے جا رہا تھا۔

سورج ڈوبا —— تو اُسے لگا جیسے اس کا دل بھی ڈوب گیا ہو

اور وہ سوچنے لگی —— میں حرماں نصیب —— میں بھاگوں جلی —— بھلا کیا

لگا بیٹھی ہوں ——

میں اور خوشیاں —— تابندہ اور بہار —— مجھے منزل مل جائے

کبھی ایسا ہو سکتا ہے ——

نہیں ——

اور پھر وہ —— سوچوں میں اُلجھی —— دھول سے اَٹا ہوا مقدر۔

غبار آلود ماضی —— دم گھٹتا ہوا حال —— اور وسوسوں سے گھرا ہوا مستقبل

تی اپنے کمرے میں آگئی ——

لے آسمانی کپڑے جو اُس نے دھڑکنوں کے انبار لئے پہنے تھے —— جیسے

زہ ہزار ہے تھے ——

آئینہ دیکھا —— کھلا ہوا چہرہ اب اُداسیوں نے ڈیرہ جما لیا تھا۔

شام گزری —— رات آگئی ——

وہ نگیم جہان کے کمرے میں گئی —— وہاں بھی دل نہ لگا۔ اِدھر اُدھر کی

کر کے واپس اپنے کمرے میں آگئی —— کچھ دیر یونہی برآمدے میں ٹہلتی

آنکھوں میں جیسے سوئیاں سی چبھ رہی تھیں ——

ات اس نے کھانا بھی نہیں کھایا۔ اور اپنے کمرے میں آکر لیٹ گئی۔

کبھی دل کہتا ——

ابھی احسن آئے گا ——

اور اسے پیار سے جگا کر کہے گا —— میرا انتظار بھی نہیں کیا ——

کان احسن کے پاؤں کی آہٹ سننے کے لئے بے تاب تھے۔

دل کی دھڑکنیں بے قابو ہوئی جاتی تھیں ——

مگر —— وہم ——

اس کی بدنصیبی —— بے چینی ——

تب اس کا دل یہی کہتا ——

احسن آیا نہیں — ضرور اُن دونوں میں صُلح ہوگئی ہے۔

دل کا چور کہتا —

بھولو مت — یہ سب راحت اور احسن کی محبت ک

صدقے تجھے ملا...۔

اگر وہ دونوں ایک ہوگئے ہیں تو اچھا ہوا — تو بڑی خود غرض

ہوگئی ہے — دونوں کی لڑائی ہوئی — تو تُو نے احسن کو اپنا سمجھ

یہ کیوں بھول گئی ہو کہ وہ دونوں اتنی محبت کرتے ہیں کہ انہوں نے

ایک دوسرے کو حاصل کرنے کے لئے کیا کیا پاپڑ بیلے —

بس بھی تو — میں بھی تو احسن سے —

وہ اتنا ہی سوچ کر ڈر گئی —

میں اگر احسن سے محبت کرتی بھی ہوں تو — میرا کوئی حق نہیں

احسن کو حاصل کرنا چاہوں —

میں تو کچھ بھی نہیں —

اور پھر اُسے احسن کی صبح والی گفتگو — پیار — والہانہ نظر

یاد آگئیں۔

احسن مجھ سے محبت کرتا ہے — ہاں — وہ کہہ رہا تھا کہ تم میر

لاشعور میں بسی ہوئی تھیں — وہ مجھے پہچان نہیں رہا تھا۔

اور اب — اس نے مجھے پہچان لیا ہے — میں اس

ل — میں اس کا پیار ہوں — ہاں ہاں وہ مجھے چاہتا

ہاں —

ہی سوچتے رات کے بارہ بج گئے —

ڈ پھر —

تھوڑی ہی دیر میں احسن آگیا — ایک نظر سوئی ہوئی تابندہ کی طرف

— اور اپنے کمرے میں جا کر دروازہ بند کر لیا۔

انہیں اتنی ہمت ہی کہاں تھی کہ وہ جا کر دریافت کرتی —

سوچ کر ہی رہ گئی۔

ساری رات جاگتی رہی — لیکن اٹھنے کا حوصلہ کہاں سے لاتی —

کمرے کی بتی بجھ گئی اور وہ بے چینیوں کو تھپکنے لگی۔

صبح وہ بیگم رحمان کے کمرے میں تھی۔

آنکھوں میں کرب تیر رہا تھا۔ چہرے پر اداسی کی لکیریں تھیں۔

بیگم رحمان کی طبعیت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔

دل کی بے چینیوں کو چھپائے وہ بیگم رحمان کا بلڈ پریشر چیک کر رہ

آنکھوں میں جیسے کرچیاں چبھ رہی تھیں۔

محبت اور پیار ملنا تو دوسری بات تھی ——— اس وقت تو اسے ا

تذلیل پر رونا آ رہا تھا۔

ابھی احسن سے بات نہیں ہوئی تھی۔

ایک امید بھی تھی ——— شاید ابھی احسن اُسے بلائے گا ——— ک

کل وہ راحت سے چھٹکارا حاصل کرنے میں لگا رہا ہے ——— شاید

وہ سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔

ہوا ہے بیٹی ———

بیگم رحمان نے پوچھا۔

جی۔ کیا ———

وہ بھول ہی گئی ———

تم نے بلڈ پریشر چیک کیا ہے نا ———

بیگم رحمان بولیں۔

جی۔ ہاں ——— کوئی تشویش ناک بات نہیں ہے۔

وہ آہستہ سے بولی۔

تم پریشان لگ رہی ہو ———

نہیں تو ———

وہ مسکرائی ———

بیگم رحمان مطمئن ہو گئیں۔ کہنے لگیں۔

احسن اُٹھے نہیں ابھی ———

جی نہیں ———

تابندہ نے جواب دیا۔

رات دیر سے سویا ہے کیا ———

بیگم رحمان نے کہا۔

جی ہاں — کچھ دیر ہی ہوگئی تھی ۔

وہ بیگم رحمان کے سامنے سے ہٹ گئی ۔

ناشتہ کیا تم نے —

بیگم رحمان بولیں ۔

جی — ابھی تو نہیں کیا —

وہ کھڑکی سے پردہ سرکاتے ہوئے بولی ۔

احسن نہیں اٹھا ابھی —

کریمن کو اندر آتے دیکھ کر بیگم رحمان نے کہا ۔

وہ تو چلے گئے —

کریمن بولی ۔

چلے گئے — ناشتہ کئے بغیر —

بیگم رحمان حیرت سے بولیں ۔

ناشتہ کرلیا ہے انہوں نے — بس کھڑے کھڑے چائے پی ہے — میں نے پوچھا بھی کہ دلہن کو بلالاؤں — کہنے لگے میں ذرا جلدی میں ہوں —

کریمن کی آواز تابندہ کے لئے ایک ایسا طوفان تھی جو سب کچھ اپنے لپیٹ میں لئے جارہا تھا ۔

اس کی تمنائیں —

اس کا دل —

اس کا دماغ —

اور وہ یوں کھڑی تھی —

جیسے منجمد ہوگئی ہو —

تابندہ —

بیگم رحمان بولیں ۔

خیریت ہے نا —

انہوں نے پوچھا ۔

جی ہاں — وہ رات کہہ رہے تھے انہوں نے کسی پارٹی کو ٹائم دے رکھا ہے — دیر ہوگئی ہے نا اسی لئے چلے گئے ۔

تابندہ جلدی سے بولی ۔

اچھا —

بیگم رحمان کو تسلی ہوگئی ۔

مگر خود اس کا دل ڈوب رہا تھا —

بیگم رحمان کی کوئی ملنے والی آگئی اور وہ ناشتہ کرنے کا کہہ کر باہر نکل آئی —

مگر دل کچھ نہ چاہ رہا تھا — چائے کی پیالی سامنے رکھی ٹھنڈی ہورہی تھی ۔

اور وہ گم صم بیٹھی تھی ——

وہ یونہی خاموش بیٹھی تھی ۔

کہ نازو آگئی ۔

وہ نہ آتی تو شاید اس کا دماغ پھٹ جاتا ——

کہاں غائب ہو ——

نازو وہیں کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی ——

چلو کمرے میں چلتے ہیں ۔

تابندہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی ۔

تمہارا ہاتھ کیوں اتنا ٹھنڈا ہو رہا ہے ۔

نازو اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولی ۔

کمرے میں چلو ——

چلو ——

دونوں کمرے میں آئیں ۔ نازو بار بار اس کے اترے ہوئے چہرے کی طرف غور سے دیکھتی ۔

کیا بات ہے —— ؟

نازو فکر مند سی ہوگئی ۔ کیونکہ آج تک اس نے تابندہ کے چہرے پر ایسی حیران نصیبی نہیں دیکھی تھی ۔

جواب میں تابندہ کی آنکھیں بھر آئیں ۔

کیا ہوا ——

نازو اٹھ کر اس کے قریب بیٹھ گئی ۔

اور پھر ——

درد قطرہ قطرہ ہو کر اس کی زبان سے ٹپکنے لگا ۔

اس نے احسن کی محبت سے لے کر اپنی ذلت تک سب کچھ نازو کو سنا دیا ۔

ہوں ——

نازو کا دل تابندہ کی بے بسی پر تڑپ گیا ۔

کہنے لگی ۔

تم سے اس کی بات ہوئی ——

نہیں ——

مگر ہو سکتا ہے وہ راحت سے چھٹکارا پانے کے لئے بھاگ دوڑ کر رہا ہو ——

نازو بولی ۔

ایسا نہیں ہے ——

تابندہ نے کہا ۔

کیوں ——

اس لئے کہ وہ میرے سامنے اس سے نہیں آ رہا کہ مجھ سے شرمندہ

ہے ـــ راحت سے اس کی صُلح ہو چکی ہے ـــ اور اب وہ حیران ہے کہ کیا کرے ـــ اُس کی صلح ہو یا لڑائی مجھے کوئی سروکار نہیں ـــ مجھے غم ہے، تو اس بات کا نازو کہ مجھے اس نے کیا سمجھا ہے ـــ کھلونا ـــ

تابندہ بول رہی تھی۔

اور نازو اس کا منہ تک رہی تھی ۔ ۔ باتیں اس کی سچی تھیں۔ تابندہ نے آنکھوں کے گوشے صاف کئے ۔ اور کہنے لگی۔

ٹھیک ہے میں نے اُس سے نمائشی شادی کی ہے ۔ اور مجھ جیسی لڑکیاں اچھی نہیں سمجھی جاتیں ـــ مگر وہ جانتا ہے کہ مجھے اس کی دولت کا کوئی لالچ نہیں ـــ میں نصیبوں جلی تو سر چھپانے کا آسرا تلاش کر رہی تھی ـــ اور اپنی عزت بچانے کے لئے ہی میں نے یہ سب کچھ کیا۔

مگر احسن نے تو حد کر دی ـــ اُس نے مجھے بالکل ہی گرا پڑا سمجھ لیا ـــ میرے ساتھ الٹی سیدھی باتیں کر کے ـــ میرے جذبات سے کھیل کر اُسے کیا مل جائے گا ـــ مجھے اُس نے کتنا ذلیل کیا ہے نازو ـــ

تابندہ کی آواز بھرا گئی۔

تابی ـــ میری بات سنو ـــ رونے دھونے سے کچھ نہیں ہو گا۔

نازو نے کہا۔

تابندہ نے سرخ انگارہ سی نگاہیں اٹھائیں۔

دیکھو ـــ تم کوئی گری پڑی نہیں ہو ـــ دو ایک دن دیکھو۔ بات کیا ہے ـــ اور پھر اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ احسن نے راحت سے صُلح کر لی ہے۔ تو کوئی ضرورت نہیں یہاں رہنے کی ـــ فوراً میرے پاس چلی آؤ ـــ پھر دیکھوں گی احسن صاحب کو ـــ مسئلے بنتے ہیں تو بننے دو ـــ کوئی پروا نہ کرنا ـــ کچھ بھی کہے ـــ ماننا نہیں بھاڑ میں جائے سب کچھ ـــ ایسا بھی کیا ـــ

نازو کو غصہ آگیا ـــ

اور تابندہ نے تڑپ کر اس کی طرف دیکھا۔

نازو ـــ

میرے لئے اتنی ہمدردی رکھتی ہے ـــ

اتنا پیار کرتی ہے مجھ سے ـــ

وہ اُٹھ کر نازو سے لپٹ گئی۔

کہنے لگی۔

تم نے ـــ تم نے میرا حوصلہ بڑھا دیا نازو ـــ میں بالکل یہاں نہیں رہوں گی ۔ میں فوراً تمہارے پاس آ جاؤں گی ـــ یقین کرو نازو۔ تمہارے اس چھوٹے سے کمرے میں بڑا سکون ہے۔ اور ـــ یہ ـــ یہ

آسائش آرام سب کچھ مجھے دکھتا ہے ــــ یہاں بالکل سکون نہیں ہے
صرف بے چینی ــ کرب اور بے بسی ہے یہاں ــ مجھے یہاں سے
لے چلو ــــ

ہاں ہاں بالکل بیٹے احسن کی نوکری کی بھی پروا نہیں۔ ہم دونوں
یہ شہر ہی چھوڑ دیں گے ــــ کہیں اور رہیں گے۔ کام کریں گے اور
یونہی زندگی گزار دیں گے۔

نازو اُس کے بالوں پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔

تو ــــ میں چلوں ــــ

تابندہ اٹھ کر بولی۔

ضرور چلو ــــ

وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی ــــ

عین اسی لمحے کریمن دوڑتی ہوئی آئی۔

بہو بیگم ــ بہو بیگم ــــ

کریمن کا رنگ اُڑا ہوا تھا۔

کیا ہوا ــــ

تابندہ گھبرا گئی۔

بیگم صاحبہ کی طبیعت بہت خراب ہوگئی ہے۔ گھبراہٹ
میں سر ادھر اُدھر پٹک رہی ہیں۔

تابندہ اور نازو دونوں ہی بیگم رحمان کے کمرے کی طرف
بھاگیں۔

بیگم رحمان تڑپ رہی تھیں۔

کیا ہوا امی ــــ

تابندہ اُن پر جھک گئی۔

میرا آخری وقت آگیا ہے دُلھن ــــ

بیگم رحمان بے چینی سے بولیں۔

خدا نہ کرے ــ نازو تم یہاں ٹھہرو ــــ میں ڈاکٹر کو فون
کرتی ہوں ــــ

تابندہ دوڑی ــ

اور پھر تھوڑی ہی دیر میں ڈاکٹر آگیا ــــ

معائنے کے بعد اس نے بتایا کہ ایک دم بلڈ پریشر ہائی ہوگیا ہے۔

ڈاکٹر دوبارہ آنے کا کہہ کر چلا گیا ــــ

اور تابندہ تو بیگم رحمان کی پٹی سے لگ گئی ــــ اس کا اپنا رنگ
فق ہوگیا ــــ

بیگم رحمان نے اُسے بے پناہ پیار دیا تھا ــ اور ــ اتنی پیاری
ہستی ــ اتنا مشفق سایہ ــ اُسے جاتا نظر آرہا تھا۔

میری بچی ــــ

بیگم رحمان اس کے چہرے کی طرف دیکھے جا رہی تھیں۔

حوصلہ کیجئے امی —— آپ اچھی ہو جائیں گی ——

تابندہ روہانسی ہو رہی تھی —— ضبط کرنے سے چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

بہو بیگم ذرا باہر آئیے۔

کریمن بولی۔

تابندہ جلدی سے اٹھ کر باہر گئی۔ نازو بیگم رحمان کا ہاتھ پکڑے بیٹھی تھی۔

کیا ہے ——؟

تابندہ آنسو پونچھتے ہوئی بولی۔

وہ جو آئی تھیں نا —— بیگم شیرازی ——

کریمن رازدارانہ لہجے میں بولی۔

ہاں ——

اس نے کوئی بات بڑی بیگم کو سنائی۔ بس اسی وقت طبیعت بگڑ گئی —— اچھی بھلی اُن کے ساتھ باتیں کر رہی تھیں —— میں سنتی ہوں اُدھر پہنچا —— کچھ پتہ نہیں پڑا —— بس اُن کی بات سن کر ہی طبیعت بگڑی ہے —— ضبط کئے بیٹھی رہیں۔ اُن کے نکلنے کی دیر ہے۔ اور بیگم صاحبہ تڑپنے لگیں۔

کریمن بولی۔

معلوم نہیں کیا بات سنائی ہے اُنہوں نے ——

تابندہ کا دل زور سے دھڑکا۔

معلوم نہیں —— مگر بات احسن میاں کی تھی۔

کریمن بولی۔

اچھا ——

تابندہ کا رنگ اُڑ گیا ——

جی ——

اچھا تم یہ دوائیں منگواؤ میں امی کے پاس ہوں۔

تابندہ کریمن کو نسخہ دے کر اندر آ گئی۔

بیگم رحمان اُس کا چہرہ تکے جا رہی تھیں۔

رنگ سرخ ہو رہا تھا

اور سر کو بار بار اِدھر اُدھر ہلاتیں۔

میرے خیال میں احسن کو خبر کر دینی چاہیئے۔

نازو آہستہ سے بولی۔

جانے کہاں ہوں گے ——

تابندہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

میں دفتر فون کرتی ہوں ——

نازو اُٹھتے ہوئے بولی۔

کہاں جا رہی ہو بیٹی ——

بیگم رحمان نازو کو اٹھتا ہوا دیکھ کر بولیں۔

احسن صاحب کو فون کروں ——

نازو نے کہا۔

کوئی ضرورت نہیں، فون کرنے کی اُسے ——

بیگم رحمان بھرائی ہوئی آواز میں بولیں۔

تابندہ نے چونک کر دیکھا ——

نازو بھی حیران سی ہوگئی۔ کہنے لگی۔

کیوں امی جان ——

اُسے اطلاع نہ دینا —— میں مر بھی جاؤں تو وہ میرے پلنگ کو ہاتھ نہ لگائے —— اُس نے مجھے بڑا دکھ دیا ہے —— اُس نے مجھ بڑھیا کے ساتھ دھوکا کیا ہے —— میں اُس کی صورت نہیں دیکھنا چاہتی ——

بیگم رحمان رو دیں۔

اور تابندہ توسن سی ہوگئی۔ یوں لگتا تھا جیسے رگوں میں دوڑتا ہوا خون منجمد ہوگیا ہو۔

ابھی بیگم رحمان اُسے بھی —— آوارہ بدچلن —— دھوکے باز اور

کیا کیا کہیں گی —— کیا سوچیں گی میرے بارے میں —— کہ میں ذلیل ہوں ——

اُس نے تڑپ کر نازو کی طرف دیکھا۔

مگر امی آپ کیوں ناراض ہیں اُس سے ——

نازو بھی بے چین ہوگئی۔ مگر وہ پوچھنا ضرور چاہتی تھی۔

کیا نہیں ہوا بیٹی ——

اُس نے مجھے کہیں کا نہیں رکھا —— اُس نے اس ناچنے والی سے شادی کرلی ہے۔

تابندہ صبر ضبط کی تصویر بنی سُن رہی تھی۔

آپ کو کس نے کہا۔

نازو نے پوچھا۔

بیگم شیرازی آئیں تھیں ابھی —— بیگم شیرازی کو راحت نے بھیجا تھا مجھے بتانے کہ وہ مجھے شکست دینے میں کامیاب ہوگئی ہے۔ اُس نے احسن سے شادی کرلی ہے۔

یہ —— یہ جھوٹ ہے ——

نازو بولی۔

جھوٹ نہیں، سچ ہے —— بیگم شیرازی اس کلب کی مالک ہیں جہاں وہ راحت ناچتی ہے —— مجھے پہلے بھی بیگم شیرازی نے ہی

بتایا تھا کہ احسن میاں وہاں جاتے ہیں

بیگم رحمان بمشکل اپنے حواس درست کرتے ہوئے بول رہی تھیں

تابندہ کے آنسو بہہ رہے تھے۔

بیٹی ——

بیگم رحمان اُس کے چہرے کی طرف دیکھ کر بولیں۔

مجھے تم سے یہ اُمید نہ تھی ——

امی ——

تابندہ تڑپ گئی —— ہچکیوں کے درمیان بولی۔

مجھے —— معاف کر دیجئے —— میں بہت بدنصیب ہوں امی۔
میں نے آپ کے ساتھ —— آپ جیسی مشفق ہستی کے ساتھ دھوکا کیا۔

آؤ میرے سینے سے لگ جاؤ دلھن —— وہ تم جیسی بیوی کے ہوتے
ہوئے دوسری شادی کر بیٹھا —— میں نے اُسے راحت سے بچانے
کے لئے ہی اس کی شادی کی تھی —— اور اُس نے تمہاری بھی قدر
نہیں کی —— مجھے تم سے یہی شکایت ہے کہ تمہیں علم تھا کہ وہ کلب
جاتا ہے —— اُس ذلیل عورت سے ملتا ہے —— اور تم نے مجھے
نہیں بتایا۔

بیگم رحمان بول رہی تھیں۔

اور تابندہ کی سمجھ میں ساری بات آگئی —— انہیں صرف یہ پتہ چلا

اُس نے شادی کر لی ہے۔

امی —— خدا کے لئے آپ زیادہ باتیں نہ کیجئے —— آپ کو آرام
ضرورت ہے۔

تابندہ اُن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے بولی۔

مگر انہیں تو بالکل چین نہیں تھا —— کہنے لگیں۔

مجھے باتیں کرنے دو —— میرا آخری وقت آگیا ہے —— اب نہیں
بچوں گی —— مگر —— میری بیٹی —— تمہیں اس خاندان کی لاج سنبھالنی
ہے —— اس گھر کی تم مالک ہو —— تم اُسے اس گھر میں نہ آنے دینا۔
تمہیں میری جگہ سنبھالنی ہے بیٹی —— مجھ سے وعدہ کرو —— مجھ
سے وعدہ کرو کہ اس خاندان کا نام زندہ رکھو گی ——

بیگم رحمان تیز تیز سانسوں کے درمیان بولیں۔

امی جان ——

تابندہ روتے ہوئے اُن کے پاؤں پر گر پڑی۔

رونے سے اُس کے سارے وجود کو جھٹکے لگ رہے تھے۔

نازو ڈاکٹر کو فون کرنے دوڑی۔

سارے گھر کے نوکر چاکر اکٹھے ہو گئے —— سب کے ہاتھ پھیلے
ہوئے تھے۔

نازو نے دفتر بار بار فون کیا۔ لیکن احسن کا کچھ پتہ نہ تھا۔

اور پھر —— شام ہوگئی ۔

ڈاکٹر سرہانے کھڑا تھا ۔

لیکن بیگم رحمان کی طبیعت بگڑتی چلی گئی ۔

جب بھی آنکھ کھلتی تابندہ کی طرف دیکھتیں ۔

اور پھر ——

شام کے چھ بجے وہ تابندہ کی گود میں سر رکھے ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئیں ۔

تابندہ کی آنکھیں انگارہ سی ہوگئیں ۔

وہ یونہی بیٹھی تھی ۔

نازو کی ہچکی بندھ گئی —— سارے نوکر اپنی عظیم مالکن کی موت پر تڑپ رہے تھے ۔

کریمن نے ڈرائیور بھیج کر بیگم رحمان کے ملنے والوں کو اطلاع بھجوائی اور پھر بہت سے لوگ آگئے ۔

مگر احسن کا کچھ پتہ نہ چلا ۔

احسن کا انتظار کرتے ہوئے رات کے بارہ بج گئے ۔

بارہ بجے کے قریب وہ واپس آیا ۔

کوٹھی میں بہت سی کاریں اور لوگ دیکھ کر اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا ماجرہ ہے ۔

مگر چوکیدار نے اُسے دیکھ لیا ۔

کیا بات ہے ——؟

اُس نے چوکیدار سے پوچھا ۔

جواب میں چوکیدار رو دیا ۔

کیا ہوا ——

احسن گھبرا کر بولا ۔

حضور بڑی بیگم اللہ کو پیاری ہوگئیں ۔

چوکیدار روتے ہوئے بولا ۔

اور پھر احسن کو یوں لگا جیسے قیامت آگئی ۔

وہ پاگلوں کی طرح امی امی کہتا ہوا اندر دوڑا ۔

تابندہ سرہانے بیٹھی قرآن مجید پڑھ رہی تھی ۔

میری امی —— احسن چیخ کر اُن پر گرا ۔

بہت انتظار کیا احسن میاں —— اب جنازہ اُٹھواؤ ۔

کسی نے آواز دی ۔

اور احسن بے ہوش ہوگیا ——

بیگم رحمان کے انتقال کو دوسرا دن تھا۔

احسن کا رنگ پیلا ہو رہا تھا —— اور جب نازو نے ساری بات اُسے سنائی تو وہ تڑپ تڑپ گیا —— اس کا جی چاہا۔ راحت کو گولی مار دے جاکر ——

تابندہ کو یہاں بھی ایک کردار ادا کرنا پڑ رہا تھا ——

تمام ملنے والے اسی سے تعزیت کرتے ——

جب سے بیگم رحمان کا انتقال ہوا تھا۔ اس کی احسن سے ایک بات بھی نہ ہوئی تھی۔

وہ تو اس قدر مصروف تھی —— ختم دلانا اور کبھی قرآن خوانی کروانا —— اور کبھی تعزیت کرنے والوں کے پاس بیٹھتی۔

احسن بھی موجود ہوتا ——

لیکن اس نے ایک بار بھی احسن کی طرف نہ دیکھا۔

نازو بھی یہیں تھی ——

گھر میں ابھی کافی لوگ تھے ——

نازو اس کے پاس آئی اور کہنے لگی۔

احسن کو بہت تیز بخار ہے ——

تو ڈاکٹر کو بلواؤ ——

تابندہ فکر مند سی ہو گئی۔

تم اس کے پاس جاؤ —— میں ڈاکٹر کو فون کرتی ہوں ——

میں نہیں جاتی ——

تابندہ نے کہا۔

جا بھی ——

نازو نے کہا۔

اور پھر وہ —— احسن کے کمرے کی طرف چلی گئی۔

کیسی طبیعت ہے آپ کی ——

وہ نظریں جھکائے بولی۔

سینہ جل رہا ہے ——

احسن نے سرخ سرخ آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔

نازو ڈاکٹر کو فون کرنے گئی ہے ——

تابندہ کھڑکی سے باہر دیکھتی ہوئی بولی ۔

بیٹھو ——

احسن آہستہ سے بولا ۔

وہ چپ چاپ کرسی پر بیٹھ گئی ۔

کیا ہو گیا تابندہ ——

احسن بھرائی ہوئی آواز میں بولا ۔

وہ خاموش رہی —— آنکھوں کے گوشے بھیگ گئے ۔

میں کتنا بدنصیب ہوں تابندہ —— میری نالائقی نے اُن کی جان لے لی —— تم —— تم تو پاس تھیں اُنہوں نے میرے لئے جانے کیا کیا کہا ہوگا بتاؤ مجھے ——

احسن بے تاب سا ہو کر اٹھ بیٹھا ۔

وہ آپ کو یاد کر رہی تھیں ——

تابندہ نے اُس کی ڈھارس بندھانا چاہی ۔

نہیں نہیں یہ جھوٹ ہے —— میں اُن کی عادت جانتا ہوں —— انہوں نے کہا ہوگا کہ میں نے خاندان کا نام ڈبو دیا ——

میں نے ان کے ساتھ دھوکا کیا ۔

ایسی بات نہیں ہے —— آپ کو وہم ہے —— انہوں نے ایسی کوئی بات نہیں کی ——

تابندہ درمیان میں بولی ۔

میں نے انہیں کتنا دکھ دیا —— اُس دادی کو جس نے ماں بن کر مجھے —— جس نے مجھے اتنا پیار کیا —— میں —— میں ان کی کونسی بات یاد —— وہ کیا تھیں —— اب مجھے زیادہ احساس ہو رہا ہے ۔

احسن پاگلوں کی طرح باتیں کئے جا رہا تھا ۔

آپ آرام کیجئے سوچئے مت ——

تابندہ آہستہ سے بولی ۔

تابندہ ——

احسن اُٹھ کر بیٹھ گیا ——

اس نے نظریں اٹھائیں ۔

اس گھر کو زندہ رکھو گی نا —— میری دادی کا بنایا ہوا گھر ——

تابندہ کا چہرہ سرخ ہو گیا —— اپنی ذلت نگاہوں میں پھر گئی ——

جی چاہا احسن سے کہے میں تو جا رہی تھی —— میں تو یہاں ایک نہیں رہنا چاہتی تھی —— تم نے تو مجھے کھلونا ہی سمجھ لیا ہے —— اب میں کوئی بات سننا نہیں چاہتی —— تمہارے کسی بہلاوے میں نہیں چاہتی ۔

مگر —— وہ کچھ بھی نہ کہہ سکی ——

احسن کی طبیعت خراب تھی ۔

اور پھر وہ دادی کے غم سے نڈھال ہو رہا تھا ـــ اس لئے اس نے کچھ نہ کہا۔

البتہ اٹھ کر باہر نکل گئی۔

اس کا چلے جانا احسن کو سب کچھ سمجھا گیا ـــ

نازو ڈاکٹر کے ساتھ اندر آئی تو تابندہ بھی کمرے میں آگئی۔

ڈاکٹر احسن کو آرام کرنے کے لئے دوا دے گیا ـــ مگر اسے چین نہیں آ رہا تھا۔

نازو ـــ

احسن اسے باہر جاتا دیکھ کر بولا۔

نازو جلدی سے احسن کی طرف مڑی۔

کیا بات ہے ـــ

تم دونوں میرے پاس بیٹھو ـــ نہیں تو میں پاگل ہو جاؤں گا۔

مجھے میری امی کی باتیں سناؤ ـــ

احسن واقعی پاگل لگ رہا تھا ـــ

وہ دونوں بیٹھی ہی تھیں ـــ

احسن ـــ

دونوں چونکیں۔

سامنے سفید کپڑے پہنے ایک خوبصورت خاتون کھڑی تھی۔

بڑا افسوس ہوا سن کر ـــ

آنے والی نے تابندہ اور نازو کی طرف گھور کر دیکھا۔

تم یہاں کیوں آئیں ـــ

احسن جلدی سے بولا۔

مائی ڈیر ـــ میری بھی تو وہ ساس ہیں۔ میں نے جب سنا تو بلیو می نا ـــ مجھے بہت صدمہ ہوا۔

آنے والی راحت تھی احسن کے پلنگ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

خوشیاں مناؤ تم ـــ تمہیں کاہے کا صدمہ ـــ دنیا تو میری لوٹ لی ہے تم نے ـــ چلی جاؤ یہاں سے ـــ

احسن چیخا۔

احسن ـــ کیا ہوا ہے تمہیں ـــ

راحت کی آواز میں ہلکی سی ڈانٹ تھی۔

تم نے مسز شیرازی کو میری دادی کے پاس بھیجا تھا۔

احسن چیخ کر بولا۔

تابندہ نے اٹھنا چاہا ـــ لیکن نازو نے ہاتھ پکڑ کر اسے زبردستی بٹھا لیا۔

وٹ ـــ کیا کہہ رہے ہو تم ـــ میں نے مسز شیرازی کو کیوں بھیجا تھا۔

شادی کی خبر پہنچانے ـــ یہ بتانے کہ تم جیت گئی ہو ـــ اور وہ ہار

گئی ہیں۔

احسن اس کی طرح تیز لہجے میں بولا۔

تم زیادتی کر رہے ہو ——— مسز شیرازی زندہ ہیں ——— میں ابھی فون
کر کے انہیں بلاتی ہوں۔ تم خود پوچھ لو۔

راحت غصے سے بولی۔

کیا ضروری ہے، کہ وہ سچ بولے۔

احسن نے کہا۔

کیوں ——— اور وہ جھوٹ بولے گی ——— اور تمہیں سپورٹ دینے والے
بیٹھے ہیں ——— میں پوچھتی ہوں تم نے مجھ پر یہ الزام کیوں لگایا۔

راحت چیخی۔

احسن اس کا منہ دیکھتا رہ گیا ———

باہر کوئی لوگ آ گئے تھے ——— تابندہ گھبرا رہی تھی ——— ایک دم اٹھ
کر بولی۔

خدا کے لئے آہستہ بولئے ——— باہر لوگ آئے ہوئے ہیں ———

تم کون ہو ———

راحت اس کی طرف پلٹ کر تیز لہجے میں بولی۔

میں ——— میں تو کوئی بھی نہیں ———

تابندہ کی آواز کانپ گئی۔

مجھے تمہارے مشورے کی ضرورت نہیں ———

راحت نفرت سے بولی۔

اس نے تابندہ کو ایک بار احسن کے ساتھ دیکھا تھا اس لئے وہ فوراً
تاڑ گئی کہ یہ ہی وہ لڑکی ہے جس کے بارے میں احسن کچھ سننا نہیں
چاہتا۔

میں کہتا ہوں تم چلی جاؤ یہاں سے ——— مجھے تمہاری صورت سے نفرت
ہے۔

احسن زور سے بولا۔

میں کیوں جاؤں ——— میں نہیں جاؤں گی ——— میں تمہاری بیوی
ہوں ———

راحت طنزیہ مسکرائی۔

مجھے تم سے نفرت ہے ——— جاؤ یہاں سے ———

احسن چیخ کر بولا۔

چیخ کر بات نہ کرو ———

راحت بھی تیز لہجے میں بولی۔

تم یہاں کیوں کھڑی ہو ———

راحت تابندہ کی طرف دیکھ کر بولی۔

اس لئے کہ یہ احسن کی بیوی ہے ———

نازو ایک دم اُٹھ کر بولی ۔

کیا ——

راحت نے نازو کو یوں دیکھا جیسے کھا جائے گی۔

جو آپ نے سنا ۔

نازو نے اس پر نفرت کی نظر ڈالتے ہوئے کہا ۔

وقت فیصلہ کر دے گا ——

تابندہ کے لئے وہاں کھڑا رہنا محال ہو گیا تھا —— وہ نازو کا ہاتھ پکڑ کر باہر جانے لگی —— لیکن نازو نے اس سے ہاتھ چھڑا لیا ۔

کہنے لگی ۔

چھوڑو مجھے ——

خدا کے لئے چلو نازو —— باہر چلو ——

تابندہ کی آواز میں التجا تھی ۔

لیکن نازو کا چہرہ غصے سے سُرخ ہو رہا تھا ۔

تابندہ نے اُسے زبردستی پکڑ کر کھینچا اور باہر لے گئی ۔

احسن اپنا سر پکڑ کر بیٹھا تھا ۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا تھا ۔ ایک تو پہلے طبیعت خراب تھی ۔ دوسرے اتنا چیخنے سے اس کا دماغ کام نہ کر رہا تھا ۔

میں کہتا ہوں چلی جاؤ —— ورنہ بے عزتی کر کے نکالی جاؤ گی ۔

اتنا مت چیخو —— ورنہ ابھی سب کو پتہ چل جائے گا کہ میں کون ہوں ۔

راحت نے سمجھ لیا تھا کہ اب احسن کے ساتھ نباہ بہت مشکل ہے ۔ اس
ہ اُس کو بلیک میل کرنے پر اُتر آئی تھی ۔

احسن نے بے بس ہو کر اس کی طرف دیکھا ۔

واقعی ——

ایک لمحے کو اُس نے سوچا ۔

اگر راحت نے اس وقت شور کیا اور گھر میں آئے ہوئے لوگوں کو
ل گیا تو کتنی بدنامی ہو گی —— ان لوگوں سے چھپانے کے لئے تو
ں اں نے راحت سے شادی نہ کرنے دی —— اور ان کی جان بھی
نہوں خبر نے لے لی ۔

مجھے سمجھ سے کام لینا چاہیئے ۔

وہ خاموش سا ہو گیا ۔

دیکھو احسن ——

راحت اس کے سامنے بیٹھ گئی ۔ چہرے پر اُداسی لاتے ہوئے کہنے

نہیں کسی نے غلط کہا ہے —— میں نے ہرگز ایسی کوئی بات نہیں کی ۔
ایسی بات بھلا کیوں کرتی —— مجھے کیا فائدہ تھا —— میری زندگی تم
—— تم مجھے مل گئے مجھے دنیا مل گئی —— خدا کے لئے ذرا میرے لئے
سوچو ۔ کتنے ارمانوں کتنی دعاؤں سے میں نے تمہیں پایا ہے ، اور جب وہ

دن آئے جن کا صرف میں تصور ہی کر کے خوش ہوا کرتی ـــــ وہ دن کیسے آئے ـــــ سوچو تو مجھ پر کیا گزری ہو گی ۔ جب میری شادی کی پہلی رات اور تم یہاں آکر بدل آگئے ـــــ

اور اب ـــــ یقین مانو ـــــ مجھے مہدی نے بتایا کہ تمہاری دادی کا انتقال ہو گیا ہے ـــــ تو مجھے بھی دکھ ہوا ـــــ گو وہ مجھ سے نفرت کرتی تھیں مگر پھر بھی تمہیں انہوں نے ماں بن کر پالا ہے ۔ اس لئے مجھے وہ عزیز ہیں ۔ میں فوراً ہی آگئی ۔

مگر ـــــ آتے ہی مجھ سے جو سلوک ہوا ہے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ۔

راحت بھرائی ہوئی آواز میں بولی ۔

احسن ـــــ خدا کے لئے ایسا نہ سوچو ـــــ تم مسز شیرازی کو قسم دے کر پوچھ لینا ـــــ یہ مجھ پر الزام ہے ـــــ اور میں جانتی ہوں کہ الزام لگانے والی تابندہ ہے ۔ اس لئے کہ وہ تمہیں مجھ سے چھین لینا چاہتی ہے ـــــ تم نے دیکھا نہیں وہ دوسری لڑکی کیسے رعب سے بول رہی تھی ـــــ تمہیں ان کی نیت کا اندازہ نہیں ہوا کہ وہ تمہاری دولت پر مرمٹی ہے ـــــ اور آسانی سے اس گھر سے نہیں جائے گی ۔

راحت بول رہی تھی ۔

اور احسن گم صم بیٹھا تھا ۔

حسن ـ ڈیر ـــــ خدا کے لئے مجھ سے علیحدگی کا نہ سوچو ـــــ تم نے بالو میں جان دے دوں گی ۔

طبیعت تو احسن کی پہلے ہی خراب تھی ـــــ اس سارے واقعے نے سمجھنے کی صلاحیت جیسے سلب کر لی ۔

وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھے خاموش لیٹا تھا ۔

اور راحت بولتی جا رہی تھی ۔

آنکھوں میں التجا تھی ۔

آواز میں درد تھا ۔

لہجے میں کرب اور بے چینی تھی ۔

اور ان ہی باتوں سے وہ احسن کو پھر مظلوم لگنے لگی ۔

اس نے سوچا ۔

ہو سکتا ہے مسز شیرازی نے یونہی بات کر دی ہو ـــــ جس کا افسانہ بن ـ راحت بے قصور ہے ـــــ اور مجھ سے بے پناہ محبت کرتی ہے ۔ ے علیحدگی کے تصور نے ہی اُسے پاگل بنا دیا ہے ۔

مگر ـــــ تابندہ کا کیا بنے گا ـــــ میں نے اُسے کئی بار آس دلا کر ہے ـــــ کبھی کچھ کہتا ہوں ـــــ اور کبھی کچھ ـــــ مجھ سے کیا ہو رہا میں کیوں ایسا ہو گیا ہوں ـــــ میں کیوں کوئی فیصلہ نہیں کر پاتا ـــــ ملے میں میں اتنا بزدل کیوں ہو گیا ہوں ـــــ میرے جذبات ـــــ

میرا دل ــــ میرا دماغ ڈول رہا ہے ــــ ایک واضح راستہ نظر نہیں آ

میں نہیں جانتا میری منزل کونسی ہے ۔

راحت ــــ یا ــــ تابندہ ــــ

راحت جو مجھ سے محبت کرتی ہے۔ جس نے اپنی چمکدار زندگی

لئے چھوڑ دی ــــ اور کتنے انتظار کے بعد میں نے اُس سے شادی

ہے ــــ میں نے اُسے، دوبارہ ذلیل کیا ہے ــــ مگر ــــ وہ پھر بھی میری

دیوانی ہے ۔

اور ــــ تابندہ ــــ خاموش سی دُکھی لڑکی ــــ جس کی زندگی میں

اپنی خواہش کی بھینٹ چڑھا دی ــــ جسے میں نے تباہ کر دیا ــــ جس نے

ساتھ دیا ــــ میرے گھر کو سنبھالا ــــ میری دادی کی دن رات خدمت

کی ــــ اور کبھی اس کا صلہ نہیں چاہا ــــ میں نے ــــ میں نے ہی اُ

اپنی طرف راغب کیا ۔ اُسے اُمید دلائی ــــ جانے کیا کیا سپنے سجائے

گے اس نے ــــ جانے کیسے اپنی خزاں رسیدہ زندگی میں بہار کی تمنا

ہوگی اُس نے ــــ پر میں نے ــــ میں نے اس کی اُمیدوں کو کچل ڈالا

میں نے اُسے جینے کے لئے کہہ کر پھر کہا مرجاؤ ۔

میں کیا ہوں ــــ

میں کیا کروں ــــ

میری منزل کون ہے ــــ

بے چینی سے بار بار پہلو بدل رہا تھا ۔

راحت اس کے ماتھے پر اپنے نرم نرم ہاتھ پھیر رہی تھی ۔ اور

پتہ بھی نہ چلا ۔

راحت کی گود میں اس کا سر ٹک گیا ۔

کب راحت نے اس کی جلتی ہوئی چھاتی میں اپنا چہرہ چھپا لیا ۔

بے کچھ پتہ نہ چلا ــــ

زبردستی تابندہ کو لے کر آئی کہ اب یقیناً احسن نے راحت

دے کر باہر نکال دیا ہوگا ۔

لیکن ــــ وہاں جو منتظر تھا ــــ

راحت احسن کی باہوں میں لپٹی ہوئی تھی ۔ اور احسن اس کے چہرے

دیکھ رہا تھا ۔

وہ دونوں اندر جانے کا حوصلہ ہی نہ لاسکیں ۔ وہیں سے پلٹ گئیں ۔

اب مجھے کیا کرنا چاہیئے ۔

تابندہ نازو کو لان میں لے آئی ۔

تمہیں یہ گھر تو اب چھوڑنا ہی ہے ــــ مگر دو ایک دن اور رک جاؤ ۔

نازو نے مشورہ دیا ۔

مگر نازو میرا دم گھٹتا ہے یہاں ــــ

تابندہ کے حلق میں سوئیاں سی چبھ رہی تھیں ۔

میری بات مانوگی ——

نازو اس کا چہرہ اپنی طرف پھیرتے ہوئے بولی۔

کہو ——

صرف دو چار ۔ ِن اور رُک جاؤ ——

کیوں ——

دیکھو تو کیا ہوتا ہے۔

ابھی کچھ دیکھنا باقی ہے۔

تابندہ طنزیہ بولی۔

ٹھیک ہے —— مگر تابی —— یہ گھر تباہ ہو جائے گا۔ یاد رکھو بیگم رحمان نے آخری لمحوں میں تم سے ایک التجا کی تھی۔ انہوں نے تم سے کہا تھا کہ اس گھر کو برباد نہ ہونے دینا۔

کی تھی ——

تابندہ نے کہا۔

پھر تمہیں کچھ ہمت سے کام لینا چاہیئے۔ یہ تو تم جان گئی ہو کہ احسن کو اس مکار عورت نے اپنے جال میں بُری طرح پھنسا لیا ہے۔ اور یہ بھی تمہیں بنا دوں —— احسن کے دل میں اب اس کے لئے جگہ نہیں ہے وہ سیدھا سادھا آدمی ہے۔ اس کی باتوں میں آجاتا ہے۔

ہونہہ ——

تابندہ نے نازو کی طرف دیکھا۔

مجھو تابندہ ——

یں تھک گئی ہوں نازو —— مجھ میں مزید ذلت اٹھانے کا حوصلہ ہے —— خدا کے لئے مجھے لے چلو —— میں اب یہاں نہیں رہ ںا گی۔

یں تمہیں کب کہہ رہی ہوں کہ رہو —— نازو نے اس کے کندھے پر رکھا۔

کہنے لگی۔

یں تمہیں یہ نہیں کہتی کہ یہاں رہو۔ صرف یہ کہ دو چار دن رہ کر تم رحمان سے کئے ہوئے وعدے کو نبھانے کی کوشش کرو —— یہ بلا تو ٹلی جائے گی —— احسن اکیلا ہو گا۔ تم بیگم رحمان کی وصیت اپنے منہ سے ہی کریمن بُوا، کے ذریعے سے احسن کو کہلواؤ —— اور اس دوران تمہیں ہل جائے گا کہ تمہیں یہاں رہنا ہے یا جانا ہے۔

نہیں نازو —— میں کوئی بات بھی تو نہیں کہہ سکتی —— ایسی بات ں تو جانیں وہ مجھے کیا سمجھیں —— کہ میں اس گھر سے چمٹ کر رہ گئی ہوں لت دیکھ کر رہ گئی ہوں —— اور اس وقت تو تھوڑی بہت جو زت ہے اُسے سنبھال کر نکل جاؤں گی —— دو چار دن رک گئی تو ہو سکتا ے بے عزت ہو کر نکالی جاؤں —— گھر کی مالکن آگئی ہے —— تم نے

ابھی ابھی دیکھ لیا ہے کہ وہ دونوں یوں بیٹھے تھے جیسے کبھی کوئی بات ہوئی نہیں۔
دونوں کی صلح ہوگئی ہے — مجھے کیا کہ روڑے اٹکاتی پھروں — اور پھر یہی
بات یہ ہے کہ احسن نے مجھے اس معاملے میں اتنا ذلیل کیا ہے کہ میں یہاں رہنی
اچھی بھی نہیں لگتی — مجھے کوئی خواہش نہیں — اللہ نے پیدا کیا ہے —
کہیں آسرا بن جائے گا — اب میں صرف سر چھپانے کے لئے اتنا ذلیل نہیں
ہو سکتی۔

تابندہ کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا — اور نازو کو اس کی ایک ایک بات
سچی لگ رہی تھی۔

تم ٹھیک کہتی ہو — مگر میری ایک بات ضرور مانو —

کیا —

تم یہاں سے احسن کو بتا کر نکلو گی —

کیا ضرورت ہے —

تابندہ نے کہا۔

ضرورت ہے نا —

نازو بولی۔

ہاں تم نے شاید ٹھیک سوچا ہے — اتنا بڑا گھر میرے سپرد ہے۔
مجھے احسن کو اس گھر کی چابیاں — اور سب کچھ بتا کر جانا چاہئیے — ایسا
نہ ہو کل مجھ نصیبوں جلی پر کوئی الزام لگ جائے۔

سیف کی چابیاں بھی تمہارے پاس ہیں۔

نازو بولی۔

ہاں — مرحومہ کو مجھ پر بہت اعتماد تھا —

تابندہ نے حسرت سے کہا۔

تو پھر تم یوں کرو — احسن کو اپنے ساتھ لے کر ساری چیزیں
بیمہ — اور جو کچھ بھی بیگم رحمان نے تمہارے سپرد کیا تھا۔ اُسے دکھا کر
کے حوالے کر دو۔

ایسا ہی کروں گی —

تابندہ نے کہا۔

آؤ چلیں —

نازو اٹھ کر بولی۔

اس وقت تو راحت ہو گی —

تابندہ نے کہا۔

اس کے جانے کا انتظار کرو —

نازو بولی۔

تم رکو گی نا —

تابندہ نے پوچھا۔

میرے خیال میں میں اب جاتی ہوں — میرا غصہ بہت خراب

ہے۔ میں اُس ذلیل کو تھپڑ مار دوں گی۔

ایک بات سنو نازو ــــ

تابندہ آہستہ سے بولی۔

کہو ــــ

تم جاؤ ــــ جا کر کسی اور جگہ کا بندوبست کر لو ــــ کل جب میں تمہارے پاس آؤں ــــ ہم فوراً کسی اور جگہ شفٹ کر جائیں۔

مگر کیوں ــــ

نازو نے حیرت سے کہا۔

غفورے کو تمہارے گھر کا پتہ ہے ــــ اور وہ کمینہ ضرور وہاں چکر لگاتا ہوگا، تم نے کہا تھا ناکہ وہ وہاں آیا تھا ــــ اور تم نے اکثر اسے وہاں دیکھا بھی ہے۔

ہاں ــــ

مجھے ڈر لگتا ہے ــــ کہیں کوئی مصیبت نہ آ جائے ــــ

تابندہ کا چہرہ غفورے کا ذکر کرتے ہی سفید پڑ گیا۔

تم فکر نہ کرو ــــ

میں چلتی ہوں ــــ تم کل بے فکر ہو کر آ جانا ــــ

اتنی جلدی جگہ ملنا تو بہت مشکل ہے ــــ تم آ جاؤ تو کچھ سوچیں گے ــــ ہو سکتا ہے ــــ ہم یہ شہر ہی چھوڑ دیں ــــ

نازو نے اُسے تسلی دی۔

اور جانے کے لیئے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔

تھوڑی دیر میں جب تابندہ نے نازو کو خدا حافظ کہا۔ تو اس نے دیکھا۔ ایک آدمی کچھ سامان لے کر آیا ہے۔

یہ مہدی تھا اور سامان راحت کا تھا۔



کل سے اُسے موقع ہی نہ ملا تھا کہ وہ احسن سے بات کرتی ۔

دو ایک بار کمرے تک گئی ___

مگر دوسرے کمرے میں راحت کی آواز سُن کر وہ پلٹ آئی ۔

رات وہ اپنے کمرے میں سونے کے لئے بھی نہ گئی تھی ___ بیگم رحمان کے کمرے میں ہی رات گزار دی ۔

سامنے بیگم رحمان کی بڑی سی تصویر لگی تھی ۔

اس نے کئی بار تصویر کو غور سے دیکھا ۔

اس وقت بھی وہ بیگم رحمان کی تصویر کے سامنے کھڑی تھی ۔

آنکھوں میں آنسو تھے ___

مجھے معاف کر دیجئے گا امی ___ میں آپ کی خواہش پوری نہیں کر سکی ___ آپ نے مجھے اتنا پیار دیا ___ اور میں آپ کی آخری التجا بھی

ری نہ کر سکی ___ میں مجبور ہوں ___ مجھے آپ نے اپنی بہو سمجھا تھا ۔ لیکن
ں کچھ بھی نہیں ___ مجھے معاف کر دیجئے گا ___ اللہ آپ کی عزت کا نگہبان ہے ۔

بہو بیگم ___

کریمن بُوا کی آواز پر وہ چونکی ۔

کیا ہے بُوا ___

بہو بیگم ___

کریمن کی آنکھوں میں آنسو تھے ۔

ہوں ___

وہ عورت کون ہے ___ جو احسن میاں کے کمرے میں ہے ۔

رات بھی یہیں تھی ۔ اور اب بھی میں گئی ہوں تو ___ وہ ___

کریمن کی آنکھوں میں شک بھی تھا ___ آنسو بھی تھے ۔

وہ اس گھر کی مالکن ہے ___

تابندہ نے سر جھکا لیا ___

کیا ___ احسن میاں نے دوسری شادی کر لی ہے ۔

کریمن بولی ۔

ہاں ___

تابندہ کی آواز سپاٹ تھی ۔

ہائے یہ کیا ہو گیا ——

کریمن نے اپنے سینے پر ہاتھ مارا۔

احسن اکیلے ہوں تو مجھے بتانا ——

تابندہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

بہو بیگم —— یہ کیا ظلم ہو گیا —— کیا آپ کو خبر نہ ہوئی ——
آپ میں بھلا کیا کمی تھی۔

کریمن رو کر بولی۔

سوچو مت بوا —— میری قسمت میں جو تھا —— تم جاؤ —— اور
ہاں گھر کے دوسرے نوکروں کو بھی سمجھا دینا —— کہیں کوئی بدتمیزی نہ کر
بیٹھے —— میرا مطلب ہے —— اب تو وہ مالکن ہے۔ اور سب نوکروں
کو اس کا کہا ماننا چاہیئے۔

کریمن نے دکھ سے تابندہ کی طرف دیکھا اور باہر نکل گئی۔

دوپہر ہوئی۔

شام ہو گئی ——

مگر اسے موقع نہیں ملا کہ احسن سے بات کر لے ——
راحت کمرے میں ہی تھی۔ اس نے ایک منٹ کے لیئے بھی احسن کو
تنہا نہ رہنے دیا۔

شام کا دھندلکا سا تھا۔

راحت کمرے سے باہر نکلی۔

سارے نوکر اسے حیرت سے دیکھ رہے تھے —— اور وہ ہر کمرے
گھوم پھر کر سارے گھر کا جائزہ لے رہی تھی۔

کتنے نوکر ہیں اس گھر میں —— اس نے ڈرائیور جو سامنے کھڑا تھا۔
سے پوچھا۔

جی —— دس ——

یہ کون ہے ——

کریمن جو کونے میں کھڑی اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ
رہی تھی۔

یہ کریمن بوا ہے —— اس گھر کی پرانی ملازمہ —— احسن میاں کو
گود میں کھلایا ہے۔

ڈرائیور جو جان چکا تھا کہ راحت اس گھر کی مالکن ہے —— بولا۔

کیوں —— تمہیں آداب سلام کسی نے نہیں سکھایا ——

راحت کریمن بوا کی طرف دیکھ کر بولی۔

جواب میں کریمن کی آنکھیں بھر آئیں۔

اب یہ بدتمیزی نہیں چلے گی ——

راحت غصے سے بولی۔

سارے ہی نوکر سہم گئے۔

گھومتی پھرتی راحت، بیگم رحمان کے کمرے میں آگئی۔

سامنے تابندہ کھڑی تھی۔

آیئے ——

تابندہ خوش دلی سے بولی۔

تم تابندہ ہونا ——

راحت نے کہا۔

جی ——

تم نے ہمارا کافی ساتھ دیا ہے۔ میں احسن سے کہوں گی کہ وہ تمہیں اتنا روپیہ دے دیں جس سے تم اپنی زندگی اچھی طرح گزار سکو۔

راحت مسکرائی۔

تابندہ کٹ کر رہ گئی۔ مگر بولی کچھ نہیں وہ راحت کے منہ نہیں لگنا چاہتی تھی۔

مگر ایک بات سن لو ——

راحت بولی۔

تابندہ نے جلتی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

تمہیں اب اس گھر سے جانا ہوگا —— یہ بات مجھے ناپسند ہے کہ تم یہاں رہو —— بولو کب جانا چاہتی ہو۔

راحت نے پوچھا۔

ں آپ کے کہنے سے پہلے تیار ہوں ——

تابندہ نفرت سے بولی۔

بہت خوب ——

تو پھر آج ہی ——

راحت نے کہا۔

اسی وقت ——

تابندہ نے جواب دیا۔

ٹھیک ہے —— میں تمہارے لئے کچھ رقم بھجواتی ہوں۔

کہتی ہوئی راحت چلی گئی۔

تو اس کی رگ رگ میں تلخی گھل گئی۔

یہ سرد اور ویران سی شام تھی۔

وہ بے چینی سے کمرے میں ادھر اُدھر ٹہل رہی تھی۔

اب وہ یہاں ایک پل بھی رکنا نہیں چاہتی تھی۔ یہ سارا ماحول اُسے بےچین ے رہا تھا۔

ایک ایک لمحہ قیامت سے کم نہ تھا۔

کتنی بے چینی —— کتنی جلن اور کتنی تلخی تھی یہاں ——

اس کمرے کی اُداس اور ویران دیواریں اُسے کاٹ کھانے کو لپک ہی جیسے ——

ایک چیخ بار بار اس کے گلے میں اٹک جاتی ۔

اندھیرا ہو رہا تھا ـــــ

ادھر راحت احسن کے کمرے میں گئی ـــــ تو وہ گم صم بیٹھا تھا ۔ جب سے راحت آئی تھی ۔ اس کی یہی حالت تھی ۔

نہ گھر کی خبر ـــ نہ اپنی ـــ نہ آس پاس کی ـــ

اُسے تو ایک لمحہ راحت نے تنہا نہ چھوڑا تھا ۔ اُسے کچھ سوچنے کا وقت ہی نہ دیا تھا ۔

احسن ڈارلنگ ـــ

راحت اندر آکر بولی ۔

احسن نے اُس کی طرف دیکھا ـــ چہرے پر بے حد اُداسی تھی ۔

کیا ہے ـــ ؟

میں نے تمہارا سارا گھر دیکھا ـــ

وہ اس کے سامنے بیٹھ کر مسرت سے بولی ۔

ہوں ـــ

بہت خوبصورت گھر ہے ـــ بڑے اچھے اور تمیز دار ملازم ہیں ـــ اور ہر کمرہ بہت خوبصورت طریقے سے ڈیکوریٹ ہے ـــ گھر میں ڈرائنگ روم میں کچھ تبدیلیاں کروں گی ـــ

ہوں ـــ

احسن کھویا کھویا بولا ۔

ہرچند کہ فرنیچر نہایت قیمتی ہے ۔ مگر پھر بھی کچھ نئے قسم کے فرنیچر کی ضرورت گی ۔ پردے میں اپنی پسند کے خریدوں گی ۔

راحت احسن کے چہرے میں کچھ ڈھونڈ رہی تھی ۔

احسن خاموش رہا ۔

احسن ڈارلنگ ـــ

راحت اٹھ کر اس کے قریب آگئی ۔

ہوں ـــ

میں ابھی باہر نکلی تھی ۔ میں نے تابندہ کو بھی دیکھا ۔ اس کا شکریہ ادا کیا ہے ـــ اس نے ہمارا ساتھ دیا ـــ

تابندہ کے ذکر پر احسن بے چین سا ہو گیا ۔

وہ اچھی لڑکی ہے ـــ میں نے اُس سے کافی باتیں کیں ۔ اب وہ مجھ سے بے تکلف ہو گئی ہے ۔

ہوں ـــ

وہ ہمارے ساتھ ہی رہے گی ـــ تم سچ کہتے تھے ۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ـــ

راحت فرشِ دل سے بولی ۔

میں نے تم سے کہا تھا کہ وہ بہت اچھی لڑکی ہے ـــ تم نے خود

دیکھ لیا —

احسن آہستہ سے بولا۔

ہاں — واقعی —

احسن کے ساتھ الٹی سیدھی باتیں کرنے کے بعد راحت دوبارہ کمرے سے باہر آئی — کریمن سامنے کھڑی تھی وہ پھر اندر چلی گئی۔

کریمن دوبارہ احسن کو بلانے آئی مگر راحت کو دیکھ کر باہر نکل گئی — ہمت نہ پڑی۔

تابندہ کریمن بوا کے انتظار میں تھی۔

اُسے دیکھ کر بولی۔

تم نے احسن صاحب کو بلایا۔

کیسے کہوں — دو بار گئی ہوں — وہ بیٹھی تھی۔ اگر اس کے سامنے بلایا تو وہ تنہا نہیں آنے دے گی۔

ٹھیک ہے — تم آؤ میرے ساتھ —

تابندہ نے کریمن بوا کو ساتھ لیا — سیف کے روپے گنوائے۔ زیورات اور کپڑے دکھا کر الماری بند کی اور چابی اس کے حوالے کر دی۔

اسی طرح پورے گھر میں جو چیز بھی اس کی تحویل میں تھی — سب اس نے ایک ایک کر کے کریمن بوا کو گنوا دیں۔

مگر بہو بیگم آپ کہاں جا رہی ہیں —

ریمن بار بار پوچھتی۔

یں اب جا رہی ہوں بوا — میں یہاں نہیں رہ سکتی۔

تابندہ گلوگیر سی آواز میں بولی۔

یں آپ کو نہیں جانے دوں گی —

ریمن رو دی۔

تمہارا مجھ پر احسان ہو گا بوا — جو کچھ میں کہہ رہی ہوں، کرتی جاؤ۔ ی چیزیں — سب کچھ احسن کے حوالے کر دینا — میں جن تین کپڑوں ارہی ہوں۔ یہ میرے نہیں اس گھر کے ہیں — اس کے لئے مجھے کر دے احسن — باقی سب کچھ میں نے مقفل کر دیا ہے۔

یہ چابیاں ہیں —

ور ہاں — یہ کنگن کا جوڑا ہے — یہ بھی احسن کو دے دینا۔

تابندہ نے وہ کنگن جو احسن نے سہاگ رات اُسے دیئے تھے۔ کریمن بوا ادیئے۔

بہو بیگم خدا کے لئے رک جایئے یہ گھر برباد ہوتا نظر آرہا ہے۔

کریمن بوا ملتجی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

یں نے تم سے کہا نا بوا کہ اب میں بالکل نہیں رک سکتی۔ احسن کے نام نہیں خط لکھ دیتی ہوں — خط اور یہ ساری چیزیں انہیں دے دینا۔ ے لئے دعا کرنا بوا — جانے کہاں جاؤں گی — کیا کیا قسمت

میں لکھا ہے ۔

کہتے ہوئے تابندہ کے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے ۔

میری بہو بیگم ——

تم جاؤ دیکھا احسن کیلئے ہیں یا نہیں ——

تابندہ نے کریمن بوا کو وہاں سے بھیجنا ہی مناسب سمجھا کیونکہ وہ بہت جذباتی ہو رہی تھی ۔

تابندہ نے ایک الوداعی نظر بیگم رحمان کی تصویر پر ڈالی اور بولی

مجھے معاف کر دیجئے گا امی ——

اور پھر —— وہ اپنے دل پر ضبط کئے احسن کو خط لکھنے بیٹھ گئی ۔

ابھی پیڈ نکالا ہی تھا کہ راحت آ گئی ۔

تیار ہو گئیں تم ——

راحت مسکرا کر بولی ۔

مجھے کوئی تیاری نہیں کرنا ——

تابندہ اس کی طرف دیکھے بغیر بولی ۔

کچھ پریشان ہو ——

راحت مسکرائی ۔

تابندہ خاموش رہی ——

یہ لو پانچ سو روپے —— کافی ہیں ۔ احسن کے پاس اس وقت یہی تھے

راحت نے سو سو کے پانچ نوٹ اس کے آگے کر دیئے ۔

تابندہ نے خاموشی سے نوٹ پکڑ لئے ۔ اور بولی ۔

بہت بہت شکریہ ——

اچھا تو پھر خدا حافظ ——

راحت نے کہا ۔

تابندہ نے کوئی جواب نہیں دیا ۔ اور کمرے سے باہر نکل گئی ۔

راحت اُسے دیکھتی ہوئی احسن کے کمرے میں چلی گئی ۔

راحت کے جانے کے بعد تابندہ دوبارہ کمرے میں آئی اور خط لکھنے لگی ۔

اس کا جی تو بہت چاہا کہ پانچ سو روپے راحت کے منہ پر دے مارے ۔ پھر سوچ کر چپ ہو گئی ۔

وہ یہاں سے بالکل چپ چاپ کوئی ہنگامہ کئے بغیر جانا چاہتی تھی لہٰذا اس نے نظر دوڑائی ۔

احسن صاحب

آپ کے بھیجے ہوئے پانچ سو روپے واپس کر رہی ہوں ۔ اب اتنا بھی ذلیل نہ کیجئے —— چند دن سر چھپانے کی جگہ مل گئی تھی ۔ یہ احسان تھا مجھ پر ، میں نے آپ کے لئے کچھ نہیں کیا —— میں تو خود کتنی مصیبتوں سے بچی ہوئی تھی —— خیر ، آپ کو آپ کی محبت مل

گئی ہے — مبارک ہو — میں یہاں رہ کر آپ کے اور
راحت کے لئے پریشانی ہی بنوں گی — اس لئے جا رہی ہوں
اور اب میری ضرورت بھی تو نہیں — اب تو فالتو ہوں۔
آپ کی امانت کنگن بھی لوٹا رہی ہوں۔ اس کے علاوہ
سیف کی چابیاں — امی جان کے زیورات — روپیہ اور سارے
گھر کی چابیاں — آپ کے اور امی جان کے ضروری کاغذات
سب کچھ میں نے کریمن بوا کو دکھا کر بند کر دیا ہے۔ اور کریمن بوا
کے حوالے کر دیا ہے — چاہتی تھی کہ سب کچھ آپ کے حوالے
کروں مگر آپ سے ملاقات نہ ہو سکی۔
مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہو تو معاف کر دیجئے گا۔

تابندہ

خط اس نے کریمن بوا کے حوالے کیا اور شال اوڑھ کر باہر نکل آئی۔
کریمن بوا کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اور باقی کسی نوکر کو کوئی خبر نہیں تھی
کہ وہ یہاں سے ہمیشہ کے لئے جا رہی ہے۔
باہر نکل کر اس نے رکشا روکا — لیکن فوراً ہی اسے خیال آیا کہ
اس کے پاس تو رکشا کے لئے کرایہ بھی نہیں۔
رکشا والے نے انتظار کیا۔ مگر اسے گم صم پا کر مسکرایا اور چل دیا۔
تب اس نے تیز تیز چلنا شروع کر دیا۔

تن تنہا وہ چلی جا رہی تھی —
اندھیرا بڑھ گیا تھا — کھلے بازار میں آکر اس کا خوف کچھ کم ہوا —
نازو کا ہوسٹل ابھی بہت دور تھا۔ وہ موڑ مڑنے والی تھی کہ ایک ٹیکسی
اس کے قریب رکی۔ ڈر کے مارے اس نے تیز چلنا شروع کر دیا۔
ارے تابندہ —
ٹیکسی سے ایک خاتون کی آواز سن کر اس نے پلٹ کر دیکھا۔
کہاں جا رہی ہو —
تابندہ نے دیکھا — ٹیکسی میں نازو کی پڑوسن پارسن بیٹھی تھی۔
اوہ آپ — میں تو ڈر گئی —
کہاں جا رہی ہو —
پارسن نے پوچھا۔
نازو کے گھر —
تابندہ کے چہرے پر رونق آگئی۔
تو آؤ چلو — میں بھی ہوسٹل ہی جا رہی ہوں۔
پارسن نے دروازہ کھولا۔
تب اس کی جان میں جان آئی۔ وہ فوراً ہی گاڑی میں بیٹھ گئی۔
ٹیکسی سڑک کا سینہ چیرتی ہوئی دوڑی چلی جا رہی تھی — اور وہ
پارسن کی باتوں کا صحیح جواب بھی نہ دے رہی تھی — ذہن بھٹک رہا تھا۔

حلق میں جیسے کچھ چبھ رہا تھا۔

ٹیکسی ہوسٹل کے سامنے رکی ـــــ تو وہ پارسن کے ساتھ ساتھ سیڑھیاں چڑھتی ہوئی آئی اُس کے کمرے کے قریب آکر اس کا شکریہ ادا کیا اور نازو کے کمرے کی طرف چل دی۔

نازو پلنگ پر بیٹھی کچھ پڑھ رہی تھی۔

اُسے دیکھ کر اُٹھ بیٹھی ـــــ

اور وہ جاکر یوں کرسی پر گری جیسے میلوں چلتی آ رہی ہو اور بہت تھک گئی ہو ـــــ

چائے بناؤں ـــــ

نازو کچھ پوچھے بغیر بولی۔

بناؤ ـــــ

تابندہ نے جوتے اُتارے اور پلنگ پر نیم دراز ہو گئی۔

نازو نے اُٹھ کر اسٹو جلایا اور پانی کی کیتلی رکھ دی۔

احسن سے ملاقات ہوئی ـــــ

نازو نے پوچھا۔

نہیں ـــــ

تابندہ آہستہ سے بولی۔

کیوں ـــــ

کل سے ایک لمحہ بھی راحت نے موقع نہیں دیا۔ اور وہ خود تو باہر بالکل ٹلی ہی نہیں۔

تم نے کریمن بُوا، کو بھیجا ہوتا ـــــ

نازو بولی۔

بڑی کوشش کی ـــــ مگر بات نہیں بن سکی ـــــ

پھر تم نے کیا کیا ـــــ

کریمن بُوا، کو چارج دے دیا ـــــ اور احسن کے نام ایک خط لکھ کر دے آئی ہوں۔

تابندہ بولی۔

بہتر ہوتا کہ تم خود ملتیں۔ راحت کے سامنے ہی سہی۔

نازو نے کہا۔

وہ محترمہ تو پہلے ہی جلی بیٹھی ہیں۔ سہ پہر وہ خود میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ اب وہ میرا وہاں رہنا برداشت نہیں کر سکتی۔

تابندہ کے لبوں پر تلخی پھیل گئی۔

اچھا ـــــ کیا کہنے لگی۔

نازو نے کیتلی میں پتی ڈال کر ٹی کوزی ڈھانپ دی۔

ہاں ـــــ بولی ـــــ تم یہاں سے چلی جاؤ ـــــ اور میں احسن سے کہہ کر کچھ رقم تمہیں لے دیتی ہوں تمہارے کچھ دن آرام سے گزر جائیں گے۔

تابندہ نفرت سے بولی۔

ادہو — اتنا دماغ خراب ہوگیا ہے —

نازو نے کہا۔

اور پھر تھوڑی دیر میں اس نے پانچ سو روپے لاکر مجھے دیئے۔

تابندہ بولی۔

تم نے منہ پر مارے ہوتے —

نازو جلدی سے بولی۔

میں نے ایسا نہیں کیا — بلکہ پانچ سو روپے لے لئے —

تابندہ نے کہا۔

نازو چونک گئی۔ حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

اس نے مجھ سے یہی کہا کہ احسن نے پانچ سو روپے دیئے ہیں۔ اس لئے میں نے اُس سے تو لے لئے۔ مگر اپنے خط کے ساتھ احسن کو پانچ سو روپے لوٹا دیئے۔ ساتھ یہ بھی لکھ دیا کہ مجھے ذلیل کرنے کا نیا طریقہ سوچا ہے تم نے۔

تابندہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا۔

وہ جھوٹ بکتی ہے — احسن نے ہرگز ایسا نہیں کیا ہوگا۔ یہ سب راحت نے کیا ہے۔ اور میں تو کہتی ہوں کہ احسن کو پتہ بھی نہ ہوگا۔

نازو نے کہا۔

جانے دو — احسن کو بھی کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ بہت ممکن ہے کہ یہ اُسی

نے کہا ہو —

تابندہ کی آنکھیں بھر آئیں۔

چلو جانے دو — دفعہ کرو — لو چائے پیو —

نازو نے پیالی اس کے سامنے رکھ دی۔

ہاں —

تابندہ نے ٹھنڈا سانس لیا —

تابی —

ہوں —

ہم کل یہاں سے چلے جائیں گے —

نازو بولی۔

کہاں —؟

کچھ دن کے لئے کسی دوسرے شہر چلے چلتے ہیں۔ میں دفتر میں فی الحال چھٹی کی درخواست بھجوا دیتی ہوں — نوکری مل گئی تو استعفیٰ دے دوں گی —

نازو بولی۔

مگر جائیں گے کہاں —

تابندہ نے پوچھا۔

کوئٹہ چلتے ہیں — وہاں میری ایک خالہ رہتی ہے۔

اچھا — مگر —

مگر کیا —

نازو نے پوچھا۔

خالہ رابعہ سے ملنے کو بہت، دل چاہتا ہے —

تابندہ نے ٹھنڈا سانس لیا۔

وہاں جانا خطرے سے خالی نہیں — کیا پتہ عفورا وہاں ہو۔

نازو بولی۔

یہ بھی ٹھیک ہے — اگر تم جاؤ تو مسئلہ حل ہو سکتا ہے — میں تمہارا سٹیشن پر انتظار کروں گی۔

اچھا ٹھیک ہے — کل سوچیں گے —

نازو نے کہا۔

تابندہ پلنگ پر لیٹ سی گئی۔

اور نازو پیکنگ کرنے لگی۔

~~~ ∴ ~~~

تابندہ کے جانے کے بعد راحت مطمئن ہو گئی — اب اسے کوئی خطرہ نہیں اس لئے وہ آج صبح سے ہی مہدی کے ساتھ کہیں گئی تھی۔

احسن کی طبیعت اب بہتر تھی — مگر اسے کچھ پتہ نہ تھا کہ گھر میں کیا رہا ہے۔

کریمن بوا، چائے لے کر گئی تو احسن بیٹھے ہوئے تھے۔

آؤ بوا —

احسن اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

لیکن کریمن نے اس کی طرف نہیں دیکھا بلکہ چپ چاپ چائے بناتی رہی۔

کیا بات ہے بوا، ناراض ہو —

احسن نے ہنس کر کہا۔

مجھے کیا حق ہے ناراض ہونے کا میاں — میں ٹھہری نوکرانی، آپ کی
~~~

بیگم صاحبہ تو میرے ہی پیچھے پڑی ہیں —— مدتیں بیت گئیں اس گھر میں۔
کسی نے کچھ نہیں کہا۔ آپ کی بیگم کے سامنے میں بدتمیز —— ذلیل — جاہل — اور
جانے کیا کیا ہوں۔

کریمن بوا پلو سے آنکھیں پونچھتے ہوئے بولیں۔

احسن کا چہرہ بجھ سا گیا۔ کہنے لگا۔

میں سمجھا دوں گا اُسے ——

آپ فارغ ہوں میاں تو سب چیزیں دیکھ لیں۔ میں اب گاؤں جاؤں گی۔

کریمن بوا بولی۔

اتنی ناراض ہو بوا ——

احسن اُسے عقیدت سے دیکھ رہا تھا۔

یہاں دل نہیں لگتا میرا —— اب آپ مجھے اجازت ہی دیں۔

کریمن بوا بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

نہیں بوا —— میں تمہیں نہیں جانے دوں گا ——

احسن جلدی سے بولا۔

میاں وہ چیزیں تو آپ دیکھ لیں۔ جو دلھن میرے حوالے کر گئی ہے۔

کریمن بوا کی بات سن کر احسن کو یوں لگا جیسے اس کا سر جھک رہا ہو ——
کہنے لگا۔

کیا کہا —— تابندہ کہاں ہیں ——

چلی گئی ——

کریمن بوا کی آنکھیں برسنے لگیں۔

کہاں چلی گئی ——

احسن اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

کیا پتہ —— اپنی بیگم صاحبہ سے پوچھئے میاں —— جنہوں نے اُس بیچاری
جانے کیا کیا کہا۔

کیا کہہ رہی ہو بوا ——

احسن چیخ کر بولا۔

بالکل صحیح کہہ رہی ہوں —— پرسوں سے کتنی بار اُنہوں نے آپ سے
ہا۔ میں جب بھی آئی آپ کی بیگم نے آپ تک پہنچنے ہی نہ دیا۔ اور کل
بے چاری چلی گئی —— جانے سے پہلے سیف میں رکھے زیورات ——
یہ —— سارے گھر کی چابیاں —— اور سب کچھ مجھے گنوا گئی ہیں —— کہہ رہی
یہ سب کچھ احسن میاں کے حوالے کر دینا، اور ہاں ٹھہریئے۔ وہ ایک کنگن کی
ی اور آپ کے نام ایک خط دے گئی ہیں —— میں ابھی لاتی ہوں۔

کریمن تو کمرے سے باہر نکل گئی۔

اور احسن سر پکڑ کر بیٹھ گیا —— تابندہ کا چلے جانا اُس کے لئے قیامت سے
نہ تھا —— میں نے اُس بدنصیب کی زندگی برباد کر دی۔ کئی بار اُس دل کو
توڑ دی —— اور اب تو میں نے اس سے بہت ہی زیادتی کی —— میں جو

چاہتا تھا وہ نہ کر سکا —— کہاں جائے گی —— اس کا تو ہے بھی کوئی نہیں ۔ شاید نازو کے ہاں ہو ۔ میں اسے ابھی واپس لے کر آتا ہوں —— وہ —— یہاں رہے گی ۔ میں راحت کے ساتھ نہیں رہ سکتا —— راحت کے خیالات بالکل الگ ہیں جانے اس نے تابندہ سے کیا کہا ہو گا —— اور وہ تو بزدل سی —— سہمی سہمی لڑکی راحت کی کسی بات کا جواب بھی نہ دے سکی ہو گی —— چپ چاپ چلی گئی ۔

کریمن بوا نے جب کنگن کا جوڑا لا کر اسے دیا تو اس کا دل تڑپ گیا —— درد کی لہر پورے وجود میں دوڑ گئی ۔

خط کھولا —— ساتھ پانچ سو روپے تھے ۔ اس نے حیران ہو کر روپوں کو دیکھا ۔ اور پھر دھڑکتے دل کے ساتھ خط پڑھنے لگا ۔

خط پڑھتے پڑھتے اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا ۔ راحت نے یہ کیا کیا ۔ اس نے تابندہ کو کتنا ذلیل کیا —— وہ کیا سوچتی ہو گی ۔ اس کی خدمات کا صلہ تو میں دے ہی نہیں سکتا ۔ اور راحت نے میری طرف سے پانچ سو روپے دے کر اس کا مذاق اڑایا ہے —— اف ——

احسن نے اپنا سر پکڑ لیا ——

راحت باہر گئی ہوئی تھی —— اگر سامنے ہوتی تو جانے وہ کیا کرتا ——

کریمن بوا سامنے کھڑی اس کے بدلتے ہوئے چہرے کو دیکھ رہی تھی ۔ کہنے لگی ۔

میاں جو کچھ بہو بیگم میرے حوالے کر گئی ہیں وہ میرے ساتھ چل کر دیکھ لیجئے

بوا خدا کے لئے اس وقت مجھ سے کچھ نہ کہو —— میں پاگل ہو جاؤں گا احسن کی آنکھوں سے وحشت سی ٹپک رہی تھی ۔

کریمن بوا چپ چاپ باہر نکل گئی ۔

کچھ دیر تک تو احسن کی سمجھ میں نہ آیا وہ کیا کرے ۔

تابندہ کا چہرہ سامنے تھا —— اور اسے لگ رہا تھا وہ اس کے سامنے مجرم بنا ہے ۔

تابندہ تم نہیں جاؤ گی —— یہ گھر تمہارا ہے —— اور میں بھی تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا —— یہ دو دن میں نے کس اذیت میں گزارے ہیں —— تم سائے کی طرح میرے ساتھ تھی ۔ لیکن میں —— میں تو یہی سوچتا رہا ہوں کہ راحت سے چھٹکارا کیسے حاصل کروں ۔

گھبرا کر وہ اٹھ کھڑا ہوا ——

کار نکالی اور نازو کی طرف چل دیا ۔

سارے راستے وہ یہی سوچتا رہا کہ نازو سے سفارش کروائے گا —— اس سے کہے گا —— میری روٹھی ہوئی تابندہ کو میرے پاس بھیج دو ۔ اور جب نازو تابندہ کو میرے ساتھ بھیج دے گی تو میں سب سے پہلے راحت سے چھٹکارا حاصل کروں گا —— چاہے کچھ ہو جائے ۔

نیچے گاڑی روک کر وہ تیزی سے اوپر آیا —— نازو کے دروازے پر پہنچا تھا —— اس کا دل جیسے دھڑکن بھول گیا ۔

پریشان سا وہ نازو کی پڑوسن پارسن کے دروازے پر پہنچ گیا۔

مس نازو کہاں گئی ہیں ——

احسن نے پارسن کو دیکھ کر پوچھا۔

وہ تو آج چلی گئی ——

پارسن بولی۔

کہاں ؟ ——

غالباً کوئٹہ گئی ہے ——

کوئٹہ ——

احسن کا حلق خشک ہو گیا۔

یس ——

ساتھ تابندہ بھی تھی ——

احسن نے مری ہوئی آواز میں پوچھا۔

یس —— تابندہ اور وہ دونوں گئی ہیں۔

پارسن نے بتایا۔

آپ کو ایڈریس دے گئی ہے ——

احسن نے پوچھا۔

نہیں، ایڈریس تو نہیں دے گئی ——

کب گئی ہیں ——

احسن جلدی سے بولا۔

آج صبح ——

پارسن بولی۔

احسن نے گھڑی دیکھی۔ کوئٹہ کی ٹرین کو روانہ ہوئے بھی تین گھنٹے گزر
تھے۔

وہ جلدی سے نیچے اترا۔

مجھ میں نہ آ رہا تھا کہ کیا کرے —— گاڑی کا پیچھا کرتا۔ تب بھی وہ
ی کو نہ پکڑ سکتا تھا۔

کچھ سوچ کر اس نے گاڑی پی۔ آئی۔ اے کے آفس کی طرف موڑ دی۔
کوئٹہ کی فلائٹ صبح چھ بجے تھی۔ اُس نے جلدی سے سیٹ بک کروائی۔ اگر
جہاز سے جاتا تو ٹرین کے پہنچنے سے ایک گھنٹہ پہلے کوئٹہ پہنچ سکتا تھا ——
سوچ کر اس نے سیٹ بک کروالی تھی۔

سیٹ بک کروانے کے بعد وہ گھر پہنچا۔

راحت اس کا انتظار کر رہی تھی۔

کہاں چلے گئے تھے ڈارلنگ ——

راحت اُسے دیکھ کر بولی۔

احسن نے کوئی جواب نہیں دیا۔

بتایا نہیں تم نے ——

راحت اُس کے کندھے پر چہرہ ٹکا کر بولی۔

احسن نے ایک جھٹکے سے اپنے آپ کو الگ کر لیا۔

کہنے لگا۔

تم نے پانچ سو روپے تابندہ کو دیئے تھے ——

راحت صورت حال سمجھ گئی —— مسکرا کر بولی۔

ہاں ——

کیوں ——

احسن کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔

اُس نے ہمارا ساتھ جو دیا تھا —— وہ جا رہی تھی۔ میں نے اچھا نہیں کیا کہ اُسے کچھ روپے دے دیئے۔

راحت گہری نظروں سے احسن کی طرف دیکھ کر بولی۔

میں تمہیں اس سے زیادہ روپے دیتا ہوں —— میں تمہیں برداشت نہیں کر سکتا ——

احسن نفرت سے دیکھتے ہوئے بولا۔

ہوں ——

راحت اطمینان سے صوفے پر بیٹھ گئی۔ کہنے لگی۔

تمہیں تابندہ ملی ہو گی ——

ملی یا نہیں تمہیں اس سے کیا —— میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا۔

ں سلسلے میں میں کوئی تقریر نہیں سننا چاہوں گا —— تم جو بھی چاہو گی۔
ے لے لو —— اور علیحدگی اختیار کر لو ——

احسن بڑے ضبط سے بولا۔

ٹھیک ہے —— میں خود یہ ذلت نہیں برداشت کر سکتی۔

تو تم آج ہی یہاں سے چلی جاؤ ——

ابھی اور اسی وقت چلی جاؤں گی —— مگر ایسے ہی ——

راحت اپنے اصل رنگ میں آ گئی۔

کیسے ——

جاؤں گی ابھی —— لیکن تمہیں اتنا ذلیل کروں گی کہ تمہیں پتہ چل جائے کہ
ے کسی خاموش اور شریف لڑکی کے ساتھ شادی نہیں کی —— جانتے
کاح کے وقت جو تم نے دستخط کئے ہیں اس کاغذ میں کیا لکھا تھا۔

یں نہیں جانتا ——

احسن بولا۔

اں میں میں تمہاری جائیداد کی وارث ہوں —— سمجھے۔ تم نے سب کچھ
ے نام لکھ دیا ہے۔

یہ دھوکا ہے —— جھوٹ ہے ——

احسن چیخ کر بولا۔

جو کچھ بھی ہے —— میرے پاس تمہارے دستخط ہیں —— اور تم انکار

نہیں کر سکتے۔ لہٰذا ——— میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ یہاں سے چلے جاؤ ——— یہ
سب کچھ میرا ہے۔

بکواس بند کرو ———

احسن اس کی طرف لپکا۔

خبردار ایک قدم بھی آگے بڑھایا۔

راحت تیز آواز میں بولی۔

احسن کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ راحت کو شوٹ کر دے۔ مگر ضبط کر گیا
ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھولا ——— جہاں تابندہ رہا کرتی تھی ——
کمرے میں آ کر اس نے دونوں دروازے بند کر لیے۔

اور پلنگ پر گر سا پڑا۔

راحت نے اس سے جس کاغذ پر دستخط لیے تھے وہ تو اُس نے پڑھا
ہی نہیں تھا ——— اور راحت نے دھوکے سے سب کچھ اُس سے لکھوا
لیا تھا۔

یہ تابندہ کا کمرہ تھا۔

اور پورے کمرے میں اس کے وجود کی مہک بکھری ہوئی تھی۔ یوں
لگتا تھا جیسے وہ ابھی ابھی یہاں سے اُٹھ کر گئی ہے۔

سامنے وارڈ روب میں اُس کے سارے کپڑے جوں کے توں ٹنگے
تھے۔ احسن نے اس کے تکیے میں منہ چھپا لیا۔

تابندہ ——— میں نے تمہاری قدر نہیں کی ——— یہ سب مجھے سزا مل
ی ہے۔

کچھ لمحے بیت گئے تو راحت نے دروازے پر دستک دی۔

احسن دروازہ کھولو ———

میں کہتا ہوں چلی جاؤ ——— میں تمہاری صورت دیکھنا نہیں چاہتا۔

احسن چیخا۔

مگر ——— فوراً ہی اُسے خیال آیا ——— کہ اگر صبح وہ کوئٹہ نہ گیا تو
ابندہ کو ہمیشہ کے لئے کھو دے گا ——— وہ بچھڑ جائے گی۔ اور پھر وہ اُسے
ڈھونڈتا رہے گا۔

اور اگر ——— راحت کو اسی طرح گھر چھوڑ کر گیا تو کچھ باقی نہ بچے گا۔

راحت میری غیر حاضری سے فائدہ اٹھا کر جانے کیا کرے۔

تابندہ بچھڑ جائے گی ———

احسن کی گھبراہٹ بڑھ گئی۔

تم قلاش ہو جاؤ گے ———

اس کی پریشانی اور بڑھ گئی۔

تابندہ کی طرف جاتا تو گھر بار ——— جائیداد ——— کاروبار ——— عزت
بھی کچھ خطرے میں تھا۔ اور اگر ان چیزوں کا خیال کرتا تو تابندہ بچھڑ
جاتی۔

دل نے کہا۔

تابندہ کھو جائے گی —— کسی چیز کی پروا نہ کرو —— اور صبح کی فلائٹ سے کوئٹہ چلے جاؤ۔

مگر راحت کو گھر چھوڑ کر جانا خطرے سے خالی نہیں۔

راحت نے پھر دروازہ کھٹکھٹایا۔

اور اس کی اس دستک سے احسن کے دل میں ایک نیا خیال آیا۔
اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔

کیا ہے ——

احسن بھاری آواز میں بولا۔

میری بات تو سنو ——

راحت کا لہجہ نرم تھا۔

سناؤ ——

کیوں اپنی اور میری زندگی تلخ کرنا چاہتے ہو ——

راحت اُسے دیکھ کر مسکرائی۔

تم نے جو باتیں کی ہیں —— وہ ٹھیک ہیں —— کیا اب بھی تم سوچتی ہو کہ ہمارا نباہ ہو سکے گا۔

میں نے تو تمہیں اپنے ارادے سے باز رکھنے کے لئے یہ سب کچھ کیا ہے۔ ورنہ میں تم سے شادی ہی نہ کرتی۔

راحت بولی۔

تم نے شادی مجھ سے نہیں میری دولت سے کی ہے —— میں نے تم پر کبھی بھی شک نہیں کیا —— افسوس اسی بات کا ہے کہ یہ بات مجھے پہلے کیوں نہ سمجھ آئی۔

احسن کے لہجے میں اب وہ پہلا سا غصہ نہیں تھا۔

اور راحت اس سے فائدہ اٹھانا چاہتی تھی —— لکھوانے کو تو اس نے سب کچھ لکھوا لیا تھا۔ مگر وہ جانتی تھی کہ اگر احسن نے اُسے مقدمے بازی میں پھنسا دیا۔ تو وہ کبھی نہ جیت سکے گی۔ اس لئے وہ اُسے منانا چاہتی تھی —— صرف اس لئے کہ احسن کی قربت میں وہ زیادہ دولت سمیٹ سکتی ہے۔ اور لوگوں میں ظاہر کرنا بہت ضروری تھا کہ وہ احسن کی بیوی ہے۔ تاکہ کل اگر کسی مقدمے کے چکر میں پھنسے تو کچھ لوگ گواہ تو ہوں کہ وہ دونوں میاں بیوی ہیں۔

اسی لئے وہ یہ سب کچھ کر رہی تھی —— ورنہ احسن جیسے کئی آئے اور چلے گئے۔ وہ کسی کے لئے نہ روئی تھی —— نہ ہی تڑپی تھی —— احسن اسامی بہت بڑی تھی اس لئے اُسے زیادہ محنت کرنا پڑی تھی —— اور بھی وہ کسی طرح —— ڈھیٹ بن کر —— ذلیل ہو کر احسن کو قابو کرنا چاہتی تھی۔

میرے خیال میں بیٹھ کر بات کرلو ——

راحت اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے صوفے تک لے آئی۔

احسن پریشان سا اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

پھر کیا خیال ہے ——

راحت مسکرائی۔

خیال وہی ہے، میرا تم سے نباہ نہیں ہو سکتا۔

احسن نے کہا۔

کیا رٹ لگا رکھی ہے —— نباہ نہیں ہو سکتا —— نباہ نہیں ہو سکتا۔

احسن ڈیر —— نباہ ہوگا —— اور ایسا کہ دنیا ہماری مثال دیا کرے گی۔ خدا کے لئے ایک فضول سی لڑکی کے لئے اپنا گھر تباہ نہ کرو —— سوچو تو سہی کس مصیبت سے آج یہ دن آیا ہے —— اور تم بدل گئے ہو ——

احسن سوچو —— میں زہر کھا لوں —— میں تمہارے بغیر مر جاؤں گی ——

احسن میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں۔

راحت اس کے سینے سے جا چمٹی۔

احسن خاموش خاموش سا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

چلو مان جاؤ ——

راحت اس کا ہاتھ چومتی ہوئی بولی۔

مگر تم نے نکاح میں جو کچھ لکھوایا ہے۔ وہ میرے حوالے کرنا ہوگا۔

احسن کچھ سوچ کر بولا۔

ٹھیک ہے —— پرامس ——

تو لاؤ ——

کل سہی ——

راحت ہنسی۔

ٹھیک ہے ——

احسن شکست خوردہ سا بولا۔

اور پھر یوں —— راحت نے پھر احسن کو اپنی باتوں میں اُلجھا دیا۔

رات بیت رہی تھی۔

احسن کو تابندہ کے بچھڑنے کا خیال بار بار بے چین کئے جا رہا تھا۔

اور راحت اس کے زخمی سے دل پہ پیار کے پھاہے رکھ رہی تھی۔

صبح ہو گئی ——

فلائٹ چلی گئی —— احسن نہیں گیا ——

راحت اس سے ایک لمحہ بھی علیحدہ نہ ہوئی —— تب احسن نے تابندہ کی یاد کو تھپک تھپک کر سُلا دیا۔

ایک بار پھر وہ دھوکا کھا گیا —— سوچا کچھ تھا —— ہو کچھ رہا تھا۔

پھر اس نے حالات سے سمجھوتہ کر لیا۔

یہ سوچ کر —— کہ راحت ٹھیک ہو جائے گی —— شاید اچھی بیوی بن جائے۔

——— ٭ ———

نازو کی خالہ کے ہاں تابندہ کو رہتے ایک ہفتہ ہو گیا تھا۔

پہاڑوں میں گھرا ہوا خوبصورت سا کوئٹہ تابندہ کو بہت پسند آیا۔
صبح اُٹھ کر وہ برآمدے میں کھڑی ہو کر سامنے فلک بوس پہاڑ دیکھتی تو اس کے دل میں ہوک سی اُٹھتی۔

نازو کی خالہ بہت ہی مخلص اور محبت کرنے والی خاتون تھیں۔
ایک ہی ہفتے میں اُس نے نازو اور تابندہ کو پورا شہر دکھا دیا ــــ اکثر وہ شہر سے باہر سبزہ زاروں میں نکل جاتیں ــــ درختوں سے پھل توڑ کر جھولیاں بھر لیتیں ــــ چھوٹے چھوٹے سرخ سفید پٹھان بچوں سے باتیں کرتیں ــــ غیر ملکی سیاحوں سے ان کے ملک کے حالات پوچھتیں ــــ کبھی کسی جھونپڑی میں بیٹھ کر قہوہ پیتیں۔

نازو سارا وقت ہنستی رہتی ــــ اور تابندہ کھوئی کھوئی سی ــــ
نازو کی کوشش تھی کہ تابندہ سب کچھ بھول کر نئی زندگی شروع کرے
تابندہ کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا تھا ــــ ہر وقت خیالوں
گم رہتی۔

نازو کی خالہ کا بیٹا کویت سے آ رہا تھا۔
خالہ تو صبح سے بدحواس سی پھر رہی تھی۔ خالہ کا ایک ہی بیٹا تھا ــــ اور
کے لئے وہی سب کچھ تھا۔
خالہ کا بیٹا ظفر کویت میں ایرکنڈیشن بننے والی فرم میں مینجر تھا۔ اور
ہ ہر ماہ خاصی رقم بھیجا کرتا ــــ اس مرتبہ وہ ماں کو اپنے ساتھ لے
نے کے لئے آ رہا تھا ــــ اور خالہ اس کی شادی بھی کرنا چاہتی تھیں۔
لسلے میں وہ کئی لڑکیاں بھی دیکھ چکی تھیں۔ بہو کے لئے جو کچھ انہوں نے
تھا۔ وہ بڑے چاؤ اور محبت سے اس نے نازو اور تابندہ کو
کھایا۔

نازو اور تابندہ بھی ایک لڑکی جسے خالہ نے پسند کیا تھا۔ خالہ کے
دیکھنے گئی تھیں ــــ اب ہاں یا نا صرف ظفر کے آنے پر تھی۔
ظفر نے دوپہر کو پہنچنا تھا۔
اور خالہ نے جانے کیا کیا پکا ڈالا۔
نازو بھی خالہ کا ہاتھ بٹا رہی تھی۔

میٹھا بڑے شوق سے کھاتا ہے ——

خالہ باورچی خانے میں بیٹھی ہوئی تابندہ سے کہنے لگی۔

میٹھا بنایا ہے میں نے ——

نازو نل پر ہاتھ دھوتی ہوئی بولی۔

معلوم نہیں کتنے دن کے لئے آئے گا ——

خالہ ہانڈی میں چمچ چلاتی ہوئی بولیں۔

آپ کو لکھا نہیں انہوں نے ——

تابندہ بولی۔

نہیں —— مگر ہفتے کی چھٹی سے زیادہ نہیں ملتی اُسے، پہلے بھی ایک ہفتے کے لئے آیا تھا۔

خالہ فکرمند سی تھیں۔

شاید اس مرتبہ زیادہ دن کی چھٹی ہو ——

تابندہ محض خالہ کا ساتھ دینے کے لئے باتیں کر رہی تھی۔

یہی فکر تو مجھے کھائے جا رہا ہے —— اگر چھٹی ایک ہفتے کی ہوئی تو اتنے کم دنوں میں شادی کی تیاری کیسے ہو سکے گی۔ کیا خبر لڑکی والے اتنی جلدی تیاری کر سکیں گے یا نہیں ——

خالہ فکرمند سی بولیں۔

یہاں کی تیاری کا تو آپ فکر نہ کیجئے —— میں اور نازو ہیں۔ کچھ نہ کچھ کر ہی

لیں گے۔ البتہ لڑکی والوں کا مسئلہ ہے۔ مگر پہلے وہ لڑکی پسند تو کر لیں۔

تابندہ نے کہا۔

ہاں یہ بھی مسئلہ ہے —— اللہ کرے زیادہ دن کی چھٹی ہو ——

خالہ بولیں۔

نازو بھی اندر آگئی۔ کہنے لگی۔

ظفر بھائی کو پسند آجائے لڑکی —— ہے تو اچھی —— دُعا کرو۔

خالہ مسکرائیں۔

ہاں ظفر بھائی ہیں بھی بڑے سنجیدہ سے —— بڑے گھنے ہیں۔ ان کے دل کی بات کوئی نہیں جان سکتا —— میں نے بچپن میں بہت مار کھائی ہے اُن سے ——

نازو ہنس کر بولی۔

تجھے دیکھ کر بہت خوش ہوگا —— پچھلی مرتبہ آیا تھا تو تجھے پوچھتا تھا مگر تیرا کبھی خط پتر ہی نہیں آیا —— مدتوں بعد تو خط لکھتی ہو۔

خالہ ہنس کر بولیں۔

میں بھی عرصے بعد دیکھوں گی اُنہیں —— دس سال تو ہو گئے ہوں گے خالہ جب میں آئی تھی۔

نازو نے کہا۔

ہاں دس برس ہو گئے —— تمہاری امی کا انتقال ہوا تھا، جب کی

بات ہے —— پھر تم ایسی گئیں کہ پتہ ہی نہ تھا۔ کبھی کبھار خط سے تمہاری
خیریت معلوم ہو جاتی تھی۔

خالہ بولیں۔

اس مرتبہ تو میں آ ہی گئی ——

نازو ہنسی۔

کیسی کلیجے میں ٹھنڈک پڑی ہے تجھے دیکھ کر —— میں تو بھول ہی گئی تھی
کہ تیری صورت کیسی ہے۔

خالہ گلوگیر سی ہو گئیں۔

باہر ٹیکسی رکی ——

تو خالہ ایک دم باہر لپکی۔

اے ہے آ گیا ہے ظفر ——

دروازے پر ظفر کو دیکھ کر خالہ کی آواز خوشی سے کانپ رہی تھی۔

نازو بھی آگے بڑھی —— لیکن تابندہ برآمدے میں ہی کھڑی رہی۔
اگلے ہی لمحے شاندار سوٹ میں ظفر اندر آ گیا۔

ماں نے گلے لگا لیا —— خالہ کے آنسو نکل آئے۔

اور وہ مسکرا رہا تھا ——

اماں رونے کی کیا بات ہے ——

ظفر بولا —— ساتھ ہی اس کی نظر نازو پر پڑی —— اس نے سوالیہ

سے ماں کی طرف دیکھا۔

ازو کو نہیں پہچانا —— تمہاری خالہ رشیدہ کی بیٹی ——

آداب ——

نازو مسکرا کر بولی۔

جیتی رہو —— بڑی ہو گئی ہو ——

ظفر مسکرا کر بولا۔

بلکہ بوڑھی ہو گئی ہوں ——

نازو ہنسی۔

اں کے گلے میں ہاتھ ڈالے ظفر اندر آیا —— تابندہ سامنے کھڑی
نے ماتھے پر ہاتھ کے اشارے سے سلام کیا۔

نازو فوراً بولی۔

یہ میری بہن بھی ہے اور سہیلی بھی —— تابندہ ——

ب ——

ظفر بولا ——

ب ہی کمرے میں آ گئے ——

ظفر سرخ و سفید رنگت کا ہینڈسم نوجوان تھا —— بڑی بڑی آنکھیں
ڈوبی ہوئیں —— چہرے پر بلا کی متانت ——

ری —— یہ تو خوب نکلا ——

ناز و نے تابندہ کے کان میں سرگوشی کی ۔

پہلے کیسا تھا ——

تابندہ مسکرا کر بولی ۔

بالکل بے کار —— دبلا پتلا سا لمبا اتنا لگتا تھا کہ دل چاہتا تھا اس

صرف بلب اُتروائے جائیں —— اب تو خوب ہے ——

ناز و نے کہا ۔

کیا ارادہ ہے پھر ——

تابندہ آہستہ سے بولی ۔

توبہ میری —— ایسے ویسے خیالات نہیں ہیں بنّو ——

ناز و نے کانوں کو ہاتھ لگایا ۔

کیا باتیں کر رہی ہو اپنی سہیلی سے ——

ظفر نے مسکرا کر پوچھا ۔

بتا رہی ہوں کہ آپ کتنے لمبے تھے ——

ناز و نے کہا ۔

اور اب کیا چھوٹا ہوں ——

ظفر ہنسا ۔

نہیں، اب لمبے نہیں لگتے ——

ناز و ہنس دی ۔

الہ بیٹے سے چھٹیوں کا پوچھ رہی تھی ۔

اور ناز و کھانا نکالنے چلی گئی ۔

ابندہ یونہی کھوئی کھوئی سی بیٹھی رہی ۔

ھانے کے بعد خالہ نے دو تین لڑکیوں کی تصویریں ظفر کو دکھائیں ۔

ناز و ظفر کے ساتھ مل کر ہنستی رہی ۔

الہ ظفر کی رائے جاننے کے لئے بے تاب تھی ۔

لیکن ظفر نے یہ کہہ کر ٹال دیا ۔

اماں ابھی تو آیا ہوں —— اتنی جلدی رائے نہیں دے سکتا۔ دو چار

ن گے ۔

یا تو پندرہ روز کی چھٹی ہے ۔ یوں گزر جائے گی ۔

ب ٹھیک ہو جائے گا ——

ظفر تابندہ کی طرف دیکھ کر مسکرایا ۔

رات گئے تک ظفر ناز و اور تابندہ کو کویت کی باتیں سناتا رہا ۔

ناز و اس کی ہر بات دلچسپی سے سن رہی تھی ۔

لیکن تابندہ کا دھیان جانے کہاں تھا ۔

وہ کہاں بھٹک رہی تھی ۔

خالہ بہو کے لئے بنائی ہوئی چیزیں ظفر کو دکھانے لگی ۔

ظفر ماں کو محبت سے دیکھ رہا تھا ۔

اور تابندہ کو بیگم رحمان یاد آ گئی —

وہ سوچنے لگی۔

ماں عظیم ہوتی ہے — احسن کی ہو یا ظفر کی —



راحت نے احسن کو کس حد تک اپنی طرف مائل کر لیا تھا۔

وہ بے چین بے چین اس کی ہاں میں ہاں ملاتا رہتا۔

تابندہ کسی وقت بھولتی ہی نہیں تھی۔

راحت نے تابندہ والا کمرہ خود لے لیا تھا۔ اور اب وہاں راحت کی چیزیں تھیں۔ کمرے میں موتیے کی ہلکی خوشبو کی بجائے سگریٹ کا دھواں بکھرا رہتا۔

سادی سادی چیزوں کی جگہ فیشن ایبل اور نئی چیزیں آ گئی تھیں۔ فرنیچر بھی جدید طرز کا تھا — سامنے وارڈ روب میں تابندہ کے سادہ — نفیس اور خوشنما رنگوں کے کپڑے نہیں تھے۔

اب وہاں نئے اور جدید طرز کے لباس ٹنگے رہتے۔

احسن کی جب بھی نظر پڑتی۔ اُسے وہ سادگی سے سجا ہوا کمرہ زیادہ اچھا لگتا ——

کبھی کبھی تابندہ کے بارے میں سوچتے ہوئے وہ پاگل سا نظر آنے لگتا۔ پھر اس کا جی چاہتا —— سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر چلا جائے۔

کچھ عجیب سی زندگی تھی اس کی ——

کبھی راحت کے بس میں ——

اور کبھی تابندہ کے خیالوں میں ——

اور اس بازگشت نے —— اسی ذہنی جنگ نے اسے بیمار بنا دیا۔

آج کئی روز سے وہ دفتر نہیں گیا تھا۔

ڈپریشن میں پڑا رہتا۔

راحت نے کچھ دن کوشش کی کہ وہ اس کے ساتھ گھومے پھرے ——

نئے نئے پروگرام بنیں ——

لیکن احسن گم صم تھا ——

دو دن پہلے کی بات تھی ——

راحت نے کلب میں شادی کی پارٹی ارینج کی تھی۔ اور احسن کو بھی بتا دیا تھا۔

احسن نے کہا تھا کہ وہ شام پارٹی پر راحت کے ساتھ جائے گا ——

لیکن جب شام ہوئی ——

تو وہ یونہی بیٹھا تھا۔

راحت تیار ہو کر خوشبو سے مہکتی ہوئی اندر آئی۔

احسن تکیے کے بل لیٹ گیا۔

تیار نہیں ہوئے ——

راحت غصہ ضبط کر گئی۔

میں نہیں جاؤں گا ——

کیوں ——

بس طبیعت نہیں چاہتی ——

صبح تو تم نے وعدہ کیا تھا ——

کیا ہو گا —— لیکن اس وقت نہیں جا سکتا ——

احسن چڑ کر بولا۔

سوچو تو —— میں نے تمہاری طرف سے ہی لوگوں کو انوائیٹ کیا ہے۔

تم نہ گئے تو وہ لوگ اپنی انسلٹ سمجھیں گے —— اور میرا جو مذاق بنے گا وہ الگ ——

راحت ناگوار سے لہجے میں بولی۔

مجھے ان لوگوں کی کوئی پروا نہیں —— مجھے کوئی نہ ملے۔

احسن غصے سے بولا۔

تب راحت خود ہی کڑھتی جلتی چلی گئی تھی۔

احسن نے ایک دن بھی تو اس کے ساتھ اچھی طرح نہیں گزارا تھا۔

البتہ وہ اُسے برداشت کئے ہوئے تھا۔

سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کرے ——

راحت اُکتائی اُکتائی سی تھی ——

مگر پھر بھی وہ کچھ عرصہ ڈھیٹ بن کر —— زبردستی یہاں رہنا چاہتی تھی —— اسی لئے وہ احسن کے آگے پیچھے پھرتی —— اس کی ہر بات مانتی۔

ان تھوڑے سے دنوں میں اُس نے جی بھر کر شاپنگ کی ——

ہیرے کی جگمگاتی کئی انگوٹھیاں خریدیں۔

اور اب تو کچھ دن سے وہ احسن کے دفتری کاموں میں بھی دخل دینے لگی تھی۔

اس وقت بھی احسن اُلجھا اُلجھا سا لیٹا تھا کہ راحت آ گئی۔

کیا کر رہے ہو ——

راحت نے مسکرا کر اُس کے گلے میں باہیں ڈال دیں۔

کچھ نہیں ——

اس کے خیالوں کا تسلسل ٹوٹ گیا جو اُسے اچھا نہ لگا۔ اس وقت تو وہ تنہا رہ کر سوچنا چاہتا تھا۔

میں نے گھر کے لئے کچھ سامان خریدا ہے ——

راحت ہنس کر بولی۔

ہوں ——

احسن نے کوئی دلچسپی ظاہر نہ کی۔

کیش نہیں تھا —— یہ چیک سائن کر دو ——

راحت نے سامنے پڑی چیک بک اٹھائی اور اپنے بیگ سے قلم نکال کر احسن کو دیا۔

کتنی رقم ہے ——

احسن نے پوچھا۔

دس ہزار ——

راحت لاپرواہی سے بولی۔

کیا خرید ڈالا ——

ڈرائینگ روم کے لئے کرٹن اور صوفے بنوائے ہیں۔

راحت بولی۔

ہوں ——

احسن نے کروٹ بدل لی۔

بہت سست پڑ گئے ہو تم —— لاؤ میں فل کر دیتی ہوں۔ تم صرف سائن کر دو ——

راحت نے چیک پر رقم لکھی —— اور چیک بک احسن کی طرف بڑھا دی۔ احسن اس وقت صرف تنہا رہنا چاہتا تھا۔

ایک سرسری سی نظر چیک پر ڈالی اور سائن کر دیئے۔

تھینک یو ——

راحت نے چیک پھاڑ کر بیگ میں ڈال لیا۔

تم نے کھانا کھایا یا نہیں ——

راحت نے سوال کیا۔

کھا لوں گا ——

احسن بیزار سا بولا۔

اچھا تو میں ذرا بازار تک جا رہی ہوں —— بل چکا کر سامان اُٹھوا دوں ——

راحت اُٹھ کر بولی۔

ہوں ——

احسن نے کروٹ بدل لی۔

راحت نے نفرت سے احسن کی طرف دیکھا اور باہر نکل گئی۔

گاڑی میں مہدی انتظار کر رہا تھا۔

وہ آ کر اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

چلو ——

کہاں ——

مہدی بولا۔

کلب ——

راحت مسرور سی بولی۔

تو کام ہو گیا ——

مہدی مسکرا کر بولا۔

ہاں —— میں نے صرف ہندسوں میں رقم لکھی اور سائن کروا لئے۔

اب اس رقم کو ایک لاکھ بنا لو یا دس لاکھ ——

راحت ہنسی۔

مگر ہمشیرہ —— میں تو کہتا ہوں تم بہت جلد بازی کر رہی ہو —— آہستہ آہستہ معاملہ چلتا تو زیادہ کچھ ہاتھ آتا۔

مہدی نے کہا۔

او نو —— میں اس پاگل شخص سے بہت بور ہو گئی ہوں —— میں نے جو کچھ حاصل کر لیا ہے وہ بہت ہے —— زیادہ لالچ کیا تو میرا سارا خون جل جائے گا —— وہ ایک دم سٹوپڈ ہے —— پتہ نہیں کیا سمجھتا ہے اپنے آپ کو —— تم نہیں جانتے، میں بہت برداشت کر رہی ہوں اُسے —— اور اب تو مجھے اتنی نفرت ہو گئی ہے کہ بتا نہیں سکتی —— پاگل۔ جنونی ——

راحت نفرت بھری آواز میں بولی۔

تم اس کی بیوی بن چکی ہو —— اور تم اس کی پوری جائداد کی وارث ہو سکتی ہو۔ اگر کچھ صبر کرو۔

مہدی بولا۔

مجھے نہیں چاہیئے ——— میں نے اُس کے گھر میں پڑا تمام زیور اور
یش لے لیا ہے ——— اس کے علاوہ میں نے ان دنوں تقریباً ایک لاکھ
 شاپنگ کی ہے ——— اور اب یہ چیک کیش ہو جائے تو ٹھیک ہے۔
قی میں لندن میں بیٹھ کر سوچوں گی کہ اُسے کیسے بلیک میل کروں۔

راحت نے کہا۔

سیٹیں میں نے بُک کروالی ہیں ——— کل شام کے جہاز سے ———

مہدی بولا۔

ٹھیک ہے کل تک تو اُسے اس چیک کے کیش ہونے کا علم نہیں
و سکتا ———

راحت اطمینان سے بولی۔

میں پھر کہتا ہوں ہمشیرہ سوچ لو ——— تم جلد بازی کر رہی ہو ———

مہدی بولا۔

میں ہرگز جلد بازی نہیں کر رہی ——— تمہیں علم نہیں مجھے لندن کے
ہت بڑے ہوٹل سے آفر آئی ہے ——— میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔
ر جس شخص نے مجھے آفر دی ہے ——— وہ یہاں کا بہت بڑا مالدار آدمی ہے
ر ابھی بیچلر ہے اور مجھے پسند بھی ہے۔

راحت مسکرائی۔

ہوں ———

مہدی نے مسکرا کر گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

ایک بات رہ گئی ———

راحت سوچ کر بولی۔

کیا ———

مہدی نے پوچھا۔

یہ کیسے علم ہو گا کہ احسن کا بینک اکاؤنٹ کیا ہے ———

راحت نے سوال کیا۔

وہ تم فکر نہ کرو ———

مہدی بولا۔

کیوں ———

ایک کلرک میرا واقف ہے۔ وہ یہ کام آسانی سے کر دے گا ——— مگر
کچھ دینا ہو گا ———

مہدی بولا۔

بالکل ——— تم اُس سے پتہ کرآؤ ——— اس کے بعد میں رقم بھروں گی۔

راحت بولی۔

ٹھیک ہے ———

مہدی نے گاڑی بنک کے سامنے روک دی۔

——— پ ———

خالہ کی بے چینی بڑھ گئی تھی ـــــ کیونکہ ظفر نے ابھی تک کسی لڑکی کا انتخاب نہیں کیا تھا۔ اور ان کی روانگی میں صرف چار دن رہ گئے تھے۔

یہ سارے دن ظفر نے نازو اور تابندہ کے ساتھ گھوم کر ـــ نئے نئے اور مزیدار کھانے پکوانے ـــ شاپنگ کرنے اور کھیلنے میں گزار دیے تھے۔

خالہ نے سارے دن ظفر کی شادی کے فکر میں گزارے تھے ـــ وہ ظفر سے لڑ بھی پڑی تھیں۔

مگر ظفر نے اب بھی ٹال دیا تھا۔

مگر آج تو خالہ نے حد کر دی ـــ آج وہ صبح سے ناراض تھیں۔

کیا ہوا اماں ـــ

ظفر نے ہنس کر ماں سے پوچھا۔

کچھ نہیں ـــ

خالہ رو پڑیں۔

کیوں ـــ اماں ـــ

بس ٹھیک ہے ـــ میں چار دن میں کیا کر سکتی ہوں ـــ

خالہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔

ایک دن میں ہو جائے گی شادی اماں ـــ

ظفر مسکرایا۔

ہاں ایسی لڑکی جانے کہاں سے ملے گی ـــ جو ایک دن میں شادی کرے تجھ سے ـــ

خالہ ناراضگی سے بولیں۔

ایسی لڑکی ہے اماں ـــ

ظفر بولا۔

کہاں ہے ـــ

بتاتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ لڑکی مان جائے ـــ

ظفر مسکرا کر بولا۔

کون لڑکی ہے ـــ

خالہ کے چہرے پر بدستور اداسی بکھری ہوئی تھی۔

بتا دوں ——

ظفر بولا۔

تنگ نہ کرو ظفر ——

تو کان اِدھر لاؤ اماں ——

ظفر نے ماں کا چہرہ اپنی طرف موڑ لیا —— اور کان میں لڑکی کا نام بتا دیا۔

خالہ نے بات سنی —— چونکیں اور پھر مسکرا دیں۔

کہنے لگیں۔

ارے ہاں —— یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں —— لڑکی تو میرے گھر آگئی ہے اور میں باہر بھٹک رہی ہوں۔

دیکھو اماں —— کیسی لڑکی بتائی ہے ——

شریر —— تو پہلے کیوں نہ بتایا ——

خالہ مسکرائیں۔

ذرا سوچ رہا تھا ——

ظفر بولا۔

تو میں بات کروں ——

خالہ ہنس کر بولیں۔

پہلے میں خود بات کروں گا ——

ظفر بولا۔

ے لو —— تم کیا بات کرو گے ——

الہ حیرت سے بولیں۔

بات آپ خود ہی کریں گی —— میں تو ذرا اس کا عندیہ لوں گا۔

فر نے کہا۔

الہ مسکرا کر باہر نکل گئیں۔

ظفر مسکراتا ہوا کمرے سے باہر نکل آیا۔

بندہ صحن میں لگے نل پر کپڑے دھو رہی تھی۔

ر اس کے قریب آ گیا۔

آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں ——

ر ہنس کر بولا۔

ریت ——

بندہ ہنس دی۔

ریت نہیں ہے ——

ر آہستہ سے بولا۔

——

——

ئیے ——

ے میں آیئے ——

ظفر بولا۔

چلیئے ——

تابندہ پلو سے ہاتھ خشک کرتی ہوئی اُس کے پیچھے پیچھے چل دی۔

کمرے میں آکر ظفر پلنگ پر بیٹھ گیا——

تابندہ سامنے کھڑی تھی۔

بیٹھیئے نا ——

ظفر بولا۔

تابندہ اُلجھی الجھی سی بیٹھ گئی۔

بات یہ ہے کہ وہ اماں بڑی پریشان ہیں——

ظفر بولا۔

خیریت ——

تابندہ نے کہا۔

کہتی ہیں صرف چار دن میری چھٹی رہ گئی ہے اور میں نے لڑکی پسند نہیں کی۔

ظفر بولا۔

ہاں یہ ٹھیک ہے—— آپ کیوں لیٹ ہو رہے ہیں—— وہ بیچاری واقعی بہت پریشان ہیں—— اب کچھ کر ڈالئے ——

تابندہ خوش دلی سے بولی۔

اسی لئے تو آپ سے بات کر رہا ہوں ——

ظفر بولا۔

کیا مطلب ——

تابندہ گھبرا گئی۔

مطلب یہ کہ لڑکی مجھے پسند آگئی ہے بس آپ کی مدد چاہیئے۔

ظفر بولا۔

کون ہے وہ ——

تابندہ جلدی سے بولی۔

نازو——

ظفر بولا۔

ہیں—— یہی ——

تابندہ خوش ہو کر بولی۔

ہاں —— نازو مجھے بچپن سے پسند ہے۔ اور میں نے بہت سوچ فیصلہ کیا ہے۔ بشرطیکہ نازو کو کوئی اعتراض نہ ہو—— میں نے اسی پہلے آپ سے بات کی ہے۔ آپ اُس سے اس سلسلے میں گفتگو کریں اگر راضی ہو تو ایک دو دن میں ہی سب کچھ ہو جائے گا۔

میں اس سے ابھی بات کرتی ہوں ——

تابندہ جلدی سے بولی۔

میں انتظار کر رہا ہوں ——

ظفر مسکرا کر بولا۔

ٹھیک ہے ——

تابندہ اُٹھ کر تیز تیز قدموں سے باہر نکل گئی۔

نازو کی زندگی بن جائے —— کتنی اچھی بات ہے —— کہاں تک تنہا زندگی کا بوجھ اٹھاتی پھرتی —— اور پھر ظفر سے بھی بہت اچھا —— سب سے بڑی بات دیکھا بھالا —— جانا پہچانا —— اپنا عزیز ——

تابندہ کو جیسے زندگی میں پہلی خوشی ملی تھی —— اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔

نازو کمرے میں کپڑے استری کر رہی تھی۔

نازو ——

تابندہ ہنس کر اس سے لپٹ گئی۔

ارے —— کیا مل گیا —— اتنی خوش ہو ——

نازو ہنس کر بولی۔

کچھ مل ہی گیا ہے ——

تابندہ نے اس کی طرف شریر سی نظروں سے دیکھا۔

یوں لگتا ہے بہت بڑی خوشی ملی ہے۔ جب ہی تو چہرہ گلنار ہو رہا۔

نازو نے اس کی طرف غور سے دیکھا۔

ایمان سے —— اتنی بڑی خوشی زندگی میں ملی۔

تابندہ کے چہرے پر بھی خوشی بکھری ہوئی تھی۔

بتا پھر ——

بتاتی ہوں —— مگر ایک شرط ہے ——

کیا ——

میری بات تمہیں ماننا ہوگی —— آنکھیں بند کر کے ——

واہ —— یہ کیا شرط ہوئی ——

نازو کپڑے ایک طرف رکھتے ہوئے بولی:

ہاں شرط ضروری ہے ——

نہ بھئی —— یہ مجھے منظور نہیں —— پتہ نہیں کیا منوانا چاہتی ہے

دیکھ میری طرف ——

تابندہ نے اس کی ٹھوڑی پکڑ کر اس کا چہرہ اپنے سامنے کر لیا۔

کہنے لگی۔

میں تجھے عزیز ہوں ——

ہاں ——

میں تیرے لئے اچھا سوچوں گی نا ——

بات کیا ہے ——

نازو ہنسی۔

تیری شادی کر رہی ہوں ——

تابندہ نے اس کے دوپٹے سے اس کا گھونگھٹ کاڑھ دیا۔

کہاں نانی اماں ——

نازو نے ہنس کر پوچھا۔

ظفر کے ساتھ ——

تابندہ مسکرائی۔

گھاس کھا گئی ہے ——

نازو بولی۔

ایمان سے بالکل سچ کہہ رہی ہوں۔ ابھی مجھے ظفر بھائی نے بلا کر یہی بات کی ہے کہ وہ تجھے بچپن سے چاہتا ہے۔ اور تیرے علاوہ کبھی کہیں شادی نہیں کرنا چاہتا —— کہہ رہے تھے مجھے نازو بہت پسند ہے۔ اور اللہ قسم میری منتیں کر رہے تھے۔

تابندہ کو نازو نے پہلی بار اتنا خوش دیکھا۔

ہنس کر بولی۔

بکواس نہ کر ——

یہ بکواس ہے ——

تابندہ بپھر گئی۔

تو اور کیا ہے ——

میں شادی وادی کے چکر میں نہیں پڑتی۔

نازو تابندہ کو تنگ کرنے کے لئے بولی۔

کیوں ——

تابندہ نے پوچھا۔

بس —— اپنی آزاد زندگی ہے ——

نازو لاپروائی سے بولی۔

نخرے مت دکھا اب —— ایمان سے ظفر بھائی بہت اچھے ہیں۔ سارے زمانے میں ڈھونڈو گی تو ایسا شوہر نہیں ملے گا۔

تابندہ بے بسی سی بولی۔

کیا سرخاب کے پر لگے ہیں ظفر میں ——

نازو ہنسی۔

دیکھ نازو تنگ نہ کر —— مذاق چھوڑ اور سیدھی طرح بات کر —— ذرا سوچ پہاڑ سی زندگی اکیلے کیسے گزارو گی۔

تابندہ سنجیدگی سے بولی۔

یہ آج تجھے باتیں کتنی آگئی ہیں —— میں تو حیران ہوگئی ہوں —— کتنے ڈائیلاگ بول رہی ہے۔

نازو قہقہہ لگا کر بولی۔

خدا کے لئے سنجیدہ ہو جا ——

تابندہ روہانسی ہوگئی۔

لو ہوگئی ——

نازو نے سنجیدہ سا منہ بنالیا۔

بتا پھر کیا سوچا ——

تابندہ نے پوچھا۔

کس کے لئے ——

ظفر سے شادی ——

تیری کیا مرضی ہے ——

نازو نے پوچھا۔

میں تو کہتی ہوں آنکھیں بند کر کے کرلے —— اللہ کرے گا تیری زندگی
بہت اچھی گذرے گی —— ظفر تیرا اپنا ہی تو ہے۔

ہوں ——

نازو سوچنے لگی۔

بتا جلدی —— وہ میرا انتظار کر رہا ہے ——

تابندہ کے دل میں ہلچل مچی ہوئی تھی۔

اچھا تو کہتی ہے تو کرلیتی ہوں ——

نازو نے تابندہ کی طرف بڑے پیار سے دیکھا۔

اور تابندہ نے نازو کو گلے لگالیا —— کہنے لگی۔

اللہ تجھے سکھی رکھے ——

مگر ایک شرط ہے ——

نازو جلدی سے بولی۔

کیا ——

تو میرے ساتھ رہے گی ——

دیکھی جائے گی —— کہتے ہوئے تابندہ ظفر کے کمرے کی طرف چلی گئی۔

احسن آج کئی دن بعد دفتر آیا تھا۔

رفیق صاحب نے میٹنگ بلالی۔

وہ میٹنگ میں بیٹھا تھا کہ راحت کا فون آگیا ——

ہیلو ڈارلنگ ——

کیا ہے ——

احسن نے پوچھا۔

میں دو روز کے لئے کراچی جا رہی ہوں ——

راحت بولی۔

کیوں ——

احسن نے پوچھا۔

میری ایک کزن لنڈن سے آ رہی ہے اُسے ریسیو کرنا ہے ——

راحت بولی۔

ہوں —— ٹھیک ہے ——

احسن بولا۔

تم گھر کس وقت آؤ گے ——

راحت نے پوچھا۔

میں شام تک آؤں گا ——

احسن نے جواب دیا۔

تو پھر تمہاری میری ملاقات نہ ہو سکے گی —— میں دوپہر کے جہاز سے جاؤں گی ——

راحت نے کہا۔

ٹھیک ہے ——

احسن نے کہا۔

تو پھر خدا حافظ ——

راحت ہنسی۔

اس کی یہ ہنسی طنزیہ بھی تھی اور فاتحانہ بھی ——

احسن نے فون بند کر دیا۔

باقی لوگ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ احسن نے ریسیور رکھا تو رفیق صاحب نے لوگوں کو متوجہ کیا۔

اور پچھلے دو ماہ کی پروڈکشن کی جانچ پڑتال ہونے لگی۔
نازو کی جگہ ایک کرسچین عورت نے لے لی تھی۔
احسن نے نازو کی سیٹ پر اُسے بیٹھے دیکھا۔ تو اُس کے دل میں ایک
ک سی اُٹھی۔
کتنی ہمدرد نکلی نازو —— تابندہ کا ایسے وقت میں ساتھ دے رہی
ہے —— جانے کہاں ہوں گی دونوں ——
نازو نے یقیناً تابندہ کو اپنے ساتھ رکھا ہوگا۔
میٹنگ ختم ہوئی۔
تو ڈھیر ساری فائلیں اُس کے سامنے آگئیں۔
وہ دستخط کرتا رہا ——
چار بج گئے ——
اسٹاف بھی بیٹھا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔
احسن نے ریسیور اُٹھایا۔
بینک کے مینجر کا فون تھا۔
ہیلو احسن اسپیکنگ ——
احسن نے کہا۔
احسن صاحب آپ نے آج دس لاکھ کا چیک دیا ہے کسی کو ——
مینجر نے پوچھا۔

کیا مطلب —— ؟
احسن نے چونک کر پوچھا۔
کل آپ کا سائن شدہ ایک چیک ایک خاتون لے کر آئی تھیں مگر
ند ہو چکا تھا اس لئے چیک کیش نہیں ہو سکا۔ خاتون اپنے آپ کو آپ کی
تاتی ہیں۔ اس لئے میں شک کی جرات بھی نہیں کر سکتا —— بہرحال
ہ بہت جلدی میں ہیں اور دوسرے کمرے میں بیٹھی ہیں۔ میں نے آپ
تصدیق کرنا ضروری سمجھا۔ اسی لئے فون کر رہا ہوں۔
احسن کا چہرہ سُرخ ہو گیا ——
تو کیش دے دوں اُنہیں ——
مینجر نے پوچھا۔
نہیں —— احسن بولا۔
مجھ سے دھوکا ہوا ہے —— آپ چیک اپنے قبضے میں کر لیجئے میں
پہنچ رہا ہوں۔
احسن نے فون رکھا اور تیز تیز قدموں سے باہر نکل آیا۔
گاڑی اسٹارٹ کی اور بینک کی طرف چل دیا۔
راستے بھر ——
اُس کے دل و دماغ میں ہلچل سی مچی ہوئی تھی۔
راحت کتنی دھوکے باز نکلی۔

ذلیل — کمینی — دولت کی پجارن —
ایک یہ ہے — جو مجھے لوٹ لینا چاہتی ہے — اور ایک وہ تھی —
جو لٹ گئی —

مہدی باہر کھڑا تھا۔

جہاز چلنے میں صرف ایک گھنٹہ رہ گیا تھا۔

راحت بے چین تھی۔

احسن کو دیکھ کر مہدی کی جان نکل گئی۔

احسن گاڑی سے اتر کر سیدھا مینجر کے کمرے میں گیا۔

راحت سامنے بیٹھی تھی — احسن کو دیکھ کر رنگ پیلا پڑ گیا لیکن احسن
کو دیکھ کر وہ مسکرائی — کہنے لگی۔

اچھا ہوا تم آ گئے — مینجر صاحب چیک کیش نہیں کر رہے۔

ہوں —

احسن نے مینجر سے چیک لے لیا۔ اور بولا۔

تھینک یو مسٹر —

راحت سب سمجھ گئی تھی۔ کہنے لگی۔

مجھے یقین نہیں ملے گا —

تم گھر چلو میرے ساتھ —

احسن آہستہ سے بولا۔

احسن نے کچھ اس طرح کہا کہ راحت اُسے نئے چکر میں پھنسانے کا
چ کر اس کے پیچھے پیچھے چل دی۔

تم بھی آؤ —

احسن مہدی کو دیکھ کر بولا۔

راحت احسن کے ساتھ اگلی سیٹ پر آ بیٹھی۔

احسن گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔

میں نے تمہیں کہا تھا نا — کہ میں کراچی جا رہی ہوں — میری
ن اصل میں لندن سے بہت خوبصورت گاڑی لا رہی ہے — میں
چ رہی تھی تمہیں سرپرائز دوں گی —

راحت ہنس ہنس کر اپنی گھبراہٹ چھپا رہی تھی۔

گاڑی دس لاکھ روپے کی ہو گی —

احسن اس کی طرف دیکھ کر بولا۔

نہیں — وہ — کچھ اور بھی تو شاپنگ کرنا تھی مجھے —

راحت گھبرائی۔

ابھی دل نہیں بھرا شاپنگ سے —

احسن طنزیہ ہنسا۔

کونسی شاپنگ کی ہے میں نے —

راحت اس کی طرف دیکھ کر ہنسی۔ اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

اور کہنے لگی۔

بیوی بھی تو میں بہت امیر آدمی کی ہوں۔

کیا کروں گی اتنی شاپنگ کر کے ——

احسن آہستہ سے بولا۔

شان دکھاؤں گی لوگوں کو —— زندگی چار دن کی ہے مائی ڈیر ہنس کر اور دنیا کی ہر نعمت پا کر گزاری جاتے تو کیسا ہے۔

راحت آنکھ میچ کر بولی۔

ہوں —— شاید تم سچ کہتی ہو ——

کوٹھی آ گئی ——

احسن راحت کے ساتھ ساتھ سیدھا اپنے بیڈروم میں آیا۔ اُس کے چہرے پر کوئی گھبراہٹ —— کوئی غصہ —— نہ تھا۔ بہت ہی سکون سے اس نے دروازہ کھولا۔

رائٹنگ پیڈ نکالا —— اور کچھ لکھنے لگا۔

راحت خاموش بیٹھی اُسے دیکھ رہی تھی۔

کاغذ تہہ کر کے احسن نے ٹیلی فون اپنے سامنے رکھ لیا اور کوئی نمبر ڈائل کئے۔

ہیلو —— آپ، پلیز ابھی میری کوٹھی پہنچ جائیں —— اور ہاں اسلم صاحب کو بھی ساتھ لے آئیں —— پلیز —— میں انتظار کر رہا ہوں۔

احسن نے ریسیور رکھ دیا۔

تم نے کسے فون کیا ہے ——

راحت شکی سی ہو گئی۔

گھبرانے کی بات نہیں ——

احسن سکون سے بولا۔

پھر بھی کسے فون کیا ہے تم نے ——

راحت جلدی سے بولی۔

گھبراؤ نہیں —— پولیس کو فون نہیں کیا۔

احسن بولا۔

مگر —— میری بڑی عزت ہے شہر میں —— سمجھی ——

احسن غصے سے بولا۔

مگر تم بتاتے کیوں نہیں ——

راحت بولی۔

ابھی آ جاتے ہیں وہ لوگ —— مل لینا ——

احسن نے کہا۔

راحت بے چینی سے ٹہل رہی تھی —— باہر مہدی بے چین تھا۔ اور احسن بڑے سکون سے سگریٹ ہاتھ میں لئے بیٹھا تھا۔

تھوڑی ہی دیر میں چیئرمین اور اسلم وکیل آ گئے۔ ان کے ساتھ دو

آدمی اور بھی تھے۔

راحت اُن میں سے کسی سے واقف نہیں تھی۔

احسن اٹھ کر اُن سے ملا۔

تشریف رکھئے ——

احسن بولا ۔۔

راحت حیران سی تھی —— کہنے لگی۔

میں جاؤں —— پلین مس ہو جائے گا۔

دوسرا پلین مل جائے گا —— بیٹھو —— میں نے تمہیں بھیجنے کے لئے ہی ان سب کو تکلیف دی ہے۔

احسن اس کی طرف دیکھ کر بولا۔

کیا مطلب —— ؟

راحت جلدی سے بولی۔

یہ علاقے کے چیئرمین صاحب ہیں، اور آپ مسٹر اسلم ایڈووکیٹ ——

احسن سنجیدگی سے بولا۔

کہنے لگا۔

مسٹر اسلم چند دن پہلے میں نے راحت سے نکاح کیا تھا جس میں یہ فرماتی ہیں کہ انہوں نے مجھ سے ساری جائیداد اپنے نام لکھوالی ہے جس کا مجھے کوئی علم نہیں۔ میں نے دو لاکھ روپے حق مہر ضرور رکھا تھا۔ جو میں ابھی انہیں بذریعہ

چیک پیش کروں گا۔ میری اور ان کی بالکل نہیں بن سکتی۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ انہیں طلاق دے دوں —— ابھی اور اسی وقت —— باقی رہا کر انہوں نے مجھ سے تمام جائیداد لکھوالی ہے —— وہ یہ مقدمہ کریں —— کچھ کریں —— میں بھی اس کا جواب دے سکتا ہوں۔

آپ کچھ کہنا چاہتی ہیں ——

اسلم راحت کی طرف دیکھ کر بولا۔

کچھ نہیں ——

کیا مطلب —— ؟

چیئرمین بولے۔

مجھے بھی اِسی وقت طلاق چاہیئے اور مہر کی رقم بھی —— مجھے ان کی جائیداد سے کوئی واسطہ نہیں ——

راحت جلدی سے بولی۔

آپ یہاں سائن کر دیجئے ——

وکیل نے کاغذ پر لکھ کر سائن لے لئے۔

احسن نے دو لاکھ کا چیک کاٹ دیا اور بولا۔

تم جا سکتی ہو ——

چیئرمین نے طلاق کا کاغذ بنایا۔ اور دونوں سے دستخط کروا کر ایک ایک کاپی دونوں کو دے دی اور ایک خود رکھ لی۔

راحت نے نفرت سے احسن کی طرف دیکھا اور بولی۔

تھینک یو ——

تم جیسے دیوانے کے ساتھ میری زندگی کبھی نہیں گزر سکتی تھی۔

راحت باہر نکل گئی۔

تھوڑی دیر میں چیئرمین اور اسلم صاحب بھی چلے گئے۔

تو احسن کو یوں لگا۔

جیسے اس کے سینے پر پڑا بہت بھاری پتھر کسی نے اُٹھالیا ہے۔

اس نے سکون سے تکیے پر سر رکھ لیا۔

میاں سیف تو خالی پڑا ہے ——

کریمن بُوا گھبرائی ہوئی آئیں۔

کوئی بات نہیں — جانے دو ——

احسن بولا۔

مگر میاں نقدی اور زیور کل ملا کر پچاس ہزار سے زیادہ تھے۔

کریمن بُوا بولیں۔

پھر بھی سستا چھوٹا بُوا ——

احسن مسکرایا اور سکون سے آنکھیں بند کر لیں۔

آج نازو کی شادی تھی ——

خالہ نے اپنی بساط کے مطابق بھاگم بھاگ کچھ نہ کچھ انتظام کر لیا تھا۔

خالہ کے ملنے والے بھی آئے تھے۔

ظفر کے پرانے دوست بھی ——

نازو کی طرف سے صرف تابندہ تھی —— جو صبح سے ہی بھاگی بھاگی پھر رہی تھی۔ ہر کام خوشی خوشی نپٹا رہی تھی۔

اس کی پیاری نازو کی زندگی بن رہی تھی۔

نازو —— جس نے اُسے بے انتہا پیار دیا تھا —— مگر یہاں بے انتہا خوشی تھی۔

وہاں نازو کی جدائی سے دل ہول رہا تھا۔

اور ساتھ ہی ساتھ اپنے اکیلے ہو جانے کا خوف جان کھائے جا رہا تھا۔

میں پھر تنہا ——

میں پھر اکیلی ——

کہاں جاؤں گی ——

کہاں رہوں گی ——

میرا تو کوئی بھی نہیں ——

احسن کے ہاں تو جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا —— وہاں راحت تھی۔ اور خالہ رابعہ —— جانے زندہ ہیں یا نہیں —— غفورا ہو گا وہاں،

کہاں جاؤں گی ——

رہ رہ کر یہ سوال اُسے پریشان کر رہا تھا۔

مگر —— وہ نازو کے سکھی ہو جانے کی خوشی میں پھر بھول جاتی —— اور کام میں لگ جاتی۔

بڑے چاؤ —— اور بڑے پیار سے وہ اُسے دُلہن بنا رہی تھی۔

نازو اُس کو پیلا رنگ دیکھ کر اُس کی دلی کیفیت سمجھ رہی تھی۔

وہ تو چاہتی تھی کہ تابندہ ساتھ ہی جائے —— مگر ویزے اور پاسپورٹ کا جھگڑا تھا —— جو آسانی سے حل نہیں ہو سکتا تھا۔

نازو جیسی ہنس مکھ لڑکی ——

نازو جیسی زندہ دل لڑکی ——

آج رونے جا رہی تھی ——

شاید ماں باپ یاد آ رہے تھے۔

یا تابندہ کی تنہائی کا خیال تھا۔

صبح سے وہ کئی بار تابندہ کے گلے لگ کر روئی تھی۔

اس وقت بھی —— جب تابندہ نے دُعا مانگ کر جھلمل جھلمل کرتا ٹیکہ اس کے ماتھے پر سجایا۔

تو وہ رو پڑی۔

پگلی ——

تابندہ نے بمشکل اپنے آنسو چھپائے ——

تابی —— تو کہاں جائے گی ——

نازو بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

میرا فکر نہ کر نازو —— اللہ مالک ہے ——

آواز تابندہ کے حلق میں پھنس گئی ——

پھر بھی —— کہاں جائے گی ——

نازو اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے کر بولی۔

کہیں چلی جاؤں گی —— تو اس وقت رونا نا نازو —— میں چلی جاؤں گی۔

کہیں بھی —— میرا کیا ہے —— اکیلی ہوں نا —— فی الحال کسی کے گھر ٹیوشن وغیرہ کر لوں گی۔ جب ڈھنگ کا کام ملے گا تو مشکل آسان ہو جائے

گی ـــ مگر ـــ خدا کے لئے نازو اس وقت نہ رو ـــ میرا دل ٹکڑے
ہوا جا رہا ہے ـــ نہ رو ـــ

تابندہ ہنس رہی تھی لیکن آنسو بہے جا رہے تھے ـــ حلق میں چیخیں
پھنس رہی تھیں ـــ دل جیسے پھٹنے کو تھا۔

لیکن نازو ـــ ضبط نہ کر سکی۔

پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

تُو تو دیوانی ہے۔ ـــ

تابندہ نے اُسے گلے لگا لیا۔

نازو ـــ

تابندہ نے اپنی انگلی سے انگوٹھی اتاری ـــ جو خالہ رابعہ نے بی۔اے
کرنے پر اسے بنوا کر دی تھی۔

نازو نے اُس کی طرف دیکھا۔

میں تجھے کچھ نہیں دے سکتی ـــ مگر یہ لے ۔ میرا دل خوش ہو
جائے گا ـــ

تابندہ نے انگوٹھی اس کے سامنے کر دی۔

اس کی آنکھوں میں اتنی تمنائیں ـــ اتنی مایوسیاں ـــ اتنی التجائیں ـــ
اتنی بے بسی ـــ اتنا پیار ـــ اتنی محبت تھی کہ نازو نے اپنا ہاتھ آگے
کر دیا۔

تابندہ نے بڑے پیار سے انگوٹھی اس کی انگلی میں پہنائی۔

اور نازو نے اپنی انگلی چُوم لی۔

تابندہ نے اُس کی طرف دیکھا ـــ اور اس کے ہاتھ پہ سر رکھ کر
سسک پڑی۔

اُسی وقت نکاح کے لئے لوگ آ گئے۔

اور نازو ظفر کی ہو گئی۔

شام تک مہمان رہے ـــ

تابندہ کبھی اندر اور کبھی باہر ـــ بے چین سی گھوم رہی تھی۔

تابی ـــ

نازو نے اُسے پاس بلایا۔

ہوں ـــ

تم ہوسٹل چلی جانا فی الحال ـــ

اُسے یہ ہی فکر کھا رہا تھا۔

نہیں نازو ـــ

تابندہ بولی۔

مانو میری بات ـــ ابھی میرا سامان بھی وہاں پڑا ہے ـــ چابی ابھی
دیتی ہوں تمہیں ـــ کچھ دن وہاں رہنا ـــ پھر کوئی کام ڈھونڈ لینا۔

بھئی کم از کم رہنے کی جگہ تو ہے نا ـــ

نازو بولی۔

تم کہتی ہو تو چلی جاؤں گی ——

نازو نے چابی اُسے دی اور دو سو روپے کے نوٹ تابندہ کے
بیگ میں چپکے سے ڈال دیئے۔

شام ہو گئی ——

ظفر خوش خوش اندر آیا۔

دُلہن دکھاؤ ہمیں ——

ظفر بولا۔

تابندہ نے نازو کا گھونگھٹ اور لمبا کر دیا۔

کہنے لگی۔

زوردار منہ دکھائی ——

مجھے ہی دے دیں ——

ظفر بولا۔

خالہ جانے کی تیاری میں لگی تھیں۔

اور پھر رخصت کا وقت آگیا —— تابندہ نے بھی اپنا اٹیچی جو نازو کا
ہی تھا تھام لیا —— نازو نے ظفر سے کہہ دیا کہ تابندہ کو اپنے کسی جاننے
والے کے ساتھ سٹیشن بھجوا دیں۔

باہر کار کھڑی تھی —— نازو اور تابندہ گلے ملیں تو دونوں کی چیخیں

نکل گئیں۔

خالہ نے تابندہ کو پیار سے لپٹا لیا۔

ظفر سے ملتے ہوئے تابندہ کی آنکھوں میں التجا تھی۔

میری بہن کو اُداس نہ ہونے دینا۔

ظفر نے پیار سے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

اور نازو کو خالہ اور تابندہ دونوں نے کار میں لا بٹھایا۔

وہ ایران تک بائی روڈ جا رہے تھے —— ظفر کا کوئی دوست بھی ساتھ تھا

خالہ نازو کے ساتھ جا بیٹھیں۔ اور کار اسٹارٹ ہو گئی۔

تابندہ تنہا کھڑی تھی۔

آنکھوں میں آنسو بھی نہیں تھے —— بس دل پھٹا جا رہا تھا۔

آئیے —— ظفر کا دوست اس کے قریب آگیا۔

جی ——

گاڑی میں صرف آدھ گھنٹہ باقی رہ گیا ہے ——

ظفر کا دوست بولا۔

جی ——

چلیے پھر ——

ظفر کا دوست سٹیشن تک اس کے ساتھ آیا۔

ٹکٹ خریدا —— گاڑی میں سوار کرا کر پوچھنے لگا۔

کوئی چیز چاہیئے تو اپنا بھائی سمجھ کر حکم دیجئے ——

شکریہ بھیّا ——

تابندہ نے کہا۔

تابندہ کے منع کرنے کے باوجود وہ بسکٹ اور پھل کی ٹوکری اُسے دے گیا۔

گاڑی چل پڑی ——

اندھیرے راستوں کو چیرتے ہوئے ——

اور وہ کھڑکی سے باہر دیکھے جا رہی تھی —— شاید روشنی ——

کچھ پتہ چلا میاں ——

کریمن بُوا احسن کو دیکھتے ہی بولیں۔

نہیں بُوا ——

احسن تھکا تھکا سا بولا۔

کوئٹہ تو چھوٹا سا شہر ہے، پتہ نہیں چلا کہ نازو کی خالہ کہاں رہتی ہے۔

کریمن بُوا فکرمند سا چہرہ لئے اس کے سامنے کھڑی تھیں۔

اتنا چھوٹا شہر نہیں بُوا —— میں تو تین دن وہاں رہا۔ جگہ جگہ تلاش کرتا پھرا۔ مگر کچھ پتہ نہیں چلا —— اور پھر مشکل یہ ہے کہ مجھے نازو کی خالہ کا نام پتہ بھی نہیں معلوم —— نام کے بغیر کیسے پتہ چل سکتا ہے ——

احسن نے کہا۔

پتہ نہیں بے چاری کہاں ہو گی ——

کریمن بوا بولیں ۔

کیا پتہ ——

احسن مایوس سا ہو رہا تھا

کہیں اور پتہ کیا ——

سجاد اور ثریا کے ہاں پشاور پتہ کروایا —— ان کا تبادلہ بھی یہیں ہو گیا ہے ۔ ابھی اُن سے مل کر آ رہا ہوں ۔ وہاں بھی نہیں ہے ۔

احسن نے سگریٹ نکال کر سلگایا ۔

چائے لاؤں ——

کریمن بوا بولیں ۔

نہیں بوا ——

اچھا میاں اللہ کرے —— میں نے فال بھی نکلوائی ہے ۔ پتہ چلا ہے کہ جلدی مل جائے گی ۔

شاید ——

احسن بے بس سا بولا ۔

کریمن بوا باہر نکل گئیں ۔

اور احسن بستر پر لیٹ گیا —— دل میں ٹیسیں سی اُٹھ رہی تھیں ۔ جب سے راحت گئی تھی وہ تابندہ کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا تھا ۔ تابندہ

کہیں پتہ نہ تھا ۔

وہ کوئٹہ بھی گیا —— سارا دن بازاروں، سڑکوں پر تلاش کرتا ——

نہ ہی اُسے نازو نظر آئی نہ تابندہ ——

تھک ہار کر واپس آ گیا ۔

پشاور ٹرنک کال کی —— تو پتہ چلا ثریا اور سجاد پھر یہاں آ گئے ہیں ۔

سجاد اور ثریا پہلے تو شادی کا سُن کر حیران ہوئے ۔ پھر ساری داستان سُنی ۔

ثریا تو اپنی سہیلی کی بے بسی پہ رو دی تھی ۔

ثریا نے خالہ رابعہ کے گھر کا پتہ دیا احسن وہاں بھی گیا —— مگر وہاں کوئی بھی نہ تھا —— نہ خالہ رابعہ اور نہ کوئی اور —— مکان پر تالا پڑا تھا ۔ اور پھر وہ شام کی فلائیٹ سے واپس آ گیا ۔

تابندہ کہاں ہو تم ——

احسن نے تڑپ کر سر اُٹھایا ۔

آ جاؤ —— خدا کے لئے —— میں مر جاؤں گا ——

احسن کی آنکھیں سُرخ ہو گئیں ۔

آواز بھاری ہو رہی تھی ۔

دل میں جیسے کچھ چبھ رہا تھا ۔

تابندہ کے ساتھ کی ہوئی زیادتی یاد آتی تو دل ٹکڑے ہو جاتا ۔

اُسے وہ دن بھی یاد تھا ۔ جب تابندہ کا ہاتھ اُس نے ہونٹوں سے لگا

کہہ کہا تھا کہ وہ راحت سے ناطہ توڑنے جا رہا ہے۔

لیکن وہ راحت کے ساتھ ناطہ توڑنے کی بجائے راحت کا ہوگیا۔

اور تابندہ کے ہونٹوں پر چپ لگ گئی۔

کیا سوچتی ہوگی — اپنی ساری زندگی میری خوشی پر قربان کر دی اُس نے

مجبور اور بے بس —

میں کتنا گنہگار ہوں — مجرم ہوں —

میں نے اس کی زندگی کی بہاریں اُجاڑ دیں - اور وہ بے چاری —

چُپ چاپ ایک بار پھر چلی گئی۔ جبکہ اس کے پاس سر چھپانے کے لئے کوئی جگہ بھی نہ تھی۔

نہ کوئی اپنا — نہ کوئی گھر — اور نہ کوئی ٹھکانہ —

کہاں ہو تابندہ — ایک بار مجھے مل جائے۔ میں تمہارے سارے دکھ سمیٹ لوں گا —

مل جاؤ — خدا کے لئے آجاؤ تابندہ —

خالہ مجھے نوکری مل گئی۔

تابندہ خوشی سے چلائی —

کہاں بیٹی —

جہاز کے دفتر میں — ایئر ہوسٹس بن گئی میں خالہ — اب تجھے ساری دنیا میں گھماؤں گی خالہ —

تابندہ خالہ رابعہ سے لپٹ گئی۔

یا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے —

ابھی تو ٹریننگ ہوگی چھ ماہ کی —

تابندہ کے چہرے پر مدتوں بعد خوشی آئی تھی۔

بیٹی رہیں گے تو یہیں —

نہیں خالہ ––– کراچی چلیں گے، وہاں ٹریننگ حاصل کرنا ہے۔

اچھا –––

خالہ رابعہ بولیں۔

ہاں –––

اچھا تو ہاتھ منہ دھولے میں تیرے لئے کھانا لاؤں۔

کیا پکایا ہے خالہ –––

تابندہ نے پوچھا۔

دال –––

اچھا ––– تم آرام کرو خالہ ––– میں خود ہی کھا لیتی ہوں۔

خالہ رابعہ اس کے کپڑے دھونے نل پر بیٹھ گئیں اور وہ باورچی خانے
چلی گئی۔

باورچی خانہ تو نہیں تھا۔ اینٹوں کی دیوار کے اندر چولہا بنا کر باورچی خانہ
ن گیا تھا۔

یہ گھر انہوں نے پچھلے دس دن سے کرائے پر لیا تھا۔

تابندہ سیدھی خالہ رابعہ کے پاس آئی تھی۔

خالہ رابعہ اسے مل گئیں۔

لیکن وہاں رہنا خطرے سے خالی نہیں تھا ––– غفورا کسی بھی وقت آسکتا تھا۔
لئے وہ خالہ کو لے کر فوراً راولپنڈی آگئی۔

دو دن نازو کے کمرے میں رہی ––– اور پھر شہر کے غریب سے محلے
میں ایک کمرے کا مکان ڈھونڈ لیا۔

خالہ آتی مرتبہ ضروری سامان لے آئی تھی۔ دونوں یہیں رہنے لگیں۔

اخبار میں ایئرہوسٹس کی ضرورت پڑھ کر اس نے انٹرویو دے ڈالا۔ اور آج
وہ سلیکٹ ہوگئی تھی۔

خالہ رابعہ کتنا رو رو کر اس سے ملی تھی۔

اس کے ساتھ جو کچھ ہوا اس نے خالہ کو سنا ڈالا تھا۔

اور اب ––– محبت کرنے والی خالہ اس کے ساتھ تھی۔

کھانا کھا کر اس نے نازو کو خط لکھا۔

اور پھر رضائی اوڑھ کر لیٹ گئی۔

آج انٹرویو دینے کے بعد وہ احسن کے دفتر کے پاس سے گذری تھی۔

تب اسے احسن یاد آگیا۔

بے وفا –––

بڑے دکھ سے اس نے اپنے اندر احسن کی محبت تلاش کی۔

احسن کی محبت جوں کی توں تھی۔

اس سارے عرصے جب بھی احسن کی یاد نے اسے بے چین کیا۔

وہ فوراً ہی اپنے آپ کو مصروف کر لیتی۔

چاہتی تھی کہ بھول جائے ––– مگر بھول جانا کہیں اپنے بس میں

ہوتا ہے ——

وہ جتنا بھی چھپاتی —— جتنے بھی پردے ڈالتی ——

لیکن احسن کی یاد کبھی کبھی تو سب کچھ ہٹا کر نکل آتی۔

تب اُس کا سینہ جلنے لگتا ——

آنکھیں بھیگ جاتیں ——

اور دل میں کہیں کرچیاں چبھنے لگتیں ——

اس وقت بھی وہ کرچیاں اُسے چبھ رہی تھیں۔

آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔

اور سینہ جل رہا تھا۔

اور پھر —— پلک جھپکتے ہی چھ ماہ گزر گئے ——

تابندہ نے ٹریننگ مکمل کر لی تھی —— اور اب وہ راولپنڈی آگئی تھی۔

ابھی اُسے فوکر طیارے کی فلائٹ پر ڈیوٹی ملی تھی۔

وہ روز —— پنڈی سے لاہور —— اور لاہور سے پنڈی واپس آجاتی۔

اپنے اسٹاف میں وہ بہت ہی بیزرور رہتی۔

نہایت خاموشی اور محنت سے ڈیوٹی کرتی اور گھر آجاتی۔

گھر میں خالہ رابعہ جیسی مشفق ہستی ہوتی —— دونوں باتیں کرتیں۔

تابندہ دن بھر کی مصروفیت کا حال خالہ رابعہ کو سناتی۔ اور خالہ رابعہ ہر وقت اس کے لئے دُعاگو رہتی۔

بس زندگی یونہی گزر رہی تھی ——

نازو کے خط آتے —— تابندہ بھی باقاعدگی سے جواب دیتی۔

نازو ظفر کے ساتھ بہت خوش تھی۔

اور تابندہ خط پڑھ کر ہی خوش ہو جایا کرتی۔

تابندہ کا آج آف تھا۔ اس لئے وہ گھر پر تھی۔

صبح وہ خالہ رابعہ کے ساتھ بازار گئی تھی۔ خالہ کے منع کرنے کے باوجود اُس نے خالہ کے لئے گرم شال خریدی تھی۔ کچھ اپنی چیزیں لیں۔ جب وہ دونوں ٹیکسی لے رہی تھیں تو تابندہ نے دیکھا احسن اپنی گاڑی میں گزرا ہے۔

ایک نظر میں ہی اُس نے دیکھا۔

احسن بہت بیمار اور تھکا تھکا نظر آ رہا تھا۔

وہ تڑپ گئی ——

آج تقریباً آٹھ ماہ بعد اُس نے احسن کو دیکھا تھا۔

وہ کھوئی کھوئی سی واپس آگئی۔

اور اُسی وقت سے وہ احسن کے بارے میں سوچے جا رہی تھی۔

اس کے ساتھ گزرا ہوا وقت فلم کی طرح اس کے سامنے چل رہا تھا۔

بیگم رحمان کی مہربانیاں اور محبت ——

احسن کے ساتھ گھومنا پھرنا ——

نمائشی میاں بیوی ——

احسن کا بیمار ہونا ——

اور پھر ——

احسن کا اظہار ——

راحت کا ملنا ——

جانے کیا کیا ——

سینہ پھر جلنے لگا ——

دل میں کرچیاں سی چبھنے لگیں ——

اور آنکھیں بھیگ گئیں ——

احسن کی زندگی کا مقصد تابندہ کو تلاش کرنا ہی رہ گیا تھا۔

وہ لاہور گیا ——

کراچی گیا ——

کوئٹہ تو کئی بار گیا ——

مگر تابندہ نہ ملی۔

اُسے کیا پتہ تھا —— تابندہ اُس کے بالکل قریب ہے۔ اس کے اپنے شہر میں اس پریشانی نے اس کی صحت پر بھی اثر ڈالا تھا۔

سگریٹ زیادہ پینے لگا تھا۔

ہر وقت کھویا کھویا سا رہتا۔

کاروبار میں بھی کوئی دھیان نہ تھا۔

دفتر تو برائے نام جاتا ——

ضروری فائلیں رفیق صاحب گھر لے آتے ——

گھر کاٹنے کو دوڑتا ——

ہر جگہ تابندہ کی یادیں بکھری ہوئی تھیں۔

رفیق صاحب گھر کچھ فائلیں لے کر آئے تھے۔ اور ساتھ ایک اطلاع بھی۔

لاہور میٹنگ تھی —— اور احسن کا اٹینڈ کرنا ضروری تھا۔

آپ چلے جایئے رفیق صاحب ——

احسن تھکے ہوئے لہجے میں بولا۔

نہیں صاحب آپ کا جانا بہت ضروری ہے —— اور آپ کو تو خاص
پر منسٹر صاحب نے فون کیا ہے —— ملک کے سارے ہی بزنس مین
رہے ہیں۔ بھاؤ اتار چڑھاؤ اور پروڈکشن کی زیادتی کمی کا مسئلہ ہے۔

رفیق صاحب نے احساس دلانا چاہا۔

تو ٹھیک ہے میں چلا جاتا ہوں —— میٹنگ تو صبح ہے۔

احسن نے پوچھا۔

جی ہاں —— مگر آپ آج چلے جایئے —— میں شام کے جہاز کی
ٹ لے آیا ہوں —— اور لاہور انٹر کانٹی نینٹل میں آپ کا کمرہ بھی بک
روا آیا ہوں ——

رفیق صاحب بولے۔

ٹھیک ہے ——

احسن بے دل سے بولا۔

رفیق صاحب نے کچھ ضروری ڈسکشن کرنا تھی ـــــ وہ فائلیں نکال کر کریمن بُوا احسن کے ملازم عبدل کو بُلانے چلی گئیں۔

احسن صاحب کو دکھاتے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔

اور احسن کا ذہن با۔ بار بھٹک جاتا ـــــ

چار بجے رفیق صاحب چلے گئے ـــــ

جہاز میں ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا۔ اور وہ یونہی لیٹا تھا۔

آپ جا رہے ہیں ـــــ

کریمن بُوا اندر آکر بولیں۔

ہاں بُوا ـــــ

کب لوٹیں گے خیر سے ـــــ

کل شام تک ـــــ

احسن بولا۔

اللہ پاک ساتھ خیریت کے واپس لائے ـــــ

کریمن بُوا بولیں۔

احسن خاموش لیٹا تھا۔

رفیق میاں بتا رہے تھے۔ پانچ بجے جہاز جاتا ہے۔ تیاری کریں پھر

کریمن بُوا بولیں۔

اِسی طرح جاؤں گا ـــــ عبدل سے کہو میرے کپڑے اور ضروری

ں اٹیچی میں رکھ دے ـــــ احسن بولا۔

تھوڑی ہی دیر میں اٹیچی کار میں رکھ کر عبدل نے وقت کا احساس

تو احسن اُٹھ کر باہر نکل آیا۔

ڈرائیور ساتھ تھا ـــــ احسن خود پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ائیر پورٹ

پہنچتے وقت ہو گیا تھا۔

فلائٹ اناؤنس ہو چکی تھی۔ وہ تیزی سے جہاز کی طرف چلا گیا۔

سیڑھی اُٹھنے والی تھی۔ اس لئے اس کی رفتار میں تیزی تھی ـــــ جوں ہی

نے آخری سیڑھی پہ قدم رکھا ـــــ سامنے ائیر ہوسٹس کھڑی تھی۔ جس

ن کو دیکھ کر منہ پھیر لیا۔

دوسری ائیر ہوسٹس نے احسن کو سیٹ دکھائی ـــــ احسن کی نظریں نیچی

۔ اس نے کسی کو نہیں دیکھا۔ چپ چاپ اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا ـــــ

جہاز کا دروازہ بند ہو گیا اور جیسے زمین پر رینگنے لگے۔

جہاز رن وے کا چکر کاٹ رہا تھا کہ اس کے سامنے ایک طشتری میں

لیں لئے دو ہاتھ بڑھے۔

ہاتھ بڑھانے والی نے چہرہ دوسری طرف پھیر رکھا تھا۔

تھینک یو ـــــ

احسن نے دیکھا ـــــ اور دیکھتا ہی رہ گیا ـــــ

ائیر ہوسٹس کے روپ میں تابندہ تھی ۔

اس کے کان سائیں سائیں کر رہے تھے اور سر چکرا گیا ___

تابندہ ___

حیرت اور خوشی سے اس کے لب کپکپائے ۔

تابندہ نے بیگانگی سے اس کی طرف دیکھا اور آگے بڑھنے لگی ۔

سنو ___

احسن جلدی سے بولا ۔

وہ مڑی ___ کہنے لگی ۔

کسی چیز کی ضرورت ہے کیا ___

میں خواب تو نہیں دیکھ رہا ۔

احسن پریشان سا بولا ۔

کیوں ایسی کیا حیرت کی بات ہے ___

تابندہ آہستہ سے بولی ۔

تابندہ ___ ایک منٹ میرے پاس بیٹھو ۔ مجھے یقین نہیں آرہا کہ

تم مل گئی ہو ___

احسن تڑپ کر بولا ۔

مجھے ڈیوٹی کرنا ہے ___

سوری ___

کہتے ہوئے تابندہ آگے بڑھ گئی ۔

وہ جہاں جہاں جاتی ___ احسن کی نظریں اُس کا بے چینی سے تعاقب

رہی تھیں ۔

وہ پھر اس کے پاس سے گزری ۔

تو احسن نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا ۔

دوسری سیٹ والا مسافر دیکھ کر مسکرایا ۔

تابندہ کو اپنی پوزیشن عجیب سی لگ رہی تھی ۔ اتفاق سے احسن کے

ساتھ والی سیٹ خالی تھی ۔

وہ جلدی سے وہاں بیٹھ گئی ۔

کہنے لگی ۔

آپ کیا کر رہے ہیں ___ میری بھی کوئی عزت ہے آخر ---

تم اتنی بیگانی کیوں بن رہی ہو ___

احسن کی آواز بھاری ہو گئی ___

میں اپنی کب تھی ___

اس کا سینہ پھر جلنے لگا ۔

تم ہی تو اپنی ہو ___

احسن چاہتوں پر قابو نہ پا سکا ___ جذباتی ہو گیا ۔

آپ کو ایسی باتیں نہیں کرنا چاہئیں ___

تابندہ —— خدا کے لئے ایسی باتیں نہ کرو —— اتنی بیگانی نہ بنو ——
یقین کرو —— میں نے تمہاری تلاش میں کونہ کونہ چھان مارا —— میں پاگل ہو رہا
تھا —— کوئی وقت بھی ایسا نہیں گزرا جب تمہاری یاد میرے ساتھ نہ رہی ہو
اب میں تمہیں کہیں نہیں رہنے دوں گا ——

میرے ساتھ چلو ——

احسن نے جذباتی لہجے میں کہا۔

کہاں —— ؟

تابندہ نے پوچھا۔

اپنے گھر ——

احسن نے کہا۔

ہُونہہ ——

تابندہ ہنسی —— طنز سے بھرپور ہنسی۔

راحت کو میں نے طلاق دے دی ہے —— وہ بہت ذلیل تھی۔
مجھ سے دھوکا کیا اُس نے ——

احسن اس کے سپاٹ چہرے کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

غلطی کی آپ نے ——

تابندہ بولی۔

کیوں ——

احسن اب سن سا بیٹھا تھا۔

کہ پائلٹ نے ائیر پورٹ قریب آنے کی اطلاع دی۔

لیکن فوراً ہی عملے میں کھلبلی سی مچ گئی۔

اور اُسی لمحے خطرے کا اعلان کر دیا گیا۔

خواتین و حضرات —— ہم لاہور کے ہوائی اڈے کے عین اوپر
پرواز کر رہے ہیں —— لیکن کسی فنی خرابی کی وجہ سے جہاز کے پہیے
جام ہو گئے ہیں۔ اور ہم اس وقت تک جہاز کو نہیں اتار سکتے۔ جب تک
پٹرول ختم نہ ہو جائے —— ہمت سے کام لیجئے —— زندگی ہے تو ہم
سب بچ جائیں گے —— دعا کیجئے۔

کپتان نے اطلاع کیا دی —— لوگوں کا جیسے خون نچوڑ لیا —— سب کے
رنگ فق تھے۔

کوئی رو رہا تھا ——

کوئی دعا مانگ رہا تھا ——

موت کا سا عالم چھا گیا ——

جہاز ہوا میں چکر کاٹ رہا تھا ——

موت سب کو سامنے نظر آ رہی تھی —— سارے لوگ بے چین
تھے۔

مگر احسن سکون سے بیٹھا تھا۔

جیسے اُسے کوئی فکر ہی نہ تھا۔

وہ اطمینان سے بیٹھا تابندہ کو اِدھر اُدھر بھاگتے دیکھ رہا تھا۔

تابندہ نے احسن کی طرف دیکھا۔

تڑپ گئی۔

قریب آئی ——

احسن صاحب —— کتنی منحوس گھڑی تھی جب آپ اس جہاز میں سوار ہوئے تھے ——

اب کیا ہوگا ——؟

وہ گھبرائی ہوئی تھی ——

کیا ہوا ——؟

احسن بولا۔

خطرہ ہے —— جہاز کے پہیے جام ہو گئے ہیں ——

تابندہ روہانسی ہو کر بولی۔

تو کیا ہوا —— میں تو بہت خوش ہوں ——

احسن بولا۔

کیوں ——؟

اس لئے کہ تمہیں مجھ سے پیار نہیں اور یہ زندگی اب کسی کام کی نہیں —— یہ کیا کم ہے کہ تمہارے سامنے مر رہا ہوں۔

اُف اللہ —— میں کیا کر رہی ہوں ——

تابندہ گھبرا کر بولی۔

موت سے ڈر لگ رہا ہے ——

احسن اُس کی طرف گھورتا ہوا بولا۔

نہیں ——

پھر ——

کاش اس جہاز میں آپ نہ ہوتے ——

تابندہ روہانسی ہو کر بولی۔

کیوں ——؟

احسن نے اُسے کندھوں سے پکڑ لیا۔

اس لئے —— اس لئے کہ —— آپ کو زندہ رہنا ہے۔

تابندہ رو دی۔

جہاز میں موت کا سا عالم تھا —— عجیب سی افراتفری تھی۔

کوئی رو رہا تھا۔

پائلٹ کا رنگ اُڑا ہوا تھا اور وہ کنٹرول سے ہدایت لے رہا تھا۔

تابندہ ——

احسن نے کندھوں سے پکڑ کر تابندہ کو جھنجھوڑا۔

تابندہ نے برستی آنکھوں سے احسن کی طرف دیکھا۔

ہم دونوں مر رہے ہیں ــــ

اِس لمحے ایک بات بتا دو ــــ

احسن بے چینی سے بولا۔

کیا ــ؟

تابندہ نے پوچھا۔

مجھ سے پیار کرتی ہو ـــ؟

تابندہ نے بے بسی سے، احسن کی طرف دیکھا۔

بولو ــــ بتاؤ ــــ

جہاز کسی لمحے زمین پر گر جائے گا ــ بتاؤ ــــ

احسن تڑپا ــــ

تابندہ نے تڑپ کر احسن کی طرف دیکھا، اور اس کے سینے سے لگ گئی۔

روتے ہوئے کہنے لگی۔

ہاں ــ ہاں ــ ہاں ــــ

اِنتہا تک ــــ تم ہی تو میری زندگی ہو ــــ تمہاری یاد ہی تو میرے زندہ

رہنے کا باعث ہے ــــ

احسن نے اُسے سینے میں چھپالیا۔

خواتین و حضرات ــــ آپ سب کو نئی زندگی مبارک ہو ــــ اللہ کے

فضل سے عین اُس وقت جب کہ جہاز زمین پر گرنے والا تھا۔ جہاز کے پہیے

صحیح کام کرنے لگے ہیں ــــ اب ہم لاہور کے ہوائی اڈے پر اُتر رہے ہیں۔

چونک کر تابندہ نے سر اُٹھایا ــــ

احسن مسکرا رہا تھا ــــ

اور اس نے شرم سے آنکھیں جھکا لیں۔

تب احسن نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے اپنے ہاتھ دبا لیا۔

جہاز نے زمین کو چھو لیا۔

اور احسن نے تابندہ کے کان میں سرگوشی کی۔

کہنے لگا۔

نئی زندگی مبارک ہو ــــ

تب تابندہ نے اپنا سر اس کے کندھے پر رکھ دیا۔
